مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

مجموعۂ مبارکہ جامع مسائلِ ضروریہ حاوی

احکامِ شرعیہ معدنِ نکاتِ لطیفہ مخزنِ اسرارِ عجیبہ

مُسمّٰی بہ

احکامِ شریعت

ہر سہ حصہ اوّل

مشتمل بر بعض فتاوی حضور پرنور اعلیحضرت مجدد مأتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حسب الارشاد

حضرت والا مرتبت سید الحاج محمد معصوم شاہ صاحب جیلانی قادری نوری مدظلہ

چک سادہ شریف ضلع گجرات

نوری کتب خانہ بازار حضرت داتا گنج بخش صاحب لاہور

قیمت فی حصہ عہ ۔ مکمل ہر سہ حصہ تین روپے

مجموعۂ مبارکہ جامع مسائلِ ضروریہ حاوی احکام شرعیہ معدن برکات لطیفہ یعنی

اَحْکامِ شریعت حِصّۂ اوّل

مشتمل بر بعض فتاوی حضور پُرنور اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مسئلہ ۱ - ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کھانا جھینگہ کا درست ہے - یا نہیں - مکروہ ہے یا حرام - معہ دستخط و مہر کے جواب تحریر فرمائیے

اَلجواب - ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں - تو جن بعض کے خیال میں جھینگہ مچھلی کی قسم سے نہیں - اُن کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہئے - مگر فقیر نے کُتبِ لغت و کُتب طب و کُتب علمِ حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی - کہ وہ مچھلی ہے - قاموس میں ہے اَلْاِرْبِیَانُ بِالْکَسْرِ سَمَکٌ کَالدُّوْدِ صحاح و تاج العروس میں ہے - اَلْاِرْبِیَانُ بِیْضٌ مِّنَ السَّمَکِ کَالدُّوْدِ

وَیَکُوْنُ بِالْبَصْرَۃِ ٭ صراح میں ہے۔ اربیان نوعے از ماہی ٭ منتہی الارب میں ہے۔ اربیان نوعی از ماہی است۔ کہ آنرا بہندی جھینگا می گویند ٭ مخزن میں ہے۔ روبیان وار بیان نیز آمدہ بفارسی ماہی روبیان و ماہی میک و بہندی جھینگا مچھلی نامند ٭ تحفۃ المؤمنین میں ہے۔ بفارسی ماہی روبیان نامند ٭ تذکرہ داؤد انطاکی میں ہے۔ رُوْبَیَانٌ اِسْمٌ لِضَرْبٍ مِنَ السَّمَکِ یَکْثُرُ بِبَحْرِ الْعِرَاقِ وَالْقَامِ اَحْمَرُ کَثِیْرُ الْاَرْجُلِ نَحْوُ السَّرَطَانِ لٰکِنَّہٗ اَکْثَرُ لَحْمًا ٭ حیاۃ الحیوان الکبریٰ میں ہے۔ اَلرُّوْبَیَانُ ھُوَ سَمَکٌ صَغِیْرٌ جِدًّا اَحْمَرُ۔ تو اس تقدیر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہئے۔ کہ متون میں جمیع انواع سمک حلال ہونے کی تصریح ہے۔ وَالطَّافِیْ لَیْسَ نَوْعًا بِرَاسِہٖ بَلْ وَصْفٌ یَعْتَرِیْ کُلَّ نَوْعٍ۔ اور معراج میں صاف فرمایا۔ کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں جن کا پیٹ چاک نہیں کیا جاتا۔ اور بے آلائش نکالے بھون لیتے ہیں۔ امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں ٭ ردّ المحتار میں ہے۔ وَفِیْ مِعْرَاجِ الدِّرَایَۃِ وَلَوْ وُجِدَتْ سَمَکَۃٌ فِیْ حَوْصَلَۃِ طَائِرٍ تُؤْکَلُ وَعِنْدَ الشَّافِعِیِّ لَا تُؤْکَلُ لِاَنَّہٗ کَالرَّجِیْعِ وَرَجِیْعُ الطَّائِرِ عِنْدَہٗ نَجَسٌ وَ قُلْنَا اِنَّمَا یُعْتَبَرُ رَجِیْعًا اِذَا تَغَیَّرَ وَفِی السَّمَکِ الصِّغَارِ الَّتِیْ تُقْلٰی مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّشَقَّ جَوْفُہٗ۔ فَقَالَ اَصْحَابُہٗ لَا یَحِلُّ اَکْلُہٗ لِاَنَّ رَجِیْعَہٗ نَجَسٌ وَعِنْدَ سَائِرِ الْاَئِمَّۃِ یَحِلُّ۔ مگر فقیر نے جواہر اخلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں۔ اور یہ کہ یہی صحیح تر ہے۔ حَیْثُ قَالَ اَلسَّمَکُ الصِّغَارُ کُلُّھَا

مَکْرُوْھَۃٌ کَرَاھَۃَ التَّحْرِیْمِ ھُوَالْاَصَحُّ۔ جھینگے کی صورت عام مچھلیوں سے بالکل جُدا۔ اور گنگچے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے۔ اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے ماہی سقنقور۔ حالانکہ وہ ناکے کا بچہ ہے۔ کہ سواحلِ نیل پر خشکی میں پیدا ہوتا ہے۔ اور ہمارے اُمّت سے حلّتِ روبیان میں کوئی نص معلوم نہیں۔ اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جواہر اخلاطی کی وہ تصحیح دار رہوگی۔ بہر حال ایسے شُبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی اَولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۔ ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے فحول و مفتیانِ ذوی العقول اس مسئلہ میں کہ کہنا یا رسول اللہ یا ولیَّ اللہ کا جائز ہے۔ یا نہیں۔ اور مدد چاہنا پیغمبران اور ولی اللہ سے۔ اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو یا مشکل کُشا وقت مصیبت کے کہنا جائز ہے۔ یا نہیں۔ اسکا جواب مع دستخط کے مرحمت فرمائیے۔ تاکہ میں صاف صاف لوگوں کو سمجھادوں۔ اور عربی آیت و حدیث جہاں آئے۔ اُس کا ترجمہ بزبانِ اُردو تحریر فرمایا جاوے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب۔ جائز ہے جبکہ اُنہیں بندۂ خدا اور اُسکی بارگاہ میں وسیلہ جانے۔ اور انہیں باذنِ الٰہی و اُمدادِ آیاتِ آمرا سے مانے۔ اور اعتقاد کرے۔ کہ بے حکم خدا ذرّہ نہیں ہل سکتا۔ اور

اللہ عزوجل کے دیئے بغیر کوئی ایک حبہ نہیں دے سکتا۔ ایک حرف نہیں سُن سکتا۔ پلک نہیں ہلا سکتا۔ اور بیشک سب مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے۔ اِس کے خلاف کا ان پر گمان محض بدگمانی و حرام ہے۔ اور ایسے سچے اعتقاد کے ساتھ ندا کرنا بلاشُبہ جائز ہے۔ جامع ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ خود حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایک نابینا کو یہ دُعا تلقین فرمائی۔ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِیَقْضِیَ لِیْ۔ یارسول اللہ! حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی حاجت میں منہ کرتا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو۔ اور بعض روایات میں ہے:۔ لِتَقْضِیَ لِیْ۔ یارسول اللہ! تاکہ حضور میری یہ حاجت پوری فرما دیں۔ اُن نابینا نے بعد نماز یہ دُعا کی۔ فوراً آنکھیں کھُل گئیں ÷

طبرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے۔ عُثمان غنی رضی اللہ تعالٰے عنہ کی خلافت میں حضرت عثمان بن حنیف صحابی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے یہ دُعاء ایک صحابی یا تابعی کو بتائی۔ اُنہوں نے بعد نماز یوُں ہی نداء کی۔ کہ یارسولَ اللہ! مَیں حضور کے وسیلے سے اِس حاجت میں اللہ تعالٰے کی طرف توجہ کرتا ہوں۔ اُن کی حاجت بھی پوری ہوئی۔ پھر علماء ہمیشہ اِسے قضائے حاجات کے لئے لکھتے آئے۔ نیز حدیث میں ہے:۔ اِذَا اَرَادَ عَوْنًا فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ!۔ جب کوئی شخص استعانت کرنا اور مدد لینا چاہے۔ تو یوُں پکارے۔ میری مدد کرو۔ اَے اللہ تعالٰے کے بندو! ÷

فتاوٰے خیریہ میں ہے:۔ قَوْلُھُمْ یَا شَیْخ عَبْدَ الْقَادِرْ

فَمَا الْمُوْجِبُ لِحُرْمَتِہٖ - یاشیخ عبدالقادر کہنا نداء ہے - اس کی حرمت کا سبب کیا ہے؟ ✦

فقیر نے اس بارے میں ایک مختصر رسالہ انوار الانتباہ فی حل ندائے یارسول اللہ لکھا - وہاں دیکھئے - کہ زمانۂ رسالت سے ہر قرن و زمانہ کے ائمہ و علماء و صلحاء میں وقت مصیبت محبوبانِ خدا کو پکارنا کیسا شائع و ذائع رہا ہے - وہابیہ کے طور پر معاذ اللہ : صحابہ سے آجتک وہ سب بزرگان دین مشرک ٹھیرتے ہیں - وَلاحولَ ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ تعالٰے اعلم ✦

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمد المصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۳۳ - ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری - کیا فرماتے ہیں علمائے احناف - رحم کرے اللہ تعالٰے آپ لوگوں پر - اور برکت دے علم میں - کہ فیض پہنچاتے ہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں - اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں - اسکو پہنکر نماز مکروہ ہے - یا مکروہ تحریمی - بیّنوا توجروا ✦

الجواب - وہ وردی پہنکر نماز ادا کرنا مکروہ ہے خصوصًا جبکہ سجدہ بروجہ مسنون مانع ہو - فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے اَلْاِسْکَافُ اَوِ الْخَیَّاطُ اِذَا اسْتُؤْجِرَ عَلٰی خِیَاطَۃِ شَیْءٍ مِنْ زِیِّ الْفُسَّاقِ وَیُعْطٰی لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ کَثِیْرُ اَجْرٍ لَا یُسْتَحَبُّ لَہٗ اَنْ یَعْمَلَ لِاَنَّہٗ اِعَانَۃٌ عَلَی الْمَعْصِیَۃِ - اور دھوتی باندھکر بھی مکروہ ہے - کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو - تو کپڑے کا پیچھے گھرسنا ہی نماز کو مکروہ کرنے

کے لئے بس ہے۔ لِنَھْیِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ کَفِّ ثَوْبٍ اَوْ شَعْرٍ۔ ہاں پیچھے نہ گھرسیں۔ تو وہ دھوتی نہیں ہے نہ بند ہے۔ اور اس میں کچھ کراہت نہیں۔ بلکہ سنّت ہے۔ واللہ تعالٰے اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ؛

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۴ ۔ ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ ھجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت کہ جھوٹا کافر کا پاک ہے۔ یا ناپاک؟ اگر کوئی کافر سہوًا یا قصدًا حقّہ یا پانی پی لے۔ کیا حکم ہے۔ ترجمہ بزبان اردو ضرور بالضرور ہر مسئلہ میں تحریر فرماتے جائیے۔ تاکہ عام لوگ بخوبی سمجھ لیا کریں بیّنوا توجروا کثیرا ؛

الجواب۔ کافر ناپاک ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ۔ کافر نرے ناپاک ہیں ؛ یہ ناپاکی اُن کے باطن کی ہے۔ پھر اگر شراب وغیرہ نجاستوں کا اثر اُن کے مُنہ میں باقی ہو۔ تو ناپاکی ظاہری بھی موجود ہے۔ اور اُس وقت اُن کا جھوٹا ضرور ناپاک ہے۔ اور حقّہ وغیرہ جس چیز کو اُنکا لعاب لگ جائیگا۔ ناپاک ہو جائے گی۔ تنویر الابصار میں ہے سُؤْرُ شَارِبِ خَمْرٍ فَوْرَ شُرْبِھَا وَھِرَّۃٍ فَوْرَ اَکْلِ فَارَۃٍ نَجَسٌ۔ یُوں ہی اگر کافر شراب خور کی مونچھیں بڑی بڑی ہوں۔ کہ شراب مُونچھ کو لگ گئی۔ تو جب تک مُونچھ دُھل نہ جائے گی۔ پانی وغیرہ جس چیز کو لگے گی۔ ناپاک کر دیگی۔ دُرِّ مختار میں ہے لَوْکَانَ شَارِبُہٗ طَوِیْلًا لَا یَسْتَوْعِبُہُ اللِّسَانُ فَنَجَسٌ وَلَوْ بَعْدَ زَمَانٍ۔ اور اگر ظاہری نجاستوں سے بالکل جدا ہو۔ تو اُس کے

جھوٹے کو اگرچہ کتّے کے جھوٹے کی طرح ناپاک نہ کہا جائے گا۔ فی التنویر والدرر سُؤْرُ اٰدَمِیٍّ مُطْلَقًا وَلَوْ جُنُبًا اَوْ کَافِرًا طَاھِرٌ اَلْفَمُ طَاھِرٌ مختصر اگر ہر چیز کہ ناپاک نہ ہو۔ طیّب وبے دغدغہ ہونا ضرور نہیں۔ رینٹھ بھی تو ناپاک نہیں۔ پھر کون عاقل اُسے اپنے لب و زبان سے لگانے کو گوارا کرے گا۔ کافر کے جھوٹے سے بھی بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی ہی نفرت ہے۔ اور یہ نفرت اُن کے ایمان سے ناشی ہے۔ وَفِیْ دَفْعِھَا عَنْ قُلُوْبِھِمْ اِسْقَاطُ شَنَاعَۃِ الْکَفَرَۃِ عَنْ اَعْیُنِھِمْ اَوْ تَخْفِیْفُھَا وَذٰلِکَ غِشٌّ بِالْمُسْلِمِیْنَ وَقَدْ صَرَّحَ الْعُلَمَاءُ کَمَا فِی الْعُقُوْدِ الدُّرِّیَۃِ وَغَیْرِھَا اِنَّ الْمُفْتِیَ اِنَّمَا یُفْتِیْ بِمَا یَقَعُ عِنْدَہٗ مِنَ الْمَصْلَحَۃِ وَمَصْلَحَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ اِبْقَاءِ النَّفْرَۃِ عَنِ الْکَفَرَۃِ لَا فِیْ اِلْقَائِھَا۔ ولہٰذا جو شخص دانستہ اُن کا جھوٹا کھائے پیئے مسلمان اُس سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ وہ مطعون ہوتا ہے۔ اُس پر محبت کفار کا گمان ہو جاتا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یَقِفُ مَوَاقِفَ التُّھَمِ۔ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ تہمت کی جگہوں میں کھڑا نہ ہو۔ متعدد حدیثوں میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِیَّاکَ وَمَا یَسُوْءُ الْاُذُنَ۔ اُس بات سے بچ جو کان کو بُری لگے رَوَاہُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ عَنْ اَبِی الْغَادِیَۃِ وَالطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَابْنُ سَعْدٍ فِی الطَّبَقَاتِ وَالْعَسْکَرِیُّ فِی الْاَمْثَالِ وَابْنُ مَنْدَۃَ فِی الْمَعْرِفَۃِ وَالْخَطِیْبُ فِی الْمُؤْتَلِفِ کُلُّھُمْ عَنْ اُمِّ الْغَادِیَۃِ عَمَّۃِ الْعَاصِ بْنِ عَمْرٍو الطُّفَاوِیْ وَعَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَحْمَدَ الْاِمَامِ

فِیْ زَوَائِدِ الْمُسْنَدِ وَ اَبُوْ نُعَیْمٍ وَابْنُ مَنْدَۃَ کِلَاھُمَا فِی الْمَعْرِفَۃِ عَنِ الْعَاصِ الْمَذْکُوْرِ مُرْسَلًا وَ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِیْھَا عَنْ حَبِیْبِ بْنِ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ نیز بہت حدیثوں میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اِیَّاکَ وَکُلَّ اَمْرٍ یُعْتَذَرُ مِنْہُ ہر اُس بات سے بچ جس میں عذر کرنا پڑے۔ رَوَاہُ الْقِیَاءُ فِی الْمُخْتَارَۃِ وَ الدَّیْلَمِیُّ کِلَاھُمَا بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنْ اَنَسٍ وَ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ عَنْ جَابِرٍ وَ ابْنِ مَنِیْعٍ وَ مِنْ طَرِیْقَۃِ الْعَسْکَرِیُّ فِیْ اَمْثَالِہٖ وَ الْقُضَاعِیُّ فِیْ مُسْنَدِہٖ مَعًا وَ الْبَغْوِیُّ وَ مِنْ طَرِیْقِہِ الطَّبْرَانِیُّ فِیْ اَوْسَطِہٖ وَ الْمُخَلِّصُ فِی السَّادِسِ مِنْ فَوَائِدِہٖ وَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ الْاِبْرَاھِیْمِیُّ فِیْ کِتَابِ الصَّلٰوۃِ وَ ابْنُ النَّجَّارِ فِیْ تَارِیْخِہٖ کُلُّھُمْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَ الْحَاکِمُ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَ الْبَیْھَقِیُّ فِی الزُّھْدِ وَ الْعَسْکَرِیُّ فِی الْاَمْثَالِ وَ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْمَعْرِفَۃِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَ اَحْمَدُ وَ ابْنُ مَاجَۃَ بِسَنَدٍ اَحْسَنَ، وَ ابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ کُلُّھُمْ رَافِعِیْہِ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ الْبُخَارِیُّ فِیْ تَارِیْخِہٖ وَ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَ ابْنُ مَنْدَۃَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عِمَارَۃَ مِنْ قَوْلِہٖ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا۔ بشارت دو۔ اور وہ کام نہ کرو جس سے لوگوں کو نفرت پیدا ہو۔ رَوَاہُ الْاَئِمَّۃُ اَحْمَدُ وَ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ وَ النَّسَائِیُّ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔ پھر اس میں بلاوجہ شرعی فتح باب غیبت ہے۔ اور غیبت حرام۔ فَمَا اَدّٰی اِلَیْہِ

فَلَا اَقَلَّ اَنْ یَّکُوْنَ مَکْرُوْهًا۔ تو دلائل شرعیہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہؤا۔ کہ کافر کے جھوٹے سے احتراز ضرور ہے۔ وَکَمْ مِنْ حُکْمٍ یَخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ بَلْ وَالْمَکَانِ کَمَا تَشْهَدُ بِهٖ فُرُوْعٌ جَمَّۃٌ فِیْ کُتُبِ الْاَئِمَّۃِ هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَبِهٖ اَفْتَیْتُ مِرَارًا وَاللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ مُعْتَمَدِیْ وَاِلَیْهِ مُسْتَنَدِیْ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۔ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین۔ کہ ایک شخص نماز ظہر کی پڑھنے کھڑا ہؤا۔ اور اس نے بعد چار سنت پڑھنے کے سہواً پھر چار سنت کی نیت باندھ لی۔ اور اس کو چار فرض پڑھنا چاہیئے تھے۔ جس وقت کہ وہ دو رکعت نماز ادا کر چکا۔ تو اس کو خیال ہؤا۔ کہ اب مجھ کو فرض پڑھنا تھے۔ پس اس نے اپنے دل میں فرضوں کی نیت باندھ لی۔ کہ میں فرض پڑھتا ہوں۔ اور اس دو رکعت پیشتر کی بہ نیت سہواً سنت ادا کی۔ اور دو رکعت آخر کی بہ نیت فرض کے خالی الحمد کے ساتھ پڑھی دریں صورت کہ اب اس کی نماز فرض ہوئی۔ یا سنت بیّنوا توجروا

الجواب۔ یہ نماز نہ فرض ہوئی نہ سنت۔ فرض تو یوں نہ ہوئے۔ کہ پہلی دو رکعتوں میں نیّت فرض کی نہ کی تھی۔ اور فعل کے بعد نیّت کا اعتبار نہیں۔ فی الدر المختار لا عبرۃ بنیۃ متاخرۃ عنہا علی المذہب۔ اور دو رکعت اخیر میں اگر فرض کی نیّت اس نے تیری

رکعت کی پہلی تکبیر کیوقت بحالِ قیام نہ کی جب تو نیّت ہی لغو ہے۔ اور اگر اُس وقت کی۔ تو اب وہ پہلی نیّت سے نمازِ فرض کی طرف منتقل ہو گیا اگر چار پوری پڑھ لیتا۔ فرض ہو جاتے۔ مگر اُس نے دو پر قطع کر دی۔ لہٰذا یہ فرض بھی نہ ہوئے۔ فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ یُفْسِدُهَا اِنْتِقَالُهٗ مِنْ صَلٰوۃٍ اِلٰی مُغَایِرَتِهَا فِی رَدِّ الْمُحْتَارِ بِاَنْ یَّنْوِیَ بِقَلْبِهٖ مَعَ التَّکْبِیْرَاتِ اِنْتِقَالَ الْمَذْکُوْرِ قَالَ فِی النَّهْرِ بِاَنْ صَلّٰی رَکْعَةً مِّنَ الظُّهْرِ مَثَلًا ثُمَّ افْتَتَحَ الْعَصْرَ اَوِ التَّطَوُّعَ بِتَکْبِیْرَۃٍ فَاِنْ کَانَ صَاحِبَ تَرْتِیْبٍ کَانَ شَارِعًا فِی التَّطَوُّعِ عِنْدَهُمَا خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ اَوْ لَمْ یَکُنْ بِاَنْ سَقَطَ لِلضِّیْقِ اَوْ لِلْکَثْرَۃِ صَحَّ شُرُوْعُهٗ فِی الْعَصْرِ لِاَنَّهٗ نَوٰی تَحْصِیْلَ مَا لَیْسَ بِحَاصِلٍ فَخَرَجَ عَنِ الْاَوَّلِ فَمَنَاطُ الْخُرُوْجِ عَنِ الْاَوَّلِ صِحَّۃُ الشُّرُوْعِ فِی الْمُغَایِرِ وَلَوْ مِنْ وَّجْهٍ الخ اور سنّت نہ ہونا تو ظاہر ہے کہ سنتیں تو پڑھ چکا ہے۔ بلکہ اگر سنتیں نہ پڑھی ہوتیں۔ اور تیسری یا کسی رکعت کی تکبیرِ اوّل کے وقت نیّت فرض کی کر لیتا۔ جب بھی سنتیں نہ ہوتیں۔ کہ وہ اِس نیّت کے سبب فرض کی طرف منتقل ہو گیا۔ بہر حال یہ رکعتیں نفل ہوئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۶ - ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نمازِ فرض پڑھتا ہے اور اُس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورۃ

پڑھی۔ بعدہٗ سلام پھیرا۔ اب اُس کی نماز فرض ہوئی یا سُنّت۔ جیسا ہو ویسا ہی معہ دستخط مُہر کے ارقام فرمائیے۔ اور اگر وہ سجدۂ سہو کر لیتا۔ تو اس کی نماز فرض ہو جاتی۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب۔ فرض ہوئے۔ اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا۔ اُس پر سجدۂ سہو نہ تھا۔ بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورۃ ملا لے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ صرف خلافِ اولیٰ ہے۔ بلکہ بعض اُئمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے۔ امام کے لئے ضرور مکروہ ہے۔ بلکہ مقتدیوں پر گراں گذرے۔ تو حرام۔ درمختار میں ہے ضَمُّ سُوْرَةٍ فِی الْاُوْلَیَیْنِ مِنَ الْفَرْضِ وَھَلْ یُکْرَہُ فِی الْاُخْرَیَیْنِ الْمُخْتَارُ لَا۔ ردالمحتار میں ہے ای لَا یُکْرَہُ تَحْرِیْمًا بَلْ تَنْزِیْھًا لِاَنَّہٗ خِلَافُ السُّنَّۃِ قَالَ فِی الْمُنْیَۃِ وَشَرْحِھَا فَاِنْ ضَمَّ السُّوْرَۃَ اِلَی الْفَاتِحَۃِ سَاھِیًا یَجِبُ عَلَیْہِ سَجْدَتَا السَّھْوِ فِیْ قَوْلِ اَبِیْ یُوْسُفَ لِتَاخِیْرِ الرُّکُوْعِ عَنْ مَحَلِّہٖ وَفِیْ اَظْھَرِ الرِّوَایَاتِ لَا یَجِبُ لِاَنَّ الْقِرَاءَۃَ فِیْھِمَا مَشْرُوْعَۃٌ مِنْ غَیْرِ تَقْدِیْرٍ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَی الْفَاتِحَۃِ مَسْنُوْنٌ لَا وَاجِبٌ اھ وَفِی الْبَحْرِ عَنْ فَخْرِ الْاِسْلَامِ اَنَّ السُّوْرَۃَ مَشْرُوْعَۃٌ فِی الْاُخْرَیَیْنِ نَفْلًا وَفِی الذَّخِیْرَۃِ اِنَّہُ الْمُخْتَارُ وَفِی الْمُحِیْطِ ھُوَ الْاَصَحُّ اھ وَالظَّاھِرُ اَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِہٖ نَفْلًا الْجَوَازُ الْمَشْرُوْعِیَّۃُ بِمَعْنٰی عَدَمِ الْحُرْمَۃِ فَلَا یُنَافِیْ کَوْنَہٗ

خِلافُ الاَوْلیٰ کَمَا اَفَادَہٗ فِی الْحِلْیَۃِ اھ کَمَا فِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ اَقُوْلُ
لَفْظُ الْحِلْیَۃِ ثُمَّ الظَّاھِرُ اِبَاحَتُھَا کَیْفَ لَا وَقَدْ تَقَدَّمَ مِنْ
حَدِیْثِ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ وَغَیْرِہٖ اَنَّہٗ صَلَّی
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَءُ فِیْ صَلٰوۃِ الظُّھْرِ فِی الرَّکْعَتَیْنِ
الْاُوْلَیَیْنِ قَدْرَ ثَلٰثِیْنَ اٰیَۃً وَفِی الْاُخْرَیَیْنِ قَدْرَ خَمْسَ عَشَرَ
اٰیَۃً اَوْ قَالَ نِصْفَ ذٰلِکَ فَلَا جَرَمَ اِنْ قَالَ فَخْرُ الْاِسْلَامِ
فِیْ شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ وَ اَمَّا السُّوْرَۃُ فَاِنَّھَا مَشْرُوْعَۃٌ نَفْلًا
فِی الْاُخْرَیَیْنِ حَتّٰی قُلْنَا فِیْمَنْ قَرَءَ فِی الْاُخْرَیَیْنِ لَمْ یَلْزَمْہُ سَجْدَۃُ
السَّھْوِ اِنْتَھٰی ثُمَّ یُمْکِنُ اَنْ یُّقَالَ الْاَوْلیٰ عَدَمُ الزِّیَادَۃِ وَیُحْمَلُ
عَلَی الْخُرُوْجِ مَخْرَجَ الْبَیَانِ لِذٰلِکَ لِحَدِیْثِ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ
تَعَالٰی عَنْہُ (یُرِیْدُ مَا تَقَدَّمَ بِرِوَایَۃِ الصَّحِیْحَیْنِ اَنَّ النَّبِیَّ
صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقْرَءُ فِی الظُّھْرِ فِی
الْاُوْلَیَیْنِ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ وَسُوْرَتَیْنِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ الْاُخْرَیَیْنِ
بِاُمِّ الْکِتَابِ الْحَدِیْثَ قَوْلُ الْمُصَنِّفِ الْمَذْکُوْرُ (اَیْ وَ
یَزِیْدُ عَلَیْھِمَا شَیْئًا) وَقَوْلُ غَیْرِ وَاحِدٍ مِّنَ الْمَشَائِخِ کَمَا فِی
الْکَافِیْ وَغَیْرِہٖ وَیَقْرَءُ فِیْھِمَا بَعْدَ الْاُوْلَیَیْنِ الْفَاتِحَۃَ فَقَطْ وَ
یُحْمَلُ عَلٰی بَیَانِ مُجَرَّدِ الْجَوَازِ حَدِیْثُ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
عَنْہُ قَوْلُ فَخْرِ الْاِسْلَامِ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

يَفْعَلُ الْجَائِزَ فَقَطْ فِي بَعْضِ الْاَحْيَانِ تَعْلِيْمًا لِلْجَوَازِ وَغَيْرِهٖ مِنْ غَيْرِ كَرَاهَتِهٖ فِي حَقِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَفْعَلُ الْجَزْءَ الْاَوْلٰى فِي غَالِبِ الْاَحْوَالِ وَالنَّفْلُ لَا يُنَافِي عَدَمَ الْاَوْلَوِيَّةِ فَيَنْدَفِعُ بِهٰذَا مَا عَسَاهُ يُخَالُ مِنَ الْمُخَالَفَةِ بَيْنَ الْحَدِيْثَيْنِ الْمَذْكُوْرَيْنِ وَبَيْنَ اَقْوَالِ الْمَشَائِخِ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ اَعْلَمُ اھ وَلَعَلَّكَ لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ اَنَّ حَمْلَ الْمَشْرُوْعِ نَفْلًا عَلَى الْمَكْرُوْهِ تَنْزِيْهًا مُسْتَبْعَدٌ جِدًّا وَقِرَاءَةُ السُّوْرَةِ فِي الْاُخْرَيَيْنِ لَيْسَتْ نَفْلًا مُسْتَحَبًّا مُسْتَقِلًّا يُعْتَبَرُ بِهٖ عَدَمُ الْاَوْلَوِيَّةِ لِعَارِضٍ كَصَلٰوةٍ نَافِلَةٍ مَعَ بَعْضِ الْمَكْرُوْهَاتِ وَاِنَّمَا الْمُسْتَفَادُ مِنَ النَّفْلِيَّةِ هٰهُنَا فِيْمَا يَظْهَرُ هُوَ اِسْتِحْبَابُ فِعْلِهَا فَكَيْفَ يُجَامِعُ عَدَمَ الْاَوْلَوِيَّةِ وَالَّذِيْ يَظْهَرُ الْعَبْدِ الضَّعِيْفِ اَنَّ سُنَّةَ الْاِقْتِصَارِ عَلَى الْفَاتِحَةِ اِنَّمَا تَثْبُتُ عَنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاِمَامَةِ فَاِنَّهٗ لَمْ يُعْهَدْ مِنْهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةٌ مَكْتُوْبَةٌ اِلَّا اِمَامًا اِلَّا نَادِرًا فِي غَايَةِ النُّدْرَةِ فَيُكْرَهُ لِلْاِمَامِ الزِّيَادَةُ عَلَيْهَا لِاِطَالَةٍ عَلَى الْمُقْتَدِيْنَ فَوْقَ السُّنَّةِ بَلْ لَوْ اَطَالَ اِلٰى حَدِّ الْاِسْتِثْقَالِ كُرِهَ تَحْرِيْمًا اَمَّا الْمُنْفَرِدُ فَقَدْ قَالَ فِيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ وَزِيَادَةُ الْقِرَاءَةِ زِيَادَةُ خَيْرٍ وَلَمْ يَعْرِضْهُ مَا يُعَارِضُ خَيْرِيَّتَهٗ فَلَا يَبْعُدُ اَنْ يَكُوْنَ نَفْلًا فِي حَقِّهٖ فَاِنْ حَمَلْنَا كَلَامَ اَكْثَرِ الْمَشَائِخِ

عَلَی الْاِمَامَۃِ وَکَلَامُ الْاِمَامِ فَخْرِ الْاِسْلَامِ وَتَصْحِیْحِ الذَّخِیْرَۃِ وَالْمُحِیْطِ عَلَی الْمُنْفَرِدِ حَصَلَ التَّوْفِیْقُ

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ ھٰذَا مَا عِنْدِیْ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۷ ۔ ۹ ر ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری ۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت میں کہ ایک شخص نے بسم اللہ کہکر ایک شکار کے اوپر بندوق چلائی ۔ پس جس وقت اُس کو جاکر دیکھا ۔ تو کوئی آثار اُس میں زندگی کے نہ تھے ۔ اور نہ جُنبش تھی ۔ جس وقت کہ اُس کو ذبح کیا ۔ تو خُون نکلا اچھی طرح سے پس وُہ شکار حلال ہے ۔ یا حرام؟ اور اگر اُس کو ذبح نہ کرتے ۔ تو حلال ہوتا ۔ یا حرام ۔ اور درصُورت نہ نکلنے خون کے بھی ۔ جواب تحریر فرمائیے ۔ بیّنوا توجروا ٭

الجواب ۔ اگر ذبح کرلیا ۔ اور ثابت ہُوا ۔ کہ ذبح کرتے وقت اُس میں حیات تھی ۔ مثلاً پھڑک رہا تھا ۔ یا ذبح کرتے وقت تڑپا ۔ اگرچہ خُون نہ نکلا ۔ یا خُون ایسا دیا جیسا مذبوح سے نکلا کرتا ہے ۔ اگرچہ جُنبش نہ کی ۔ یا اور کسی علامت سے حیات ظاہر ہوئی ۔ تو حلال ہے ۔ اور اگر بندوق سے مارکر چھوڑ دیا ۔ ذبح نہ کیا ۔ یا کیا ۔ مگر اُس میں وقتِ ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہُوا ۔ تو حرام ہے ۔ غرض مدارِ کار اِس پر ہے ۔ کہ ذبح کرلیا جائے ۔ اور وقت ذبح اُس میں رمق باقی ہو ۔ اگرچہ نہ جُنبش کرے ۔ نہ خُون دے ۔ حلال ہوجائے گا ۔ ورنہ حرام ۔ درمختار میں ہے ۔ ذُبِحَ شَاۃٌ مَرِیْضَۃٌ فَتَحَرَّکَتْ اَوْ خَرَجَ الدَّمُ حَلَّتْ

وَ اِلَّا لَا اِنْ لَمْ تَدُرْ حَيَاتَهُ عِنْدَ الذَّبْحِ وَ اِنْ عَلِمَ حَيَاتَهُ
حَلَّتْ مُطْلَقًا وَ اِنْ لَمْ تَتَحَرَّكْ وَ لَمْ يَخْرُجِ الدَّمُ وَهٰذَا تَاتِيْ
فِيْ مُنْخَنِقَةٍ وَ مُتَرَدِّيَةٍ وَ نَطِيْحَةٍ وَ الَّتِيْ فَقَرَ الذِّئْبُ بَطْنَهَا
فَذَكَاةُ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ تُحَلِّلُ وَ اِنْ كَانَتْ حَيَاتُهَا خَفِيْفَةً
وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ مِنْ
غَيْرِ نَصْلٍ اھ وَ فِيْ رَدِّ الْمُحْتَارِ عَنِ الْبَزَّازِيْ عَنِ الْاِسْبِيْجَابِيْ عَنِ
الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ خُرُوْجُ الدَّمِ لَا يَدُلُّ عَلَى
الْحَيَاةِ اِلَّا اِذَا كَانَ يَخْرُجُ كَمَا يَخْرُجُ مِنَ الْحَيِّ قَالَ وَهُوَ ظَاهِرُ
الرِّوَايَةِ - اسی کی کتاب الصید میں ہے - اَلْمُعْتَبَرُ فِي الْمُتَرَدِّيَةِ وَ
اَخَوَاتِهَا كَنَطِيْحَةٍ وَ مَوْقُوْذَةٍ وَ مَا اَكَلَ السَّبُعُ وَ الْمَرِيْضَةِ
مُطْلَقُ الْحَيَاةِ وَ اِنْ قَلَّتْ كَمَا اَشَرْنَا اِلَيْهِ عَلَيْهِ الْفَتْوٰى
مدارک التنزیل میں ہے - اَلْمَوْقُوْذَةُ الَّتِيْ اَثْخَنُوْهَا ضَرْبًا بِالْعَصَا
اَوْ حَجَرٍ معالم میں ہے - قَالَ قَتَادَةُ كَانُوْا يَضْرِبُوْنَهَا بِالْعَصَا فَاِذَا
مَاتَتْ اَكَلُوْهَا اھ قُلْتُ نَظْهَرُ اَنَّ الْمَضْرُوْبَ بِكُلِّ مُثْقَلٍ
كَالْبُنْدُقَةِ وَ لَوْ بُنْدُقَةِ الرَّصَاصِ كُلُّهٗ مِنَ الْمَوْقُوْذَةِ فَيَحِلُّ
بِالذَّكَاةِ وَ اِنْ قَلَّتِ الْحَيَاةُ ردالمحتار میں ہے لَا يَخْفٰى اَنَّ الْجُرْحَ
بِالرَّصَاصِ اِنَّمَا هُوَ بِالْاِحْرَاقِ وَ الثِّقْلِ بِوَاسِطَةِ
اِنْدِفَاعِهِ الْعَنِيْفِ اِذْ لَيْسَ لَهٗ حَدٌّ فَلَا يَحِلُّ وَبِهٖ

اَفْتیٰ اِبْنُ نُجَیْم وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَمُ۔ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدِ المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۸ - ۱۰ ربیع الآخر شریف سنہ ۱۳۲۰ ہجری - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام - کہ ایک شخص روز شکار بندوق کا شوقیہ کھیلتا ہے - پس بحکم شرع شریف کے کس قدر شکار کھیلنا چاہئے - اور کس وقت میں - اور وہ شکاری ہر روز شکار کھیلنے میں گنہگار ہوتا ہے - یا نہیں؟ بَیِّنُوْا مفصّلاً توجروا اکثیراً

الجواب - شکار کہ محض شوقیہ بغرض تفریح ہو جسے ایک قسم کا کھیل سمجھا جاتا ہے - ولہٰذا شکار کھیلنا کہتے ہیں - بندوق کا خواہ مچھلی کا - روزانہ ہو - خواہ گاہ گاہ مطلقاً بالاتفاق حرام ہے - حلال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دوا یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو - آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اپنی ناک والے ہیں - کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کی کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسرِشان سمجھیں - یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں - وہ گرم دوپہر گرم لُو میں گرم ریت پر چلنا اور ٹھیرنا - اور گرم ہوا کے تھپیڑے کھانا گوارا کرتے - اور دو دو پہر - بلکہ دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں - کیا یہ کھانے کی غرض سے جاتے ہیں - حاشا وکلّا - بلکہ وہی لہو ولعب ہے - اور بالاتفاق حرام - ایک بڑی پہچان یہ ہے - کہ ان شکاریوں سے اگر کہئے - مثلاً مچھلی بازار میں بھی ملے گی - وہاں سے لے لیجئے - ہرگز قبول نہ کرینگے - یا کہئے - کہ ہم اپنے پاس سے لا دیتے ہیں - کبھی نہ مانیں گے - بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی غرض نہیں رکھتے - بانٹ دیتے ہیں - تو یہ

جانا یقیناً وہی تفریح وحرام ہے۔ درمختار میں ہے۔ اَلصَّیۡدُ مُبَاحٌ اِلَّا لِلتَّلَہِّیۡ کَمَا ھُوَ ظَاھِرٌ۔ اِسی طرح اشباہ و بزازیہ و مجمع الفتاوٰے و غُنیہ ذوی الاحکام و تاتارخانیہ و ردّالمحتار وغیرہا عامۂ اسفار میں ہے۔ واللہ سُبحٰنہٗ وتعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

مسئلہ نمبر ۹ - ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس شعر کا مطلب جو شرع محمدی فصل اٹھائیسویں بیان مکروہاتِ وضو میں ہے

تیسرے تانبے کے برتن سے اگر ہے وضو ناقص کرے گا جو بشر

یہ نہ معلوم ہؤا۔ کہ تانبے کے برتن سے کیوں وضو ناقص ہے۔ آج کل بہت شخص تانبے کے برتن لوٹے سے وضو کرتے ہیں۔ کیا اُن سب کا وضو ناقص ہوتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب۔ تانبے کے برتن سے وضو کرنا اُس میں کھانا پینا سب بلاکراہت جائز ہے۔ وضو میں کچھ نقصان نہیں آتا۔ ہاں قلعی کے بعد چاہیئے۔ بے قلعی برتن میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ کہ جسمانی ضرر کا باعث ہوتا ہے۔ اور مٹی کا برتن تانبے سے افضل ہے۔ علماء نے وضو کے آداب ومستحبات سے شمار فرمایا۔ کہ مٹی کے برتن سے ہو۔ اور اُس میں کھانا پینا بھی تواضع سے قریب تر ہے۔ ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے۔ مِنۡھَا اَیۡ مِنۡ اٰدَابِ الۡوُضُوۡءِ کَوۡنُ اٰنِیَتِہٖ مِنۡ خَزَفٍ۔ اُسی میں اختیار شرح مختار سے ہے اِتِّخَاذُھَا (اَیۡ اَوَانِی الۡاَکۡلِ وَالشُّرۡبِ) مِنَ الۡخَزَفِ اَفۡضَلُ اِذۡ لَا

صُرِفَ فِیْهِ وَلَا خُیَلَاۃً - وَفِی الْحَدِیْثِ مَنِ اتَّخَذَ اٰدَانِیَ بَیْتِہٖ خَزَفًا زَارَتْہُ الْمَلٰئِکَۃُ - وَیَجُوْزُ اِتِّخَاذُھَا مِنْ نُحَاسٍ اَوْ رَصَاصٍ - اُسی میں ہے - یُکْرَہُ الْاَکْلُ فِی النُّحَاسِ الْغَیْرِ الْمَطْلِیِّ بِالرَّصَاصِ لِاَنَّہٗ یَدْخُلُ الصَّدَاءُ فِی الطَّعَامِ فَیُوْرِثُ ضَرَرًا عَظِیْمًا وَمَا بَعْدَہٗ فَلَا اھ مُخْتَصَرًا۔

وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ تَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدِ المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ نمبر۱۰ - ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ - کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سُنّت اس صورت میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فُلاں درخت پر شہید مرد ہیں - اور فلانے طاق میں شہید مرد رہتے ہیں - اور اُس درخت اور اُس طاق کے پاس جاکر ہر جمعرات کو فاتحہ شیرینی اور چاول وغیرہ پر دلاتے ہیں - ہار لٹکاتے ہیں - لوبان سُلگاتے ہیں - مُرادیں مانگتے ہیں - اور ایسا دستور اس شہر میں بہت جگہ واقع ہے - کیا شہید مرد ان درختوں اور طاقوں میں رہتے ہیں - اور یہ اشخاص حق پر ہیں - یا باطل پر؟ جواب عام فہم مع دستخط کے تحریر فرمائیے - بیّنوا بالکتاب توجروا بالثواب ⁂

الجواب - یہ سب واہیات و خرافات اور جاہلانہ حماقات و بطالات ہیں - ان کا ازالہ لازم - مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ (اللہ تعالٰے نے اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ⁂

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدِ المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ نمبر ۱۱ - ۱۴، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری - ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اندریں مسئلہ کہ بعد فوت ہو جانے والدین کے اولاد کے اوپر کیا حق والدین کا رہتا ہے - بیّنوا بالکتاب توجروا بالثّواب ٭

الجواب (۱) سب سے پہلا حق بعد موت اُن کے جنازے کی تجہیز غسل - کفن - نماز دفن ہے - اور اُن کاموں میں ایسے سُنن و مستحبات کی رعائت جس سے اُن کے لئے ہر خوبی و برکت و رحمت و وسعت کی امید ہو۔

(۲) اُن کے لئے دُعاء و استغفار ہمیشہ کرتے رہنا - اِس سے کبھی غفلت نہ کرنا ٭

(۳) صدقہ و خیرات و اعمالِ صالحات کا ثواب اُنہیں پہنچاتے رہنا - حسب طاقت اِس میں کمی نہ کرنا - اپنی نماز کے ساتھ اُن کے لئے بھی نماز پڑھنا - اپنے روزوں کے ساتھ اُن کے واسطے بھی روزے رکھنا - بلکہ جو نیک کام کرے سب کا ثواب اُنہیں اور سب مسلمانوں کو بخشدینا - کہ اُن سب کو ثواب پہنچ جائے گا - اور اُس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی - بلکہ بہت ترقیاں پائے گا ٭

(۴) اُن پر کوئی قرض کسی کا ہو - تو اُس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی و کوشش کرنا - اور اپنے مال سے اُن کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہان کی سعادت سمجھنا - آپ قدرت نہ ہو - تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہلِ خیر سے اُس کے ادا میں امداد لینا ٭

(۵) اُن پر کوئی فرض رہ گیا ہو - تو بقدر قدرت اُس کے ادا میں سعی بجالانا - حج نہ کیا ہو - تو خود اُن کی طرف سے حج کرنا - یا حج بدل کرانا - زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ اُن پر رہا ہو - تو اُسے ادا کرنا - نماز یا روزہ باقی ہو - تو اُس کا کفارہ دینا - وعلیٰ ہذا القیاس ہر طرح اُن کی

برأت ذمّہ میں جدّ وجہد کرنا ÷ (۶) انہوں نے جو وصیّت جائزہ شرعیہ کی ہو۔ حتّی الامکان اُس کے نفاذ میں سعی کرنا۔ اگرچہ شرعًا اپنے اوپر لازم نہ ہو۔ اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو۔ مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیّت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لئے کر گئے۔ تو شرعًا تہائی مال سے زیادہ بے اجازت ورثا نافذ نہیں۔ مگر اولاد کو مناسب ہے کہ اُن کی وصیّت مانیں۔ اور اُن کی خوشی پُوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں ÷ (۷) اُن کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا۔ مثلاً ماں یا باپ نے قسم کھائی تھی۔ کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا۔ یا فلاں سے نہ ملے گا۔ یا فلاں کام کرے گا۔ تو اُن کے بعد یہ خیال نہ کرنا۔ کہ اب وہ تو ہیں نہیں۔ اُن کی قسم کا کیا خیال۔ نہیں بلکہ اسکا ویسا ہی پابند رہنا جیسا اُن کی حیات میں رہتا۔ جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ ہو۔ اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں۔ ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی اُن کی مرضی کا پابند رہنا ÷ (۸) ہر جمعہ کو اُن کی زیارتِ قبر کے لئے جانا۔ وہاں قرآن شریف ایسی آواز سے کہ وہ سنیں پڑھنا۔ اور اس کا ثواب اُن کی رُوح کو پہنچانا۔ راہ میں جب کبھی اُن کی قبر آئے۔ بے سلام و فاتحہ نہ گذرنا ÷ اُن کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کئے جانا ÷ (۱۰) اُن کے دوستوں سے دوستی نباہنا۔ ہمیشہ اُن کا اعزاز و اکرام رکھنا ÷ (۱۱) کبھی کسی کے ماں یا باپ کو بُرا کہکر جواب میں اُنہیں بُرا نہ کہلوانا ÷ (۱۲) اور سب میں سخت تر دعام تر دمدام تر یہ حق ہے۔ کہ کبھی کوئی گناہ کر کے اُنہیں قبر میں رنج نہ پہنچانا۔ اُس کے سب اعمال کی ماں باپ کو خبر پہنچتی ہے۔ نیکیاں دیکھتے ہیں

تو خوش ہوتے ہیں۔ اور اُن کا چہرہ فرحت سے دمکنے لگتا ہے۔ اور گناہ دیکھتے ہیں۔ تو رنجیدہ ہوتے ہیں۔ اُن کے قلب پر صدمہ پہنچتا ہے۔ ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ قبر میں بھی اُنہیں رنج دیا جائے۔ اللہ غفور رحیم عزیز کریم جل جلالہ صدقہ اپنے حبیب رؤف و رحیم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا ہم سب مسلمانوں کو نیکیوں کی توفیق دے۔ گناہوں سے بچائے۔ ہمارے اکابر کی قبروں میں ہمیشہ نور و سرور پہنچائے۔ کہ وہ قادر ہے۔ اور ہم عاجز۔ وہ غنی ہے۔ اور ہم محتاج۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۝ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَى الشَّفِيْعِ الرَّفِيْعِ الْغَفُوْرِ الْكَرِيْمِ الرَّءُوْفِ الرَّحِيْمِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ اٰمِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اب وہ حدیثیں جن سے فقیر نے یہ حق استخراج کئے۔ اُن میں سے بعض بقدرِ کفایت ذکر کروں۔ (حدیث ۱) کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خدمت اقدس حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی کوئی طریقہ ان کے ساتھ نکوئی کا باقی ہے۔ جسے میں بجا لاؤں۔ فرمایا نَعَمْ اَرْبَعَةٌ اَلصَّلٰوةُ عَلَيْهِمَا وَالْاِسْتِغْفَارُ لَهُمَا وَاِنْفَاذُ عَهْدِهِمَا مِنْ بَعْدِهِمَا وَاِكْرَامُ صَدِيْقِهِمَا وَصِلَةُ الرَّحِمِ الَّتِيْ لَا رَحِمَ لَكَ اِلَّا مِنْ قِبَلِهِمَا فَهٰذَا الَّذِيْ مِنْ بِرِّهِمَا بَعْدَ

مَوْتِهِمَا۔ ہاں چار باتیں ہیں۔ اُن پر نماز۔ اور اُن کے لئے دُعائے مغفرت اور اُن کی وصیت نافذ کرنا۔ اور اُن کے دوستوں کی بزرگداشت اور جو رشتہ صرف اُنہیں کی جانب سے ہو۔ نیک برتاؤ سے اُس کا قائم رکھنا۔ یہ وہ نیکوئی ہے کہ اُن کی موت کے بعد اُن کے ساتھ کرنی باقی ہے۔ رَوَاهُ ابْنُ النَّجَّارِ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مَعَ الْقِصَّۃِ وَ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِیْ سُنَنِہٖ عَنْہُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ لَا یَبْقٰی لِلْوَلَدِ مِنْ بِرِّ الْوَالِدِ اِلَّا اَرْبَعٌ اَلصَّلٰوۃُ عَلَیْہِ وَالدُّعَاءُ لَہٗ وَ اِنْفَاذُ عَہْدِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ وَ صِلَۃُ رَحِمِہٖ وَ اِکْرَامُ صَدِیْقِہٖ ÷ **(حدیث ۲)** کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِسْتِغْفَارُ الْوَلَدِ لِاَبِیْہِ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنَ الْبِرِّ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے۔ کہ اولاد اُن کے بعد اُن کے لئے دُعائے مغفرت کرے۔ رَوَاہُ ابْنُ النَّجَّارِ عَنْ اَبِیْ اُسَیْدِ مَالِکِ بْنِ زُرَارَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ **(حدیث ۳)** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اِذَا تَرَکَ الْعَبْدُ الدُّعَاءَ لِلْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یَنْقَطِعُ عَنْہُ الرِّزْقُ۔ آدمی جب ماں باپ کے لئے دُعاء چھوڑ دیتا ہے۔ تو اُس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی التَّارِیْخِ وَالدَّیْلَمِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ÷

(حدیث ۴ و ۵) کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:- اِذَا تَصَدَّقَ اَحَدُکُمْ بِصَدَقَۃٍ تَطَوُّعًا فَلْیَجْعَلْہَا عَنْ اَبَوَیْہِ فَیَکُوْنُ لَہُمَا اَجْرُہَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْئًا۔ جب تم میں سے کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے۔ تو چاہیے کہ اُسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے۔ کہ اُس کا ثواب اُنہیں ملے گا۔ اور اُس کے ثواب سے کچھ نہ گھٹیگا۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَنَحْوَہُ الدَّیْلَمِیُّ فِیْ مُسْنَدِ الْفِرْدَوْسِ عَنْ مُعٰوِیَۃَ بْنِ حَیْدَۃَ الْقُشَیْرِیِّ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (حدیث ۶) کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حاضر خدمت اقدس ہوکر عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کی زندگی میں اُن کے ساتھ نیک سلوک کرتا تھا۔ اب وُہ مر گئے۔ اُن کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا۔ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ اَنْ تُصَلِّیَ لَہُمَا مَعَ صَلٰوتِکَ وَتَصُوْمَ لَہُمَا مَعَ صِیَامِکَ بعد مرگ نیک سلوک سے یہ ہے کہ تُو اپنی نماز کے ساتھ اُن کے لئے نماز پڑھے۔ اور اپنے روزوں کے ساتھ اُن کے لئے روزے رکھے۔ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ۔ یعنی جب اپنے ثواب ملنے کے لئے کچھ نفل نماز پڑھے یا روزے رکھے۔ تو کچھ نفل نماز روزے اُن کی طرف سے اُنہیں ثواب پہنچنے کو بھی بجا لا۔ یا نماز روزہ جو عمل نیک کرے۔ ساتھ ہی اُنہیں ثواب پہنچنے کی بھی نیّت کرلے۔ کہ اُنہیں بھی ملے گا۔ اور تیرا بھی کم نہ ہوگا

كَمَا مَرَّ وَلَفْظُ مَعَ يَحْتَمِلُ الْوَجْهَيْنِ بَلْ هٰذَا الصَّقُّ بِالْمُبْتَدِءِ محیط۔ پھر تاتارخانیہ۔ پھر ردّالمختار میں ہے اَلْاَفْضَلُ لِمَنْ يَتَصَدَّقُ نَفْلًا اَنْ يَّنْوِىَ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لِاَنَّهَا تَصِلُ اِلَيْهِمْ وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْئٌ **حدیث نمبر ۷۔** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَيْهِ اَوْ قَضٰى عَنْهُمَا مَغْرَمًا بَعَثَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الْاَبْرَارِ۔ جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا اُن کا قرض ادا کرے۔ روزِ قیامت نیکوں کے ساتھ اُٹھے۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِىُّ فِى الْاَوْسَطِ وَالدَّارْقُطْنِىُّ فِى السُّنَنِ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ **حدیث نمبر ۸۔** امیر المؤمنین عُمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر اسّی ہزار ۸۰۰۰۰ دینار قرض تھے۔ وقتِ وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلا کر فرمایا:۔ بِعْ فِيْهَا اَمْوَالَ عُمَرَ فَاِنْ وَفَتْ وَاِلَّا فَسْئَلْ بَنِىْ عَدِىٍّ فَاِنْ وَفَتْ وَاِلَّا فَسْئَلْ قُرَيْشًا وَلَا تَعْدُهُمْ میرے دین (قرض) میں اوّل میرا مال بیچنا۔ اگر کافی ہو جائے۔ فبہا۔ ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگ کر پورا کرنا۔ اگر یوں بھی پورا نہ ہو۔ تو قریش سے مانگنا۔ اور اُن کے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔ پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا اَضْمَنْهَا۔ تم میرے قرض کی ضمانت کر لو۔ وہ ضامن ہو گئے۔ اور امیر المؤمنین کے دفن سے پہلے اکابر انصار و مہاجرین کو گواہ کر لیا۔ کہ وہ اسّی ہزار مجھ پر ہیں۔ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا۔ کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وہ سارا

قرض ادا فرما دیا۔ رَوَاہُ ابْنُ سَعْدٍ فِی الطَّبَقَاتِ عَنْ عُثْمَانَ ابْنِ عُرْوَۃ

حدیث نمبر ۹۔ قبیلہ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی۔ وہ ادا نہ کرسکیں۔ اور اُن کا انتقال ہو گیا۔ کیا میں اُن کی طرف سے حج کروں۔ فرمایا نَعَمْ حُجِّیْ عَنْھَا اَرَءَیْتِ لَوْ کَانَ عَلٰی اُمِّكِ دَیْنٌ اَکُنْتِ قَاضِیَتَہٗ اِقْضُوا اللہَ فَاللہُ اَحَقُّ بِالْوَفَاءِ۔ ہاں اُس کی طرف سے حج کر۔ بھلا دیکھ تو اگر تیری ماں پر کوئی دَین (قرض) ہوتا۔ تو تُو ادا کرتی۔ یا نہیں۔ یُوں ہی خُدا کا دَین ادا کرو۔ کہ وُہ زیادہ ادا کا حق رکھتا ہے۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث نمبر ۱۰۔ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اِذَا حَجَّ الرَّجُلُ عَنْ وَالِدَیْہِ تُقُبِّلَ مِنْہُ وَمِنْھُمَا وَاسْتَبْشَرَ بِہٖ اَرْوَاحُھُمَا فِی السَّمَآءِ وَکُتِبَ عِنْدَ اللہِ بَرًّا۔ انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے۔ وُہ حج اُس کی طرف سے اور اُن سب کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے۔ اور اُن کی رُوحیں آسمان میں اُس سے شاد ہوتی ہیں۔ اور یہ شخص اللہ عز وجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔ رَوَاہُ الدَّارَقُطْنِیُّ عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

حدیث نمبر ۱۱۔ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مَنْ حَجَّ عَنْ اَبِیْہِ اَوْ عَنْ اُمِّہٖ فَقَدْ قَضٰی عَنْہُ حَجَّتَہٗ وَکَانَ لَہٗ

فضل عشر حجج۔ جو اپنی ماں یا باپ کی طرف سے حج کرے۔ اُن کی طرف سے حج ادا ہو جائے۔ اور اُسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔ رَوَاہُ الدَّارقُطنِیُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ؁

حدیث ۱۲ - کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَیْہِ بَعْدَ وَفَاتِہِمَا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ عِتَاقًا مِّنَ النَّارِ وَکَانَ لِلْمَحْجُوْجِ عَنْہُمَا اَجْرُ حَجَّۃٍ تَامَّۃٍ مِّنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِہِمَا شَیْءٌ جو اپنے والدین کے بعد اُن کی طرف سے حج کرے۔ اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو۔ جس میں اصلا کمی نہ ہو۔ رَوَاہُ الْاَصْبَہَانِیُّ فِی التَّرْغِیْبِ وَالْبَیْہَقِیُّ فِی الشُّعَبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ **حدیث ۱۳** - کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ بَرَّ قَسَمَہُمَا وَقَضٰی دَیْنَہُمَا وَلَمْ یَسْتَسِبَّ لَہُمَا کُتِبَ بَارًّا وَاِنْ کَانَ عَاقًّا فِیْ حَیَاتِہٖ وَمَنْ لَّمْ یَبَرَّ قَسَمَہُمَا وَلَمْ یَقْضِ دَیْنَہُمَا وَاسْتَسَبَّ لَہُمَا کُتِبَ عَاقًّا وَاِنْ کَانَ بَارًّا فِیْ حَیَاتِہٖ جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد اُنکی قسم سچی کرے۔ اور اُنکا قرض اُتارے اور کسی کے ماں باپ کو بُرا کہکر اُنہیں بُرا نہ کہلوائے۔ وہ والدین کے ساتھ نکوکار لکھا جائے۔ اگرچہ اُن کی زندگی میں نافرمان تھا۔ اور جو اُنکی قسم پوری نہ کرے اور اُنکا قرض نہ اُتارے۔ اور اوں کے والدین کو بُرا کہکر اُنہیں بُرا کہلوائے۔ وہ عاق لکھا جائے۔ اگرچہ اُنکی حیات میں نکوکار تھا۔ رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ

حدیث ۱۴ - کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِیْ كُلِّ یَوْمِ جُمُعَةٍ مَرَّةً غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو۔ اللہ تعالےٰ اُس کے گناہ بخشدے۔ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے۔ رَوَاهُ الْاِمَامُ التِّرْمِذِیُّ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ الْحَكِیْمُ فِیْ نَوَادِرِ الْاُصُوْلِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ۔ **حدیث ۱۵** - کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَءَ عِنْدَهٗ یٰسٓ غُفِرَ لَهٗ جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرے۔ اور اُس کے پاس یٰسٓ پڑھے بخشدیا جائے۔ رَوَاهُ ابْنُ عَدِیٍّ عَنِ الصِّدِّیْقِ الْاَكْبَرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَفِیْ لَفْظٍ مَنْ زَارَ قَبْرَ وَالِدَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ فَقَرَءَ عِنْدَهٗ یٰسٓ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ بِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ مِّنْهَا۔ جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارتِ قبر کرے وہاں سورہ یٰسٓ شریف پڑھے۔ یٰسٓ شریف میں جتنے حرف ہیں۔ اُن سب کی گنتی کے برابر اللہ تعالےٰ اس کے لئے مغفرتیں فرمائے۔ رَوَاهُ هُوَ الْخَلِیْلِیُّ وَ اَبُوْ شَیْخٍ وَالدَّیْلَمِیُّ وَابْنُ النَّجَّارِ وَ الرَّافِعِیُّ وَغَیْرُهُمْ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ الصِّدِّیْقَةِ عَنْ اَبِیْهَا الصِّدِّیْقِ الْاَكْبَرِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ

تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ۱۶۔ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِہِمَا اِحْتِسَابًا کَانَ کَعَدْلِ حَجَّۃٍ مَبْرُوْرَۃٍ وَمَنْ کَانَ زُوَّارًا لَّہُمَا زَارَتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ قَبْرَہٗ۔ جو بہ نیتِ ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارتِ قبر کرے۔ حجِ مقبول کے برابر ثواب پائے۔ اور جو شخص بکثرت اُن کی زیارتِ قبر کیا کرتا ہو۔ فرشتے اُس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔ رَوَاہُ الْاِمَامُ التِّرْمِذِیُّ الْحَکِیْمُ وَابْنُ عَدِیٍّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ امام ابن الجوزی محدث کتاب عیون الحکایات میں بسندِ خود محمد ابن العباس ورّاق سے روایت فرماتے ہیں۔ ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا۔ راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا۔ وہ جنگل درختانِ مُقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا۔ اُن کے نیچے دفن کر کے بیٹا جہاں جاتا تھا۔ چلا گیا۔ جب پلٹ کر آیا۔ اُس منزل کو رات کو پہنچا۔ اور باپ کی قبر پر نہ گیا۔ ناگاہ سُنا۔ کہ کوئی کہنے والا یہ شعر کہہ رہا ہے:۔ ؎

رَاَیْتُکَ تَطْوِی الدَّوْمَ لَیْلًا وَلَا تَرٰی

عَلَیْکَ لِاَہْلِ الدَّوْمِ اَنْ تَتَکَلَّمَا

وَبِالدَّوْمِ ثَاوٍ لَوْ ثَوَیْتَ مَکَانَہٗ۔

وَمَرَّ بِاَہْلِ الدَّوْمِ عَادَ فَسَلَّمَا

مَیں نے تجھے دیکھا۔ کہ تُو رات میں اِس جنگل کو طے کرتا ہے۔ اور نہ جوان پیڑوں میں ہے۔ اُس سے کلام کرنا اپنے اُوپر لازم نہیں جانتا۔ حالانکہ اِن درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر تُو اُس کی جگہ ہوتا۔ اور وہ

یہاں سے گزرتا۔ تو وہ راہ سے پھر کر آتا۔ اور تیری قبر پر سلام کرتا ؛

حدیث ۱۷۔ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّصِلَ اَبَاہُ فِیْ قَبْرِہٖ فَلْیَصِلْ اِخْوَانَ اَبِیْہِ مِنْ بَعْدِہٖ۔ جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اُس کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ وہ باپ کے بعد اُس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔ رَوَاہُ اَبُوْیَعْلٰی وَابْنُ حِبَّانٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا ؛ **حدیث ۱۸** کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مِنَ الْبِرِّ اَنْ تَصِلَ صَدِیْقَ اَبِیْکَ۔ باپ کے ساتھ نیکوکاری سے ہے۔ یہ کہ تو اُس کے دوست سے اچھا برتاؤ رکھے رَوَاہُ الطَّبْرَانِیْ فِی الْاَوْسَطِ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ **حدیث ۱۹**۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّ اَبَرَّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ اَھْلَ وُدِّ اَبِیْہِ بَعْدَ اَنْ یُّوَلِّیَ الْاَبُ۔ بیشک باپ کے ساتھ نکوکاریوں سے بڑھکر یہ نکوکاری ہے۔ کہ آدمی باپ کے پیٹھ دینے کے اُس کے دوستوں سے اچھی روش پر رہتا ہے۔ رَوَاہُ الْاَئِمَّۃُ اَحْمَدُ وَالْبُخَارِیُّ فِیْ اٰدَبِ الْمُفْرَدِ وَمُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِہٖ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمَذِیُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا۔ **حدیث ۲۰**۔ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِحْفَظْ وُدَّ اَبِیْکَ لَا تَقْطَعْہُ فَیُطْفِیَٔ اللہُ نُوْرَکَ اپنے باپ کی دوستی کو نگاہ رکھ۔ اُسے قطع نہ کرنا۔ کہ اللہ تیرا نور بجھا دیگا ؛

رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِی اٰدَبِ الْمُفْرَدِ وَالطِّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَالْبَیْهَقِیُّ فِی الشُّعَبِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ **حدیث ۲۱**۔ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ عَلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَتُعْرَضُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلَی الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَیَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْهُهُمْ بَیَاضًا وَاِشْرَاقًا۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُؤْذُوْا مَوْتَاکُمْ ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو اللہ عزّوجلّ کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو۔ وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں۔ اور اُن کے چہروں کی صفائی و تابش بڑھ جاتی ہے تو اللہ سے ڈرو۔ اور اپنے مُردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ۔ رَوَاہُ الْاِمَامُ الْحَکِیْمُ عَنْ وَالِدِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اُس سے کبھی عہدہ برآ ہو۔ وہ اُس کے حیات و وجود کے سبب ہیں۔ تو جو کچھ نعمتیں دینی و دُنیوی پائے گا سب انہیں کے طفیل میں ہوئیں۔ کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے۔ تو صرف ماں یا باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں اُن کی کوششیں اُس کے آرام کے لئے اُن کی تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے۔ پیدا ہونے۔ دُودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں اُن کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لئے اللہ جلّ وعلا و رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور اُن کی ربوبیت

و رحمت کے مظہر ہیں۔ ولہٰذا قرآن عظیم میں جلّ جلالہٗ نے اپنے حق کے ساتھ اُنکا ذکر فرمایا۔ کہ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حاضر خدمت اقدس ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگر گوشت کا ٹکڑا اُن پر ڈالا جاتا کباب ہو جاتا۔ چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں۔ کیا اب میں اُس کے حق سے ادا ہو گیا۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَعَلَّہٗ اَنْ یَّکُوْنَ بِطَلْقَۃٍ وَّاحِدَۃٍ تیرے پیدا ہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اُس نے اُٹھائے ہیں۔ شاید یہ اُن میں ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے

رَوَاہُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ؕ

اللہ عزّ وجلّ عقوق سے بچائے۔ اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے آمین آمین برحمتک۔ یا ارحم الراحمین۔ وصلّے اللہ تعالےٰ علےٰ سیّدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین

والحمد للہ ربّ العٰلمین ؕ

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا خفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۲ - ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری - کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد و قل شریف کے تکبیر کہکر دُعائے قنوت کے بدلے میں تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے۔ اور دُعائے قنوت اُسکو نہیں آتی ہے۔ پس اُس کی نمازِ وتر صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ اور وہ اگر ہر روز سجدہ سہو کر لیا کرے۔ تو نمازِ وتر اُس کی صحیح ہو جایا کرے گی؟ جواب عام فہم عطا فرمائیے۔ بیّنو مُفصّلاً

توجروا کثیرا ✦

الجواب - نماز صحیح ہو جانے میں تو کلام نہیں - نہ یہ سجدۂ سہو کا محل - کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا - دعائے قنوت اگر یاد نہیں - تو یاد کرنی چاہئے - کہ خاص اُس کا پڑھنا سنّت ہے - اور جب تک یاد نہ ہو - رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۝ پڑھ لیا کرے - اگر یہ بھی یاد نہ ہو - تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ تین بار کہہ لیا کرے - اور اگر یہ بھی نہ آئے - تو صرف یَا رَبِّ تین بار کہہ لے واجب ادا ہو جائے گا - رہا یہ کہ قُلْ ھُوَ اللّٰہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا یا نہیں؟ کہ اتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو - ظاہر یہ ہے کہ ادا ہو گیا - کہ وہ ثنا ہے - اور ہر ثنا دعا ہے - بل قال العلامة القاری وَغَیْرُهٗ مِنَ الْعُلَمَاءِ کُلُّ دُعَاءٍ ذِکْرٌ وَّکُلُّ ذِکْرٍ دُعَاءٌ وَقَدْ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رواہ التِّرْمِذِیُّ وَحَسَّنَهُ النَّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَهُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا ہذا ولیحرر واللّٰہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۲۳ - ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ کن کیا اڑانا جائز ہے - یا نہیں؟ اور اُس کی ڈور لوٹنا درست ہے یا نہیں؟ اگر اُس کی ڈور لوٹی ہوئی سے کپڑا سلوا کر نماز پڑھے - تو اُس کی نماز میں کوئی خلل تو واقع نہ ہوگا - بینوا توجروا ✦

الجواب۔ کن کنیا (کنکوا) اُڑانا لہو ولعب ہے۔ اور لہو نا جائز ہے
کُلُّ لَھْوِ الْمُسْلِمِ حَرَامٌ اِلَّا فِی ثَلٰثٍ۔ ڈور لوٹنا نہبی ہے۔ اور نہبی
حرام ہے۔ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ
النُّھْبٰی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے لوٹنے سے منع فرمایا۔
لوٹی ہوئی ڈور کا مالک اگر معلوم ہو۔ تو فرض ہے۔ اُسے دے دی جائے۔
اگر نہ دی۔ اور بغیر اُس کی اجازت کے اُس سے کپڑا سیا۔ تو اُس کپڑے کا
پہننا حرام ہے۔ اُسے پہنکر نماز مکروہ تحریمی ہے۔ جس کا پھیرنا واجب
ہے۔ لِلْاِشْتِمَالِ عَلَی الْمُحَرَّمِ کَالصَّلٰوۃِ فِی اَرْضٍ مَغْصُوْبَۃٍ
اور اگر مالک نہ ہو۔ تو وہ لقطہ ہے۔ یعنے پڑی پائی چیز واجب ہے۔ کہ
اُسے مشہور کیا جائے۔ یہانتک کہ مالک کے ملنے کی اُمید قطع ہو۔ اُس
وقت اگر یہ شخص غنی ہے۔ تو فقیر کو دے دے۔ اور اگر فقیر ہے۔ تو خود
اپنے صرف میں لاسکتا ہے۔ پھر جب مالک ظاہر ہو۔ اور فقیر کے
صرف میں آنے پر راضی نہ ہو۔ تو اپنے پاس سے اُس کا تاوان دینا ہوگا
کما ھو معروف فی الفقہ من حکم اللقطۃ
واللہ سبحٰنہ وتعالےٰ اعلم۔

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۴۔ ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں
علمائے دین ان مسائل میں کہ کُتا پالنا جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور کبوتر
پالنا بلا اُڑانے کے۔ و بٹیر بازی و مرغ بازی و شکرا باز پالنا۔ اور اُن سے
شکار پکڑوانا۔ اور کھانا درست ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب۔ شکرا و باز پالنا درست ہے۔ اور ان سے شکار کرانا

اور اُسکا کھانا بھی درست ہے۔ لقولہ تعالےٰ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ الآیۃ یہ ضرور ہے کہ شکار غذا یا دوا یا کسی نفع کی غرض سے ہو۔ محض تفریح و لہو و لعب نہ ہو۔ ورنہ حرام ہے۔ یہ گنہگار ہوگا۔ اگرچہ اُنکا مارا ہُوا جانور جبکہ وہ تعلیم پا گئے ہوں۔ اور بِسْمِ اللہ کہکر چھوڑا ہُوا حلال ہو جائے گا۔ فَاِنَّ حُرْمَۃَ الْاِرْسَالِ بِنِیَّتِہِ اللَّھْوَ لَا یُنَافِیْ کَوْنَہٗ ذَکَاۃً شَرْعِیَّۃً کَمَنْ سَمّٰی اللہَ تَعَالٰی وَضَرَبَ الْغَنَمَ مِنْ قَفَاہُ حَرُمَ الْفِعْلُ وَحَلَّ الْاَکْلُ۔ بٹیر بازی۔ مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں۔ لال لڑاتے ہیں۔ یہانتک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے۔ کہ بلاوجہ بے زبانوں کی ایذا ہے۔ حدیث شریف میں ہے نَھٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِیْشِ بَیْنَ الْبَھَائِمِ رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے جانوروں کے لڑانے سے منع فرمایا۔ اَخْرَجَہٗ اَبُوْدَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِیُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰے عَنْھُمَا وَقَالَ التِّرْمِذِیُّ حَسَنٌ صَحِیْحٌ ؁

کبوتر پالنا جبکہ خالی دِل بہلانے کے لئے ہو۔ اور کسی امر ناجائز کی طرف مُودی نہ ہو۔ جائز ہے۔ اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اُڑائے۔ کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے۔ یا اُن کے اُڑانے کو کنکریاں پھینکے۔ جو کسی کا شیشہ توڑیں۔ کسی کی آنکھ پھوڑیں۔ یا پرائے کبوتر پکڑے۔ یا اُن کا دم بڑھانے اور اپنا تماشا ہونے کے لئے دِن دِن بھر اُنہیں بھوکا اُڑائے جب اُترنا چاہیں۔ نہ اُترنے دے۔ تو ایسا پالنا حرام ہے۔ درمختار میں ہے۔ وَیُکْرَہُ اِمْسَاکُ

اَلْحَمَامَاتِ) وَلَوْ فِیْ بُرْجِھَا (اِنْ کَانَ یُضِرُّ بِالنَّاسِ بِنَظَرٍ اَوْ جَلْبٍ فَاِنْ کَانَ یَطِیْرُ بِاَفْوَقِ السَّطْحِ مُطَّلِعًا عَلٰی عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِیْنَ وَیَکْسِرُ زُجَاجَاتِ النَّاسِ بِرَمْیِہٖ تِلْکَ الْحَمَامَاتِ عُزِّرَ وَمُنِعَ اَشَدَّ الْمَنْعِ فَاِنْ لَّمْ یَمْتَنِعْ ذَبَحَھَا الْمُحْتَسِبُ) وَاَمَّا لِلْاِسْتِئْنَاسِ فَمُبَاحٌ اھ بِاِخْتِصَارٍ۔ صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن عمر اور صحیح ابن حبان بن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دَخَلَتِ النَّارَ امْرَأَۃٌ فِیْ ھِرَّۃٍ رَبَطَتْھَا فَلَمْ تُطْعِمْھَا تَاْکُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ۔ ایک عورت دوزخ میں گئی ایک بلّی کے سبب کہ اُسے باندھ رکھا تھا۔ نہ آپ کھانا دیا۔ نہ چھوڑا کہ زمین کے چوہے وغیرہ کھالیتی۔ ابن حبان کی حدیث میں ہے فَھِیَ تَنْھَشُ قُبُلَھَا وَدُبُرَھَا۔ وہ بلّی دوزخ میں اُس عورت پر مسلّط کی گئی ہے۔ کہ اُس کا آگا پیچھا دانتوں سے نوچ رہی ہے +

ایک حدیث شریف میں حکم ہے۔ کہ جو جانور پالو۔ دن میں ستّر بار اُسے دانہ پانی دکھاؤ۔ نہ کہ گھنٹوں پہروں بھوکا پیاسا رکھو۔ اور نیچے آنا چاہے۔ تو آنے نہ دو۔ علماء فرماتے ہیں۔ جانور پر ظلم کافر ذمی پر ظلم سے سخت تر ہے۔ اور کافر ذمی پر ظلم مسلمان پر ظلم سے اشد ہے۔ کَمَا فِی الدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَغَیْرِہٖ - اور رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ

ظُلُمٌ ظُلُمَاتٌ ہوگا قیامت کے دن۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ٥ سُن لو۔ اللہ کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر۔ کُتّا پالنا حرام ہے جس گھر میں کُتّا ہو۔ اُس میں رحمت کا فرشتہ نہیں آتا۔ روز اُس شخص کی نیکیاں گھٹتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا تَدْخُلُ الْمَلٰٓئِكَةُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَّلَا صُوْرَةٌ فرشتے نہیں آتے اُس گھر میں جس میں کُتّا یا تصویر ہو۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالشَّيْخَانِ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِيْ طَلْحَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مَنِ اقْتَنٰى كَلْبًا اِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ اَوْ ضَارِيًا نَقَصَ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ يَوْمٍ قِيْرَاطَانِ جو کُتّا پالے۔ مگر گلے کا کُتّا یا شکاری روز اُس کی نیکیوں سے دو قیراط کم ہوں (ان قیراطوں کی مقدار اللہ و رسول جانیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالشَّيْخَانِ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا۔ تو صرف دو قسم کے کُتّے اجازت میں رہے۔ ایک شکاری جسے کھانے یا دواء وغیرہ منافع صحیحہ کے لئے شکار کی حاجت ہو۔ نہ شکارِ تفریح۔ کہ وہ خود حرام ہے۔ دوسرا وہ کُتّا جو گلے یا کھیتی یا گھر کی حفاظت کے لئے پالا جائے۔ جہاں حفاظت کی سچی حاجت ہو۔ ورنہ اگر مکان میں کچھ نہیں کہ چور لیں۔ یا مکان محفوظ جگہ ہے۔ کہ چور کا اندیشہ نہیں۔ غرض جہاں یہ اپنے دل سے خوب جانتا ہو۔ کہ حفاظت کا بہانہ ہے۔ اصل میں کُتّے کا شوق ہے۔ وہاں جائز نہیں۔ آخر آس پاس کے گھر والے بھی

اپنی حفاظت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر بے کُتّے کے حفاظت نہ ہوتی۔ تو وہ بھی پالتے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے حکم میں حیلے نہ نکالے۔ کہ وہ دلوں کی بات جاننے والا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم۔ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۵ - ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کُتّے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟۔ ایک خرگوش کو کُتّے نے اِس طرح پکڑا ہے۔ کہ اُس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہو گئے ہیں۔ اور بہت سا جسم اُسکا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں سے خون جاری ہے۔ ابھی جان باقی ہے پس اُس کو ذبح کر کے کھا سکتا ہے۔ یا نہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب - اگر مسلمان یا کتابی عاقل نے کہ احرام میں نہ ہو بسم اللہ کہکر تعلیم یافتہ کُتّے کو جو شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ دیا کرے۔ خود نہ کھانے لگے۔ غیر حرم کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پروں یا پاؤں کی طاقت سے اپنے بچاؤ پر قادر تھا چھوڑا۔ اور کتّا اُس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا۔ یا اُس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہوا۔ بیچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہو گیا۔ اور اُس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا۔ یا ایسا مجروح کر دیا۔ کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبوح میں ہوتی ہے۔ کچھ دیر تڑپ کر ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور کُتّے کو چھوڑنے میں کوئی کافر مجوسی۔ یا بُت پرست یا ملحد یا مُرتد جیسے آجکل کے اکثر نصاریٰ اور رافضی اور عام نیچری وغیرہم خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتابی کے سوا کوئی شریک نہ تھا۔ نہ شکار کے قتل میں کُتّے کی شرکت

کسی دوسرے کتے نا تعلیم یافتہ یا سگ نیچری یا اور کسی ایسے جانور کی جس کا شکار نا جائز ہو۔ اور انیسواں چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پانے کے وقت تک اسی طرف متوجہ رہا۔ بیچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا۔ تو وہ جانور بے ذبح حلال ہوگیا۔ اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو۔ اور جانور بے ذبح مرجائے۔ تو حرام ہوجائے گا۔ ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہوجائے گا۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے

(اَلصَّیْدُ مُبَاحٌ بِخَمْسَةَ عَشَرَ شَرْطًا) خَمْسَةٌ فِی الصَّائِدِ وَ هُوَ اَنْ یَّکُوْنَ مِنْ اَهْلِ الذَّکَاةِ وَاَنْ یُّوْجَدَ مِنْهُ الْاِرْسَالُ وَاَنْ لَّا یُشَارِکَهٗ فِی الْاِرْسَالِ مَنْ لَّا یَحِلُّ صَیْدُهٗ وَاَنْ لَّا یَتْرُکَ التَّسْمِیَةَ عَامِدًا وَاَنْ لَّا یَشْتَغِلَ بَیْنَ الْاِرْسَالِ وَالْاَخْذِ بِعَمَلٍ اٰخَرَ وَخَمْسَةٌ فِی الْکَلْبِ اَنْ یَّکُوْنَ مُعَلَّمًا وَ اَنْ یَّذْهَبَ عَلٰی سَنَنِ الْاِرْسَالِ وَ اَنْ لَّا یُشَارِکَهٗ فِی الْاَخْذِ مَا لَا یَحِلُّ صَیْدُهٗ وَاَنْ یَّقْتُلَهٗ جَرْحًا وَاَنْ لَّا یَاْکُلَ مِنْهُ وَخَمْسَةٌ فِی الصَّیْدِ اَنْ لَّا یَکُوْنَ مِنَ الْحَشَرَاتِ وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ مِنْ بَنَاتِ الْمَاءِ اِلَّا السَّمَکَ وَاَنْ یَّمْنَعَ نَفْسَهٗ بِجَنَاحَیْهِ اَوْ قَوَائِمِهٖ وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ مُتَقَوِّیًا بِنَابِهٖ اَوْ بِمِخْلَبِهٖ وَاَنْ یَّمُوْتَ بِهٰذَا قَبْلَ اَنْ یَّصِلَ اِلٰی ذَبْحِهٖ اھ قُلْتُ وَمَعْنٰی قَوْلِهٖ اَنْ یَّمُوْتَ

اَیْ حَقِیْقَۃً اَوْ حُکْمًا بِاَنْ لَا یَبْقٰی فِیْہِ حَیَاۃٌ فَوْقَ الْمَذْبُوْحِ کَمَا نَصَّ عَلَیْہِ فِی الدُّرِّ اضجہ المحشی انہیں میں ہے شَرْطُ کَوْنُ الذَّابِحِ مُسْلِمًا حَلَالًا خَارِجَ الْحَرَمِ اِنْ کَانَ صَیْدًا فَصَیْدُ الْحَرَمِ لَا تَحِلُّہُ الذَّکَاۃُ مُطْلَقًا (اَوْ کِتَابِیًّا وَلَوْ مَجْنُوْنًا) اھ دُرٌّ مُلَخَّصًا وَالْمُرَادُ بِہِ الْمَعْتُوْہُ کَمَا فِی الْعِنَایَۃِ عَنِ النِّہَایَۃِ لِاَنَّ الْمَجْنُوْنَ لَا قَصْدَ لَہٗ وَلَا نِیَّۃَ لِاَنَّ التَّسْمِیَۃَ شَرْطٌ بِالنَّصِّ وَھِیَ بِالْقَصْدِ وَصِحَّۃُ الْقَصْدِ بِمَا ذَکَرْنَا یَعْنِیْ قَوْلَہٗ اِذَا کَانَ یَعْقِلُ التَّسْمِیَۃَ وَالذَّبِیْحَۃَ وَیَضْبِطُ اھ ش ان سب شرائط کے ساتھ جس خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے۔ اور اگر ہنوز مذبوح سے زیادہ زندگی باقی ہے۔ تو بعد ذبح حلال ہے۔ اُس کے دانت جسم میں پیوستہ ہو جانا وجہ ممانعت نہیں ہو سکتا۔ قرآن عظیم نے اُسکا شکار حلال فرمایا۔ اور شکار بے زخمی کئے نہ ہوگا۔ اور زخمی جبھی ہوگا۔ کہ اُس کے دانت اُس کے جسم کو شق کر کے اندر داخل ہوں۔ اور یہ خیال کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے شکار کے بدن کو نجس کرے گا۔ دو وجہ سے غلط ہے اولاً شکار حالت غضب میں ہوتا ہے۔ اور غضب کے وقت اُسکا لعاب خشک ہو جاتا ہے۔ وَلِذَا فَرَّقَ جَمْعٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ فِیْ اَخْذِہٖ طَرَفَ الثَّوْبِ فَیَتَنَجَّسُ اَوْ غَضْبَانَ فَلَا ثَانِیًا۔ اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا۔ وہ کب پاک ہے جب اُس سے طہارت حاصل ہو گی اُس سے بھی ہو جائیگی واللہ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۶ - ۲۳، ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صورت میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس کی نماز میں تو کوئی مخلل واقع نہیں ہوتا۔ اور نمازی کے آگے سے کسقدر دُور تک گزر کرنا نہ چاہیے۔

الجواب - نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔ آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو۔ تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں۔ جبتک بیچ میں آڑ نہ ہو۔ اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو۔ تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس سے باہر نکل سکتا ہے۔ موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہلِ خشوع و خضوع کی طرح اپنی نگاہِ خاص جائے سجود پر یعنی جہاں سجدہ میں اُس کی پیشانی ہوگی۔ تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو۔ تو جہاں جمائے۔ وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے۔ جہاں تک آگے بڑھکر جائے وہ سب موضع سجود ہے۔ اُس کے اندر نکلنا حرام ہے۔ اور اُس سے باہر جائز درمختار میں ہے:۔ مرور مارٍّ فِی الصَّحْرَاءِ اَوْ فِیْ مَسْجِدٍ کَبِیْرٍ بِمَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ فِی الْاَصَحِّ اَوْ مُرُوْرُهٗ بَیْنَ یَدَیْهِ اِلٰی حَائِطِ الْقِبْلَةِ فِیْ بَیْتٍ وَمَسْجِدٍ صَغِیْرٍ فَاِنَّهٗ کَبُقْعَةٍ وَاحِدَةٍ۔ ردالمحتار میں ہے۔ قَوْلُهٗ بِمَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ اَیْ مِنْ مَوْضِعِ قَدَمِهٖ اِلٰی مَوْضِعِ سُجُوْدِهٖ کَمَا فِی الدُّرَرِ وَهٰذَا مَعَ قُیُوْدِ الَّتِیْ بَعْدَهٗ وَاِنَّمَا هُوَ لِلْاِثْمِ وَاِلَّا فَالْفَسَادُ مُنْتَفٍ مُطْلَقًا قَوْلُهٗ فِی الْاَصَحِّ صَحَّحَهُ التُّمُرْتَاشِیُّ وَصَاحِبُ الْبَدَائِعِ وَاخْتَارَهٗ فَخْرُ الْاِسْلَامِ وَرَجَّحَهٗ فِی النِّهَایَةِ وَالْفَتْحِ اَنَّهٗ قَدْرُ مَا یَقَعُ

بَصَرُہٗ عَلَی الْمَاءِ لَوْ صَلّٰی بِخُشُوْعٍ اَیْ رَامِیًا بِبَصَرِہٖ اِلٰی مَوْضِعِ سُجُوْدِہٖ
اھ مختصرًا منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے اَلصَّحِیْحُ مِقْدَارُ مُنْتَھٰی
بَصَرِہٖ وَھُوَ مَوْضِعُ سُجُوْدِہٖ قَالَ اَبُوْنَصْرٍ مِقْدَارُ مَا بَیْنَ الصَّفِّ
الْاَوَّلِ وَبَیْنَ مَقَامِ الْاِمَامِ وَھٰذَا عَیْنُ الْاَوَّلِ وَلٰکِنْ بِعِبَارَۃٍ
اُخْرٰی اَوْفِیْمَا قَرَأْنَا عَلٰی شَیْخِنَا مِنْہَاجِ الْاَئِمَّۃِ رَحِمَہُ اللہُ تَعَالٰی
اِنْ یَّمُرَّ بِحَیْثُ یَقَعُ بَصَرُہٗ وَھُوَ یُصَلِّیْ صَلٰوۃَ الْخَاشِعِیْنَ وَ
ھٰذِہِ الْعِبَادَۃُ اَوْضَحُ علامہ شامی فرماتے ہیں فَانْظُرْ کَیْفَ جَعَلَ
الْکُلَّ قَوْلًا وَّاحِدًا وَّ اِنَّمَا الْاِخْتِلَافُ فِی الْعِبَارَۃِ لَا فِی الْمَعْنٰی
نیز ردّ المحتار میں ہے ۔ قَوْلُہٗ فِیْ بَیْتٍ ظَاھِرُہٗ وَلَوْ کَبِیْرًا وَفِی الْقُھُسْتَانِیْ
وَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّدْخُلَ فِیْہِ اَیْ فِیْ حُکْمِ الْمَسْجِدِ الصَّغِیْرِ الدَّارُ وَ
الْبَیْتُ ۔ رہا یہ کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے ۔ فاضل قہستانی نے لکھا
کہ چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز تکسیر سے کم ہو ۔ فی ردّ المحتار مَسْجِدٌ صَغِیْرٌ
ھُوَ اَقَلُّ مِنْ سِتِّیْنَ ذِرَاعًا وَقِیْلَ مِنْ اَرْبَعِیْنَ وَھُوَ الْمُخْتَارُ
کَمَا اَشَارَ اِلَیْہِ فِی الْجَوَاھِرِ ۔ اقول یہاں گز سے گز مساحت مراد
ہونا چاہئے ۔ لِاَنَّہُ الْاَلْیَقُ بِالْمَمْسُوْحَاتِ کَمَا قَالَ الْاِمَامُ
قَاضِیْ خَانْ فِی الْمَاءِ فَھٰھُنَا ھُوَ الْمُتَعَیَّنُ بِالْاَوْلٰی اور گز مساحت
ہمارے اِس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ۔ ایک گز دو گرہ
اور دو تہائی گرہ ہے کَمَا بَیَّنَّاہُ فِیْ بَعْضِ فَتَاوِیْنَا ۔ تو اُس گز سے

چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چوّن گز سات گرہ اور گرہ کا نواں حصہ ہوا کما لا یخفی علی المحاسب۔ تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چوّن گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی۔ اور ساڑھے چوّن گز مکسر مسجد کبیر۔ یہ ہے وہ کہ انہوں نے لکھا۔ اور علامہ شامی نے انکا اتباع کیا۔ اقول مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گزرا۔ عبارت جواہر الفتاوٰے دربارۂ دار ہے۔ نہ دربارۂ مسجد۔ کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے۔ جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے باقی تمام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں۔ اور اُن میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرورنا جائز۔ کما بیّناہ فی فتاوینا۔ واللہ تعالٰی اعلم ﷺ بحمدن المصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

مسئلہ ۱۷۔ ۲۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں۔ اور ایک شخص نے آکر کہا۔ السلام علیکم۔ اُس کے جواب میں انہوں نے جواب دیا۔ آداب عرض یا تسلیمات۔ یا بندگی۔ یا اُن میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ ماتھے تک اُٹھا دیا۔ اور منہ سے کچھ جواب نہ دیا۔ پس فرض کفایہ اشخاص مذکورہ کے ذمہ سے اس صورت میں اُٹھ گیا۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ﷺ

الجواب۔ نہ۔ اور سب گنہگار رہے۔ جب تک اُن میں کوئی شخص وعلیکم السلام۔ یا وعلیک یا السلام علیکم نہ کہے۔ کہ الفاظ مذکورہ بندگی آداب تسلیمات وغیرہ الفاظ سلام سے نہیں۔ اور صرف ہاتھ اُٹھا دینا کوئی چیز نہیں جب تک اُس کے ساتھ کوئی لفظ سلام نہ ہو۔ ردّ المحتار میں ظہیریہ سے ہے لفظ السلام فی المواضع کلھا السلام

عَلَیْکُمْ بِالتَّنْوِیْنِ وَبِدُوْنِ ھٰذَیْنِ کَمَا یَقُوْلُ الْجُھَّالُ لَا یَکُوْنُ
سَلَامًا اھ اقول فَلَا یَکُوْنُ جَوَابًا لِاَنَّ جَوَابَ السَّلَامِ لَیْسَ
اِلَّا بِالسَّلَامِ اَمَّا وَحْدَہٗ اَوْ بِزِیَادَۃِ الرَّحْمَۃِ وَالْبَرَکَاتِ لِقَوْلِہٖ
تَعَالٰی اِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا
وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ مَا اخْتَرَعُوْا مِنَ الْاَلْفَاظِ اَوِ الْاِجْتِزَاءِ بِالْاِیْمَاءِ
اِمَّا اَنْ یَکُوْنَ تَحِیَّۃً اَوْ لَا عَلَی الثَّانِیْ عَدَمُ بَرَاءَۃِ الذِّمَّۃِ ظَاھِرٌ
لِاَنَّ الْمَامُوْرَ بِہِ التَّحِیَّۃُ وَعَلَی الْاَوَّلِ لَیْسَ عَیْنَ السَّلَامِ وَ
ھُوَ ظَاھِرٌ وَلَا اَحْسَنَ مِنْہُ فَاِنَّ الْمُخْتَرَعَ لَا یُمْکِنُ اَنْ یَکُوْنَ
اَحْسَنَ مِنَ الْمَوَارِدِ فَخَرَجَ عَنْ کِلَا الْوَجْھَیْنِ وَبَقِیَ الْوَاجِبُ
اَلْکِفَائِیُّ عَلٰی کُلٍّ عَیْنٍ مرقاۃ شریف میں ہے قَدْ صَحَّ بِالْاَحَادِیْثِ الْمُتَوَاتِرَۃِ
مَعْنًی اَنَّ السَّلَامَ بِاللَّفْظِ سُنَّۃٌ وَجَوَابُہٗ وَاجِبٌ کَذٰلِکَ
حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَیْسَ مِنَّا
مَنْ تَشَبَّہَ بِغَیْرِنَا لَا تَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰی
فَاِنَّ تَسْلِیْمَ الْیَھُوْدِ الْاِشَارَۃُ بِالْاَصَابِعِ وَتَسْلِیْمَ النَّصَارٰی
الْاِشَارَۃُ بِالْاَکُفِّ۔ ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے غیروں کی شکل
بنے۔ نہ یہود سے مشابہت پیدا کرو۔ نہ نصارٰی سے۔ کہ یہود کا سلام انگلی
سے اشارہ ہے۔ اور نصارٰی کا سلام ہتھیلی سے اشارہ۔ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ
عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَقَالَ اِسْنَادُہٗ ضَعِیْفٌ

قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْقَارِیُّ لَعَلَّ وَجْھَہٗ اَنَّہٗ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ
اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ وَقَدْ تَقَدَّمَ الْخِلَافُ فِیْہِ وَاَنَّ الْمُعْتَمَدَ اَنَّ
سَنَدَہٗ حَسَنٌ لَاسِیَّمَا وَقَدْ اَسْنَدَہُ السُّیُوْطِیُّ فِی الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ
اِلٰی ابْنِ عَمْرٍو فَارْتَفَعَ النِّزَاعُ وَزَالَ الْاِشْکَالُ اھ اَقُوْلُ رَحِمَ اللّٰہُ
مَوْلَانَا الْقَارِیَّ اِنَّمَا اَحَالَہُ الْاِمَامُ السُّیُوْطِیُّ عَلٰی ت یَعْنِی التِّرْمِذِیَّ
فَیَضُمُّ یَرْتَفِعُ النِّزَاعُ وَیَزُوْلُ الْاِشْکَالُ ثُمَّ لَیْسَ تَضْعِیْفُ التِّرْمِذِیِّ
لِنَاطِقٍ فَاِنَّ الْجُمْھُوْرَ وَمِنْھُمُ التِّرْمِذِیُّ عَلَی الْاِحْتِجَاجِ بِعَمْرِو
بْنِ شُعَیْبٍ وَبِرِوَایَۃٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ بَلِ الْوَجْہُ اَنَّہٗ مِنْ رِوَایَۃِ
ابْنِ لَھِیْعَۃَ اَنَّہٗ یَقُوْلُ التِّرْمِذِیُّ حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ ابْنُ لَھِیْعَۃَ عَنْ
عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ
تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَکَرَہٗ قَالَ التِّرْمِذِیُّ ھٰذَا حَدِیْثٌ
اِسْنَادُہٗ ضَعِیْفٌ وَرَوَی ابْنُ الْمُبَارَکِ ھٰذَا الْحَدِیْثَ عَنِ ابْنِ
لَھِیْعَۃَ فَلَمْ یَرْفَعْہُ اھ وَقَدْ قَالَ فِیْ کِتَابِ النِّکَاحِ بَابُ مَاجَاءَ
فِیْ مَنْ یَتَزَوَّجُ الْمَرْاَۃَ ثُمَّ یُطَلِّقُھَا قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بِھَا الْحَدِیْثِ
رَوَاہُ بِعَیْنِ السَّنَدِ ھٰذَا حَدِیْثٌ لَایَصِحُّ ابْنُ لَھِیْعَۃَ یُضَعَّفُ
فِی الْحَدِیْثِ اھ مُخْتَصَرًا وَکَذَا ضَعَّفَہٗ فِیْ غَیْرِ ھٰذَا الْمَحَلِّ فَاِلَیْہِ
یُشِیْرُ ھٰھُنَا نَعَمِ الْاَظْھَرُ عِنْدِیْ اَنَّ حَدِیْثَ ابْنِ لَھِیْعَۃَ لَایَنْزِلُ
عَنِ الْحَسَنِ وَقَدْ صَرَّحَ الْمُنَاوِیُّ فِی التَّیْسِیْرِ اَنَّ حَدِیْثَہٗ حَسَنٌ

ہاں لفظ سلام کے ساتھ ہاتھ کا اشارہ بھی ہو۔ تو مضایقہ نہیں اَخْرَجَ التِّرْمِذِیُّ
قَالَ حَدَّثَنَا سُوَیْدٌ نَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الْمُبَارَکِ نَا عَبْدُ الْحَمِیْدِ بْنُ بَھْرَامَ
اَنَّہٗ سَمِعَ شَھْرَ بْنَ حَوْشَبٍ یَقُوْلُ سَمِعْتُ اَسْمَاءَ بِنْتَ یَزِیْدَ تُحَدِّثُ
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِی الْمَسْجِدِ یَوْمًا
وَعُصْبَۃٌ مِّنَ النِّسَاءِ قُعُوْدٌ فَاَلْوٰی بِیَدِہٖ بِالتَّسْلِیْمِ وَاَشَارَ
عَبْدُ الْحَمِیْدِ بِیَدِہٖ ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ الخ قَالَ الْاِمَامُ النَّوَوِیُّ
وَھُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَعَ بَیْنَ
اللَّفْظِ وَالْاِشَارَۃِ وَیَدُلُّ عَلٰی ھٰذَا اَنَّ اَبَا دَاوٗدَ رَوٰی ھٰذَا الْحَدِیْثَ
وَقَالَ فِیْ رِوَایَۃٍ فَسَلَّمَ عَلَیْنَا اھ قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْقَارِیْ بَعْدَ
نَقْلِہٖ قُلْتُ عَلٰی تَقْدِیْرِ عَدَمِ تَلَفُّظِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
بِالسَّلَامِ لَا مَحْذُوْرَ فِیْہِ لِاَنَّہٗ مَا شُرِعَ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ مَرَّ عَلٰی
جَمَاعَۃٍ مِّنَ النِّسْوَانِ وَاَنَّ مَا مَرَّ عَنْہُ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
مِمَّا تَقَدَّمَ مِنْ اِسْلَامِ الْمُصَرَّحِ فَھُوَ مِنْ خُصُوْصِیَّاتِہٖ عَلَیْہِ
الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَلَہٗ اَنْ یُّسَلِّمَ اِنْ لَّا یُسَلِّمَ وَاَنْ یُّشِیْرَ
وَلَا یُشِیْرَ عَلٰی اَنَّہٗ قَدْ یُرَادُ بِالْاِشَارَۃِ مُجَرَّدُ التَّوَاضُعِ مِنْ غَیْرِ
قَصْدِ السَّلَامِ الخ اَقُوْلُ مبنی کلہ عَلٰی اَنَّہٗ لَمْ یُرِدِ السَّلَامَ
وَلَا یظھر فرق بَیْنَ مَا ذَکَرَ اَوَّلًا وَمَا زَادَ فِی الْعِلَاوَۃِ سوی انہ ذکر
فِیْھَا لِلْاِشَارَۃِ مَحْمَلًا وَھُوَ التَّوَاضُعُ وَھٰذِہٖ لَا شَاھِدَ لَہٗ الْوَاقِعَۃ

سَیِّدَتُنَا اَسْمَاءُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا شَاھِدَۃٌ بِاَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِنْ لَمْ یُحْمَلْ عَلَی التَّلَفُّظِ لَزِمَ اَنْ تَکُوْنَ نَفْسُ الْاِشَارَۃِ تَسْلِیْمًا وَھُوَ مَعْلُوْمُ الْاِنْتِفَاءِ مِنَ الشَّارِعِ فَوَجَبَ الْحَمْلُ عَلَی الْجَمْعِ تَاَمَّلْ لَعَلَّ لِکَلَامِہٖ مَحْمَلًا لَسْتُ اُحَصِّلُہٗ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۱۸ - ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری - بعالی خدمت امام اہلسنت مجدد دین وملت معروض کہ آج میں جس وقت آپ سے رخصت ہوا اور واسطے نماز مغرب کے مسجد میں گیا - بعد نماز مغرب کے ایک میرے دوست نے کہا - چلو ایک جگہ عُرس ہے - مَیں چلا گیا - وہاں جاکر کیا دیکھتا ہوں - کہ بہت سے لوگ جمع ہیں - اور قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے - کہ ایک ڈھول دو سارنگی بج رہی ہیں - اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں اشعار کہہ رہے ہیں - اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں - اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں - یہ بلجے شریعت میں قطعی حرام ہیں - کیا اس فعل سے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوتے ہونگے - اور یہ حاضرین جلسہ گنہگار ہوئے - یا نہیں - اور ایسی قوالی جائز ہے - یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے - تو کس طرح کی؟

الجواب - ایسی قوالی حرام ہے - حاضرین سب گنہگار ہیں - اور ان سب کا گناہ ایسا عُرس کرنیوالوں اور قوالوں پر ہے - اور قوالوں کا بھی گناہ اس عُرس

کرنے والے پر بغیر اسکے کہ عُرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے۔ یا اُس کے اور قوالوں کے ذمّہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو نہیں۔ بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ الگ۔ اور قوالوں کے برابر جُدا۔ اور سب حاضرین کے برابر علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عُرس کرنے والے نے بُلایا۔ اُن کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا۔ اور قوالوں نے اُسے سُنایا اگر وہ سامان نہ کرتا۔ یہ ڈھول سارنگی نہ سُناتے۔ تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے۔ اِسلئے ان سب کا گناہ اُن دونوں پر ہُوا۔ پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وُہ عُرس کرنے والا ہُوا۔ وُہ نہ کرتا۔ نہ بُلاتا۔ تو یہ کیونکر آتے بجاتے۔ لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اُس بُلانے والے پر ہُوا۔ کَمَا قَالُوْا فِیْ مَسَائِلِ قوی ذی مرۃ سوی اَنَّ الْاٰخِذَ وَ الْمُعْطِیْ اٰثِمَانِ لِاَنَّھُمْ لَوْ لَمْ یُعْطُوْا لَمَا فَعَلُوْا اِنْ کَانَ الْعَطَاءُ ھُوَ الْبَاعِثُ لَھُمْ عَلَی الْاِسْتِرْسَالِ فِی التَّکَدِّیْ وَالسُّوَالِ وَھٰذَا کُلُّہٗ ظَاھِرٌ عَلٰی مَنْ عَرَفَ الْقَوَاعِدَ الْکَرِیْمَۃَ الشَّرْعِیَّۃَ وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ رسولُ اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَۃٍ کَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلَ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِھِمْ شَیْئًا۔ جو شخص کسی امرِ ہدایت کی طرف بُلائے۔ جتنے اِسکا اتباع کریں۔ اُن سب

کے برابر ثواب پائے۔ اور اس سے اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے۔ اور جو شخص کسی امر ضلالت کی طرف بُلائے۔ جتنے اُس کے بُلانے پر چلیں۔ اُن سب کے برابر اُس پر گناہ ہو۔ اور اس سے اُن کے گناہوں میں کچھ تخفیف راہ نہ پائے۔ رَوَاہُ الْاَئِمَّۃُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَالْاَرْبَعَۃُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ٭ باجوں کی حرمت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف ہے۔ کہ حضور سید عالم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَیَکُوْنَنَّ فِیْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ۔ ضرور میری اُمت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں۔ جو حلال ٹھیرائینگے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔ حدیث صحیح جلیل مُتَّصِلٌ وَقَدْ اَخْرَجَہٗ اَیْضًا اَحْمَدُ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَ ابْنُ مَاجَۃَ وَالْاِسْمٰعِیْلِیُّ وَاَبُوْنُعَیْمٍ بِاَسَانِیْدَ صَحِیْحَۃٍ لَا مَطْعَنَ فِیْھَا وَصَحَّحَہٗ جَمَاعَۃٌ اٰخَرُوْنَ مِنَ الْاَئِمَّۃِ کَمَا قَالَہٗ بَعْضُ الْحُفَّاظِ قَالَہُ الْاِمَامُ ابْنُ حَجَرٍ فِیْ کَفِّ الرِّعَاعِ۔ بعض جُہال بدمست۔ یا نیم مُلّا شہوت پرست۔ یا جھوٹے صوفی بادبدست۔ کہ احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے۔ یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش کرتے ہیں۔ انہیں اتنی عقل نہیں۔ یا قصداً بے عقل بنتے ہیں۔ کہ صحیح کے سامنے ضعیف۔ متعین کے آگے محتمل۔ محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے۔ پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل پھر کجا محرم کجا مبیح ہر طرح یہی واجب العمل۔ اسی کو ترجیح۔ مگر ہوس پرستی کا علاج کس کے پاس ہے۔ کاش گناہ کرتے اور گناہ جانتے۔ اقرار لاتے۔ یہ ڈھٹائی اور بھی سخت ہے۔ کہ ہوس

بھی پائیں۔ اور الزام بھی ٹالیں۔ اپنے لئے حرام کو حلال بنالیں۔ پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ معاذ اللہ اُس کی تہمت محبوبانِ خدا اکابر سلسلۂ عالیہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں۔ نہ خدا سے خوف۔ نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔ حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سیدی ومولائی نظام الحق والدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم وعنا بہم فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں۔ مزامیر حرام است۔ مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکم احکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ کشف القناع عن اصول السماع تحریر فرمایا۔ اُس میں صاف ارشاد فرمادیا۔ کہ أَمَّا سَمَاعُ مَشَائِخِنَا رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ فَبَرِيٌّ عَنْ هٰذِهِ التُّهْمَةِ وَهُوَ مُجَرَّدُ صَوْتِ الْقَوَّالِ مَعَ الْأَشْعَارِ الْمُشْعِرَةِ مِنْ كَمَالِ صَنْعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اِس مزامیر کے بہتان سے بری ہے۔ وہ صرف قوال کی آواز ہے۔ اُن اشعار کے ساتھ جو کمالِ صنعتِ الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔ للہ انصاف! اس امام جلیل خاندان عالی چشت کا یہ ارشاد مقبول ہوگا۔ یا آجکل مدعیانِ خام کار کی تہمت بے بنیاد ظاہرۃ الفساد لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور پُر نور شیخ العالم فرید الحق والدین گنج شکر وخلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کتاب مستطاب سیر الاولیاء میں فرماتے ہیں "حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز فرمود کہ چند ایں چیزے باید۔ تا سماع مباح شود مسمع ومستمع ومسموع وآلۂ سماع مسمع یعنی گویند

مرد تمام باشد - کودک نباشد - و عورت نباشد - مستمع آنکہ می شنود - از یادِ حق خالی نباشد - و مسموع آنچہ بگوئیند فحش و مسخری نباشد - و آلہ سماع مزامیر است چوں چنگ و رباب و مثلِ آں مے باید - کہ درمیان نباشد - ایں چنیں سماع حلال است) مسلمانو! یہ فتویٰ ہے سرور و سردار سلسلۂ عالیہ چشت حضرت سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا - کیا اس کے بعد بھی ہفتریوں کو منّہ دکھانے کی گنجائش ہے - نیز سیر الاولیاء شریف میں ہے - " یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرض داشت - کہ دریں روزہا بعضے از درویشان آستانہ دار در مجمعے کہ چنگ و رباب و مزامیر بود رقص کردند - فرمود - نیکو نکردہ اند - آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است - بعد ازاں یکے گفت - چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند - بایشاں گفتند - کہ شما چہ کردید - دراں جمع مزامیر بود سماع چگونہ شنیدید؟ و رقص کردید - ایشاں جواب دادند - کہ ما چناں مستغرقِ سماع بودیم - کہ ندانستیم کہ اینجا مزامیر است یا نہ - حضرت سلطان المشائخ فرمود - ایں جواب ہم چیزے نیست - ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید - " مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے - کہ مزامیر ناجائز ہے - اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی - کیا مسکت جواب عطا فرمایا - کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے - شراب پئے - اور کہدے - شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی - کہ شراب ہے یا پانی - زنا کرے - اور کہدے غلبۂ حال کے باعث ہمیں تمیز نہ ہوئی - کہ جورو ہے - یا بیگانی - اسی میں ہے - " حضرت سلطان المشائخ فرمود - من منع کردہ ام - کہ مزامیر و محرمات درمیان نباشد - و دریں باب بسیار غلو کردتا بحدیکہ گفت اگر امام

را سہو گفتند۔ مرد تسبیح اعلام کند و زن سبحان اللہ نگوید۔ زیرا کہ نہ شاید
آواز آں شنودن پس پشت دست بر کف دست زند۔ وکف دست
بر کف دست نزند۔ کہ آں بلہو میماند۔ تا ایں غایت از ملاہی و امثال آں
پرہیز آمدہ است پس در سماع بطریق اولےٰ کہ ازیں بابت نباشد۔ یعنی
در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است۔ پس در سماع بطریق اولےٰ
منع است"۔ اھ باختصار۔ مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط
فرمائیں۔ کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں۔ وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی
تہمت للہ انصاف کیسا خبط بے ربط ہے۔ اللہ تعالےٰ اتباع شیطان
سے بچائے۔ اور ان سچے محبوبان خدا کا سچا اتباع عطا فرمائے۔ آمین
الٰہ الحق آمین بجاہہم عندک آمین۔ والحمد للہ رب العالمین۔ کلام یہاں
طویل ہے۔ اور انصاف دوست کو اسیقدر کافی ہے۔ واللہ الہادی واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۱۹ - ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں
علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چومنا ناخنوں کا
وقت لینے نام پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے
جیسے کہ اذان یا خطبہ میں جس وقت نام پاک آنحضرت کا آتا
ہے۔ چومتے ہیں۔ از روئے شرع جائز ہے۔ یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب - اذان میں نام اقدس حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ
تعالےٰ علیہ وسلم سنکر ناخن چوم کر آنکھوں سے لگانے کو علماء نے
مستحب فرمایا۔ ردالمحتار میں ہے:۔ یُسْتَحَبُّ اَنْ یُّقَالَ عِنْدَ
سَمَاعِ الْاُوْلٰی مِنَ الشَّہَادَۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعِنْدَ الثَّانِیَۃِ مِنْھَا قُرَّتْ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
ثُمَّ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَیِ
الْاِبْھَامَیْنِ عَلَی الْعَیْنَیْنِ فَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ یَکُوْنُ قَائِدًا لَّہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ کَذَا فِیْ کَنْزِ الْعِبَادِ اھ
قہستانی وَنَحْوُہٗ فِی الْفَتَاوَی الصُّوْفِیَّۃِ یعنی مستحب ہے
کہ جب اذان میں پہلی بار اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ سُنے
تو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے۔ اور جب دوسری بار سُنے
تو قُرَّتْ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یعنی میری آنکھ حضور سے ٹھنڈی
ہوئی یارسول اللہ پھر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔
الٰہی! مجھے شنوائی اور بینائی سے بہرہ مند فرما۔ اور یہ کہنا انگوٹھوں کے
ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو۔ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی
رکاب اقدس میں اُسے جنت لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد
میں ہے۔ یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے۔ اور اسی کی مانند
فتاوائے صوفیہ میں ہے +

فقیر نے اِس مسئلہ میں ایک مبسوط کتاب منیر العینین فی حکم تقبیل
الابہامین لکھی ہے جس نے مانعین کے تمام شبہات بحمد اللہ تعالےٰ
دفع کئے۔ اور علوم حدیث کے متعلق بکثرت افادے دیئے۔ مگر خطبے میں نہ چاہئے
کہ وہاں محض خاموشی کا حکم ہے۔ کما بیناہ
فی فتاونا۔ واللہ سبحنہٗ وتعالےٰ
اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمد المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۰ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین - اس مسئلہ میں کہ چراغ جلانا مزارات اولیائے کرام پر - اور روشنی کرنا بزرگانِ دین کی قبور پر جائز ہے یا نہیں ؟ اور چادریں چڑھانا بزرگوں کی زیارتوں پر مع باجہ کے جیسا کہ آجکل فی زمانہ دستور ہے - کہ ہر جمعرات کو چراغ جلاتے ہیں - چادریں رنگین سبز سُرخ معہ باجہ کے لاتے اور چڑھاتے ہیں - اور جو اشیاء کہ شیرینی یا چاول وغیرہ لاتے ہیں - اُن کی قبروں پر رکھ کر فاتحہ دیتے ہیں - پس یہ از روئے قرآن وحدیث درست ہے یا نہیں - بیّنوا توجروا ؛

الجواب - اقول وباللہ التوفیق - اصل یہ ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے - رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ - اور جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو - وہ عبث ہے - اور عبث خود مکروہ ہے - اس میں مال صرف کرنا اسراف ہے - اور اسراف حرام ہے - قال اللہ تعالےٰ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ - اور مسلمانوں کو نفع پہنچانا بلاشبہ محبوبِ شارع ہے - رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں - مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یَّنْفَعَ اَخَاہُ فَلْیَنْفَعْہُ - تم میں جس سے ہو سکے - کہ اپنے بھائی مسلمان کو نفع پہنچائے - تو ضرور پہنچائے - رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا اور معظماتِ دینی کی تعظیم قطعًا مطلوب ہے - قال اللہ تعالےٰ - وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّہَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ - جو خدائے تعالےٰ کے شعاروں کی کی تعظیم کرے - تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہیں - وقال اللہ تعالےٰ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰہِ فَہُوَ خَیْرٌ لَّہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ جو اللہ تعالےٰ

کی حرمتوں کی تعظیم کرے۔ تو اس کے لئے یہ بہتر ہے اس کے رب کے پاس
اور قبور اولیائے کرام و عباد اللہ الصالحین بلکہ عام مقابر مومنین ضرور مستحق
ادب و تکریم ہیں۔ ولہٰذا اُن پر بیٹھنا ممنوع۔ چلنا ممنوع۔ پاؤں رکھنا ممنوع
یہاں تک کہ اُن سے تکیہ لگانا ممنوع۔ امام احمد و حاکم و طبرانی مسند و مستدرک
کبیر میں عمارہ بن خرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسندِ حسن راوی رَاٰنِیْ
رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَالِسًا عَلٰی
قَبْرٍ فَقَالَ یَا صَاحِبَ الْقَبْرِ اَنْزِلْ مِنَ الْقَبْرِ لَا تُؤْذِیْ
صَاحِبَ الْقَبْرِ وَلَا یُؤْذِیْکَ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا۔ فرمایا۔ او قبر والے! قبر پر سے اُتر آ۔ نہ
تُو صاحبِ قبر کو ایذا دے۔ نہ وہ تجھے ۔ امام احمد کی روائت یُوں ہے:۔
رَاٰنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُتَّکِئًا عَلٰی
قَبْرٍ فَقَالَ لَا تُؤْذِ صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ اَوْ لَا تُؤْذِہٖ مجھے رسول
اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبر پر تکیہ لگائے دیکھا۔ فرمایا۔ اِس قبر والے کو
ایذا نہ دے یا فرمایا۔ اِسے نہ ستا ۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے
ہیں۔ لَاَنْ اَمْشِیَ عَلٰی جَمْرَۃٍ اَوْ سَیْفٍ اَوْ اَخْصِفَ نَعْلِیْ بِرِجْلِیْ
اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَمْشِیَ عَلٰی قَبْرِ مُسْلِمٍ یہ کہ میں آگ یا تلوار پر چلوں۔
یا اپنا جوتہ اپنے پاؤں سے گانٹھوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان
کی قبر پر چلوں۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی
عَنْہُ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ۔ یہ پانچ اصولِ شرعیہ ہیں مسائل مسؤلہ کی صُور مختلفہ

کے احکام انہیں اصول پر مبنی ہیں۔ قبر پر چراغ جلانے سے اگر اسکے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا۔ تو مطلقاً ممنوع ہے۔ اور اولیائے کرام کے مزارات میں اور زیادہ ناجائز ہے۔ کہ اس میں بے ادبی گستاخی اور حقِ میت میں تصرف و دست اندازی ہے۔ قنیہ وغیرہا میں امام علاتر جانی سے ہے۔ یَاْثَمُ بِوَطْئِ الْقُبُوْرِ لِاَنَّ سَقْفَ الْقَبْرِ حَقُّ الْمَیِّتِ۔ حدیث وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ کی حقیقت یہی ہے علی القبر کے حقیقی معنی یہی ہیں۔ کہ خاص قبر پر ہو۔ ولہذا کنارِ قبر میں مسجد بنانا ہرگز ممنوع نہیں۔ بلکہ مزار بندہ صالح سے متبرک مقصود ہو۔ تو محمود ہے۔ مجمع بحار الانوار میں ہے۔ مَنِ اتَّخَذَ مَسْجِدًا فِیْ جِوَارِ صَالِحٍ اَوْ صَلّٰی فِیْ مَقْبَرَةٍ قَاصِدًا بِهِ الْاِسْتِظْهَارَ بِرُوْحِهٖ اَوْ وُصُوْلَ اَثَرٍ مِنْ اَثَرِهٖ اِلَیْهِ لَا التَّوَجُّهَ نَحْوَهٗ وَالتَّعْظِیْمُ لَهٗ فَلَا حَرَجَ فِیْهِ اَلَا یُرٰی اَنَّ مَرْقَدَ اِسْمٰعِیْلَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِی الْحِجْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالصَّلٰوةُ فِیْهِ اَفْضَلُ ۔ یعنی جو کسی نیک بندے کے قرب مزار میں مسجد بنائے۔ یا مقبرہ میں اس ارادہ سے نماز پڑھے۔ کہ میت کی روح سے استمداد کرے۔ یا اپنی عبادت کا اثر برکات اس تک پہنچانا چاہے۔ نہ یہ کہ نماز میں اس کی طرف منہ کرے۔ یا نماز سے اس کی تعظیم کا قصد رکھے۔ تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کیا نہیں دیکھتے۔ کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک خود مسجد الحرام شریف میں حطیم مبارک ہے۔ پھر اس میں نماز تمام مساجد

سے افضل ہے - یہ اس تقدیر پر ہے کہ حدیثِ مذکور کی صحت مان لیجائے وَالاخفیر بِأَذَامٍ ضَعِیْفٍ وَاِنْ حَسَّنَهُ التِّرْمِذِیُّ فَقَدْ عُرِفَ رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالتَّسَاهُلِ فِیْهِ کَمَا بَیَّنَّاهُ فِیْ مَدَارِجِ طَبَقَاتِ الْحَدِیْثِ - اور اگر قبر سے جدا روشن کریں - اور وہاں نہ کوئی مسجد ہے - نہ کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے لئے بیٹھا ہے - نہ وہ قبر سرِ راہ واقع ہے - نہ کسی معظم ولی اللہ یا عالم دین کا مزار ہے - غرض کسی منفعت و مصلحت کی اُمید نہیں - تو ایسا چراغ جلانا ممنوع ہے - کہ جب مطلقاً فائدے سے خالی ہُوا اسراف ہُوا - اور بحکم اصل دوم ناجائز ٹھیرا - خصوصاً جب کہ اُس کے یہ جاہلانہ زعم ہو - کہ میّت کو اس چراغ سے روشنی پہنچے گی - ورنہ اندھیرے میں رہے گا - کہ اب اسراف کے ساتھ اعتقاد بھی فاسد ہو - والعیاذ باللہ تعالٰے - اور اگر وہاں مسجد ہے - یا تالیانِ قرآن یا ذاکرانِ رحمٰن کے لئے روشن کریں - یا قبر سرِ راہ ہو - اور نیّت یہ کی جائے - کہ گذرنے والے دیکھیں - سلام و ایصالِ ثواب سے خود بھی نفع پائیں - اور میّت کو بھی فائدہ پہنچائیں - یا وہ مزار ولی یا عالمِ دین کا ہی روشنی سے نگاہ عوام میں اُس کا ادب و اجلال پیدا کرنا مقصود ہے - تو ہرگز ممنوع نہیں - بلکہ بحکم چار اصولِ باقیہ مذکورہ مستحب و مندوب ہی بشرطیکہ حدِ افراط پر نہ ہو - مجمع البحار میں ہے - اِنْ کَانَ ثَمَّ مَسْجِدٌ اَوْ غَیْرُہٗ یَنْتَفِعُ فِیْهِ لِلتِّلَاوَةِ وَالذِّکْرِ فَلَا بَأْسَ بِالسِّرَاجِ فِیْهِ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہ

القدسی حدیقۂ ندیہ میں فرماتے ہیں :: ھٰذَا کُلُّہٗ اِذَا خَلَا مِنْ فَائِدَۃٍ وَ اَمَّا اِذَا کَانَ مَوْضِعُ الْقُبُوْرِ مَسْجِدًا اَوْ عَلٰی طَرِیْقٍ اَوْ کَانَ ھُنَاکَ اَحَدٌ جَالِسٌ اَوْ کَانَ قَبْرَ وَلِیٍّ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ اَوْ عَالِمٍ مِنَ الْمُحَقِّقِیْنَ تَعْظِیْمًا لِرُوْحِہِ الْمُشْرِقَۃِ عَلٰی تُرَابِ جَسَدِہٖ کَاِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَی الْاَرْضِ اِعْلَامًا لِلنَّاسِ اَنَّہٗ وَلِیٌّ لِیَتَبَرَّکُوْا بِہٖ وَ یَدْعُوا اللّٰہَ تَعَالٰی عِنْدَہٗ فَیُسْتَجَابُ لَھُمْ فَھُوَ اَمْرٌ جَائِزٌ لَا مَنْعَ مِنْہُ وَ الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یعنی قبور میں شمعیں روشن کرنے کی ممانعت صرف اُس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل خالی ہو۔ ورنہ اگر موضع قبور میں مسجد ہو۔ یا قبر راہ گذر پر ہے۔ یا وہاں کوئی بیٹھا ہے۔ یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے۔ اس کی روح مبارک کہ اُس کی خاکِ بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی ہے۔ جیسے آفتاب زمین پر اُس کی تعظیم کے لئے شمعیں روشن کیں۔ تاکہ لوگ جانیں۔ کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے۔ اُس سے برکت حاصل کریں۔ اور اُس کے پاس اللہ عزوجل سے دُعاء مانگیں۔ کہ اُن کی دُعاء قبول ہو۔ تو یہ جائز بات ہے۔ جس سے اصلاً ممانعت نہیں ہے۔ اور کام نیتوں پر ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسالہ طوالع النور فی حکم السراج علی القبور میں اس مسئلہ کو روشن تر لکھا۔ و باللہ التوفیق۔ اِنہیں اُصول سے مزاراتِ اولیائے کرام پر چادر ڈالنے کا بھی جواز ثابت عوام میں قبور عامۂ مُسلمین کی حُرمت باقی نہ رہی۔ آنکھوں دیکھا ہے۔ کہ بے تکلف ناپاک جُوتے پہنے قبورِ مُسلمین پر دوڑتے پھرتے ہیں۔ اور دِل میں خیال بھی

نہیں آتا۔ کہ یہ کسی عزیز کی خاکِ عزیز زیرِ پا ہے۔ یا کبھی ہمیں بھی یُوں ہی خاک میں سونا ہے۔ اور بارہا دیکھا۔ کہ جُہّال قبروں پر بیٹھ کر جُوا کھیلتے فحش بکتے۔ ٹھٹھے لگاتے ہیں۔ کہ بعض کی یہ جُراَت کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰاجِعُوْنَ ہٰذا دردمندانِ دین نے ادھر مزاراتِ اولیائے کرام کو ان جُرأتوں سے محفوظ رکھنے اُدھر جاہلوں کو اُن کے ساتھ گستاخی کی آفتِ عظیم سے بچانے کے لئے مصلحت و حاجتِ شرعیہ سمجھی کہ مزاراتِ طیبہ عام قبور سے ممتاز رہیں۔ تاکہ عوام کی نظر میں ہیبت و عظمت پیدا ہو۔ اور بیباکانہ برتاؤ کرکے ہلاک میں پڑنے سے باز رہیں۔ اِس سے کم حاجت کے باعث علماء نے مصحف شریف کو سونے وغیرہ سے مزین کرنا مستحسن سمجھا ہے۔ کہ ظاہر میں ایسی ظاہری زینت سے جھکتے ہیں۔ اور غور کیجئے۔ تو پوشش کعبہ معظمہ میں بھی ایک بڑی حکمت یہی ہے۔ تو یہاں کہ نہ فقط قلت تعظیم بلکہ معاذ اللہ اُن شدید بےحرمتیوں کا اندیشہ تھا۔ چادر ڈالنے۔ روشنی کرنے۔ امتیاز دینے۔ قلوبِ عوام وقعت لانے کی سخت حاجت ہوئی۔ اب اِس سے منع کرنے والے یا تو سخت کج فہم و جاہل اور حالتِ زمانہ سے نرے غافل ہیں یا دہی بےادب محروم ہیں جن کے قلوب میں عظمتِ اولیاء سے خار ہے والعیاذ باللہ ربّ العالمین۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے رسالہ مذکورہ میں ان مسائل کو آیۂ کریمہ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ سے استنباط کیا ہے۔ وللہ الحمد سیّدی علّامہ محمد ابن عابدین شامی تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں کشف النور عن اصحاب القبور

تصنیف امام علامہ سیدی نابلسی قدس سرہ ونفعنا اللہ ببرکاتہ سے نقل فرماتے ہیں۔ لٰکِنَّ نَحْنُ الْاٰنَ نَقُوْلُ اِنْ کَانَ الْقَصْدُ بِذٰلِکَ التَّعْظِیْمَ فِیْ اَعْیُنِ الْعَامَۃِ حَتّٰی لَا یَحْقِرُوْا صَاحِبَ ھٰذَا الْقَبْرِ الَّذِیْ وُضِعَتْ عَلَیْہِ الثِّیَابُ وَالْعَمَائِمُ لِجَلْبِ الْخُشُوْعِ وَالْاَدَبِ وَلِقُلُوْبِ الْغَافِلِیْنَ الزَّائِرِیْنَ لِاَنَّ قُلُوْبَھُمْ نَافِرَۃٌ عِنْدَ الْحُضُوْرِ فِی التَّاَدُّبِ بَیْنَ یَدَیْ اَوْلِیَاءِ اللہِ تَعَالٰی الْمَدْفُوْنِیْنَ فِیْ تِلْکَ الْقُبُوْرِ کَمَا ذَکَرْنَا مِنْ حُضُوْرِ رُوْحَانِیَّتِھِمُ الْمُبَارَکَۃِ عِنْدَ قُبُوْرِھِمْ فَھُوَ اَمْرٌ جَائِزٌ لَا یَنْبَغِی النَّھْیُ عَنْہُ لِاَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی یعنی لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیاء کی تعظیم پیدا کرنی ہو۔ تاکہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں مزارِ ولی جان کر اس کی تحقیر سے باز رہیں۔ اور تاکہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع و ادب آئے۔ کہ مزارات اولیاء کے حضور حاضری میں اُن کے دل ادب کے لئے نرم نہیں ہوتے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں۔ تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے۔ جس سے ممانعت نہیں چاہئے۔ اِس لئے کہ اعمال نیتوں پر ہیں۔ اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔ چادروں کے سبز

وسُرخ ہونے میں بھی حرج نہیں۔ بلکہ ریشمین ہونا بھی روا۔ کہ وہ پہننا نہیں ہے۔ البتہ بلاجے ناجائز ہیں۔ اور جب چادر موجود ہو۔ اور وہ ہنوز پرانی یا خراب نہ ہوئی۔ کہ بدلنے کی حاجت ہو۔ تو بیکار چادر چڑھانا فضول ہے۔ بلکہ جو دام اِس میں صرف کریں۔ ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔ ہاں جہاں معمول ہو۔ کہ چڑھائی ہوئی چادر جب حاجت سے زائد ہو۔ خدّام مساکین حاجت مند لے لیتے ہیں۔ اور اس نیت سے ڈالے۔ تو مضائقہ نہیں۔ کہ یہ بھی تصدق ہوگیا۔ فاتحہ کا کھانا قبروں پر رکھنا تو ویسا ہی منع ہے جیسا چراغ قبر پر رکھ کر جلانا اور اگر قبر سے جدا رکھیں تو حرج نہیں ہے کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ سبحانہ وتعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱ - ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں۔ کہ بعض شخص اِس طرح نام رکھتے ہیں:۔ تاج الدین۔ محی الدین۔ نظام الدین۔ علی جان۔ نبی جان۔ محمد جان۔ محمد نبی۔ احمد نبی۔ محمد یٰسین۔ محمد طٰہٰ۔ غفور الدین۔ غلام علی۔ غلام حسین۔ غلام غوث۔ غلام جیلانی۔ ہدایت علی۔ پس اس طرح کے نام رکھنا جائز ہیں یا نہیں؟ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوے میں ہدایت علی نام رکھنا ناجائز بتایا ہے۔ اِس میں حق کیا ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب - محمد نبی۔ احمد نبی۔ نبی احمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم

پر بیشمار درود ہیں۔ یہ الفاظِ کریمہ حضور ہی پر صادق اور حضور ہی کو زیبا ہیں۔ افضل صلواتُ اللہ و اجلّ تسلیمات اللہ علیہ وعلیٰ آلہ۔
دُوسرے کے یہ نام رکھنا حرام ہیں۔ کہ اِن میں حقیقۃً ادّعائے نبوّت نہ ہونا مسلّم۔ ورنہ خالص کُفر ہوتا۔ مگر صورتِ ادّعا ضرور ہے۔ اور وہ بھی یقیناً حرام و محظور ہے۔ اور یہ زعم کہ اعلام معنیِ اول ملحوظ نہیں ہوتے۔ نہ شرعاً مسلّم۔ نہ عُرفاً مقبول۔ معنیِ اوّل مراد نہ ہونے میں شک نہیں۔ مگر نظر سے محض ساقط ہونا بھی غلط ہے۔ احادیث صحیحہ کثیرہ سے ثابت کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بکثرت اسماء جن کے معنے اصلی کے لحاظ سے کوئی برائی نکلتی تبدیل فرما دیے۔
جامع ترمذی میں اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہے اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُغَیِّرُ الْاِسْمَ الْقَبِیْحَ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی۔ کہ بُرے نام کو بدل دیتے۔ سُنن ابوداؤد میں ہے۔ نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عاصی و عزیز و عتلہ و شیطان و حکم و غراب و حباب و شہاب نام تبدیل فرما دیے۔ قَالَ تَرَکْتُ اَسَانِیْدَھَا لِلْاِخْتِصَارِ۔ احرم کا نام بدل کر زرعہ رکھا۔ رَوَاہُ عَنْ اُسَامَۃَ بْنِ اخدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ عاصیہ کا نام جمیلہ رکھا۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا۔ برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا۔ لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمُ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِاَھْلِ الْبِرِّ مِنْکُمْ اپنی جانوں کو آپ اچھا نہ بتاؤ۔ خدائے تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ کہ تم میں نکوکار کون ہے۔ (برہ کے معنے تھے زنِ نیکوکار۔ اسے خودستائی

بتا کر تبدیل فرمایا) رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ۔ اور ارشاد فرماتے ہیں صلے اللہ تعالے علیہ وسلم ۔ اِنَّکُمْ تُدْعَوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِاَسْمَائِکُمْ وَاَسْمَاءِ اٰبَائِکُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَاءَکُمْ ۔ بیشک تم روز قیامت اپنے اور اپنے والدوں کے نام سے پکارے جاؤگے ۔ تو اپنے نام اچھے رکھو ۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَاَبُوْدَاؤدَ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِسَنَدٍ جَیِّدٍ ۔ اگر اصلی معنی بالکل ساقط النظر ہیں ۔ تو فلاں نام اچھا ۔ فلاں بُرا ہونے کے کیا معنے ۔ اور تبدیل کی کیا وجہ ۔ اور خودستائی کہاں مسمّیٰ پر دلالت کرنے میں سب یکساں ۔ معہذا انہیں لوگوں سے پوچھ دیکھئے ۔ کیا اپنی اولاد کا نام شیطان ملعون رافضی خبیث خوک وغیرہ رکھنا گوارہ کریں گے ۔ ہرگز نہیں ۔ تو قطعاً معنی اصلی کی طرف لحاظ باقی ہے پھر کس منہ سے اپنے آپ اور اپنی اولاد کو نبی کہتے کہلواتے ہیں کیا کوئی مسلمان اپنا یا اپنے بیٹے کا رسول اللہ خاتم النبیین یا سید المرسلین نام رکھنا روا رکھے گا ؟ حاشا وکلّا ۔ پھر محمد نبی ۔ احمد نبی ۔ نبی احمد کیونکر روا ہوگیا ۔ یہاں تک کہ بعض خدا ناترسوں کا نام نبی اللہ سُنا ہے ۔ ولاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم ۔ کیا رسالت وختم نبوت کا ادّعا حرام ہے ۔ اور نری نبوت کا حلال مسلمانوں پر لازم ۔ کہ ایسے ناموں کو تبدیل کردیں ؎

ہیچ پسند دخردجائی فروز ۔ تاجِ شہے برسرِ کفش دوز

عجب نہیں ۔ کہ ایسی علیل تاویل ذلیل کا تخییل والے شدہ شدہ

اللہ یا الٰہ العٰلمین نام رکھنے لگیں۔ کہ آخر علم میں اصلی معنی تو ملحوظ نہیں۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ یُوں ہی نبی جان نام رکھنا نا مناسب ہے۔ اگر جان ایک کلمۂ جداگانہ بنظرِ محبت زیادہ کیا ہؤا جانیں۔ جیسا کہ غالب یہی ہے جب تو ظاہر کہ ظاہر ادعائے نبوت ہے۔ اور اگر ترکیب مقلوب سمجھیں یعنی جان نبی۔ تو یہ تزکیہ و خودستائی میں بڑھ سے ہزار درجہ زائد ہؤا۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا۔ یہ کیونکر پسند ہو سکتا ہے۔ یہاں تبدیل میں کچھ بہت حرج بھی نہیں۔ ایک ہ بڑھانے میں گناہ سے بچ جائے گا۔ اور اچھا خاصہ جائز نام پائے گا۔ محمد نبیہ۔ احمد نبیہ۔ نبیہ احمد۔ نبیہ جان جان کہا اور لکھا کیجئے۔ نبیہ بمعنی بیدار و ہوشیار ہے۔ یوں ہی یٰسٓ و طٰہٰ نام رکھنا منع ہے۔ کہ وہ اسماء الٰہیہ و اسماءِ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایسے نام ہیں جن کے معنے معلوم نہیں۔ کیا عجب کہ ان کے معنے ہوں جو غیر خدا و رسول میں صادق نہ آسکیں۔ تو ان سے احتراز لازم۔ جس طرح نامعلوم المعنی رقیہ منتر جائز نہیں ہوتا کہ مبادا کسی شرک و ضلال پر مشتمل ہو۔ امام ابو بکر ابن العربی کتاب احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔ رَوٰی اَشْهَبُ عَنْ مَالِكٍ لَا يَتَسَمّٰى اَحَدٌ بِيٰسٓ لِاَنَّهٗ اِسْمُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَهُوَ كَلَامٌ بَدِيْعٌ وَ ذٰلِكَ اَنَّ الْعَبْدَ يَجُوْزُ لَهٗ اَنْ يُّسَمّٰى بِاِسْمِ الرَّبِّ اِذَا كَانَ فِيْهِ مَعْنًى مِّنْهُ كَعَالِمٍ وَقَادِرٍ وَاِنَّمَا مَنَعَ مَالِكٌ مِنَ التَّسْمِيَةِ بِهٰذَا الْاِسْمِ لِاَنَّهٗ مِنَ الْاَسْمَاۤءِ الَّتِيْ لَا يُدْرٰى مَا مَعْنَاهَا فَرُبَّمَا كَانَ ذٰلِكَ مَعْنًى يَنْفَرِدُ بِهِ الرَّبُّ تَعَالٰى فَلَا يَنْبَغِيْ

اَنْ یَقْدِمَ عَلَیْہِ مَنْ لَّا یَعْرِفُ لِمَا فِیْہِ مِنَ الْخَطْرِ فَاقْتَضٰی النَّظْرُ الْمَنْعَ ؛ مِنْہُ علامہ شہاب الدین احمد خفاجی حنفی مصری نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں اُسے نقل کرکے فرماتے ہیں وَھُوَ کَلَامٌ نَفِیْسٌ - فقیر نے اُس کے ہامش پر لکھا قَدْ کَانَ ظَھَرَ لِیْ الْمَنْعُ عَنْہُ لِعَیْنِ ھٰذَا الْمَعْنٰی لٰکِنْ نَظْرًا اِلٰی اَنَّہٗ اِسْمُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا نَدْرِیْ مَعْنَاہُ فَلَعَلَّ لَہٗ مَعْنًی لَا یَصِحُّ فِیْ غَیْرِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْخ وَ لَعَلَّ ھٰذَا اَوْلٰی مِمَّا تَقَدَّمَ لِاَنَّ کَوْنَہٗ اِسْمَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَظْھَرُ وَاَشْھَرُ فَلَا یَکُوْنُ لَہٗ مَعْنًی یَنْفَرِدُ بِہِ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

بعینہٖ یہی حال اسم طٰہٰ کا ہے۔ والبنیان البیان والدلیل الدلیل لفظ پاک محمد اُنہیں شامل کردینا ممانعت کی تلافی نہ کرے گا۔ کہ یٰسٓ وطٰہٰ اب بھی نامعلوم المعنی ہی رہے۔ اگر وہ معنی مخصوص بذات اقدس ہیں۔ تو محمد ملانا ایسا ہوگا۔ کہ کسی کا نام رسول اللہ نہ رکھا محمد رسول اللہ رکھا۔ یہ کب حلال ہوسکتا ہے۔ وہٰذا کلہ ظاہر جدا یوں ہی غفور الدین بھی سخت قبیح و شنیع ہے۔ غفور کے معنی مٹانیوالا چھپانے والا اللہ عز وجل غفور ذنوب ہے۔ یعنی اپنی رحمت سے اپنے بندوں کے ذنوب مٹاتا عیوب چھپاتا ہے۔ تو غفور الدین کے معنے ہوئے دین کا مٹانیوالا۔ یہ ایسا ہوا جیسے شیطان نام رکھنا

جیسے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے تبدیل فرما دیا۔ ہاں دین پوش تقیہ کوش
یا ایسا ہوا جیسے رافضی نام رکھنا۔ بہر حال شدید شناعت پر مشتمل ہے
اس سے تو عاصیہ نام بہت ہلکا تھا۔ جسے نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم
نے تغیر فرمایا۔ کہ معاصی کا عرفا اطلاق اعمال تک ہے۔ اور دین پوشی
کی بلا عقائد پر والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ حدیث میں ہے
الفال موکل بالمنطق۔ بعض بڑے ناموں کی تبدیل کا یہی منشا تھا۔ کما
اشرنا الیہ غیر ما حدیث مولانا علی قاری مرقاۃ میں نقل فرماتے ہیں
اَنَّ الْاَسْمَاءَ تَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ نام آسمان سے اُترتے ہیں۔
یعنی غالبًا اسم مسمّٰی ہیں۔ کوئی مناسبت غیب سے ملحوظ ہوتی ہے
اہل تجربہ نے کہا ہے۔ ۶ مزن فال بد کا ورد حال بار۔ اللّٰھم احفظنا
وارحمنا۔ فقیر نے بچشم خود ایسے قبیح ناموں کا سخت برا اثر پڑتے
دیکھا ہے۔ بھلے چنگے سُنّی صورت کو آخر عمر میں دین پوش ناحق کوش
ہوتے پایا ہے۔ نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ اَللّٰهُمَّ يَا قَدِيْرُ
يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا عَزِيْزُ يَا عَفُوُّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ
عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَثَبِّتْنَا
عَلٰى دِيْنِكَ الْحَقِّ الَّذِيْ ارْتَضَيْتَهٗ لِاَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ
وَمَلٰٓئِكَتِكَ حَتّٰى نَلْقَاكَ بِهٖ وَعَافِنَا مِنَ الْبَلَاءِ وَ
الْبَلْوٰى وَالْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَصَلِّ وَسَلِّمْ
وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَارْحَمْ
عَجْزَنَا وَفَاقَتَنَا بِهِمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اٰمِيْنَ ۝ وَ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی الشَّفِیْعِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اٰمِیْنَ ۝ اور ایک سخت آفت یہ ہوتی ہے۔ کہ ایسے قبیح نام والے اپنے نام کے ساتھ حسب رواج نام پاک محمد ملا کر لکھتے کہتے۔ اور اسی کی اوروں سے طمع رکھتے ہیں۔ اگر کوئی خالی انکا نام لے۔ بے نام اقدس لکھے۔ تو گویا اپنی حقارت جانتے۔ اور آدھا نام لینا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسے برے معنے کے ساتھ اسم نام پاک کا ملانا خود اس نام کریم کے ساتھ گستاخی ہے۔ یہ نکتہ ہمیشہ یاد رہے۔ کہ ان امور کی طرف اسی کو التفات وتنبیہ نوطا فرماتے ہیں جیسے ایمان وادب سے حصۂ وافیہ بخشتے ہیں۔ وللہ الحمد۔ اسی بنا پر فقیر کبھی جائز نہیں رکھتا۔ کہ کلب علی۔ کلب حسن۔ کلب حسین۔ غلام علی۔ غلام حسن۔ غلام حسین۔ غلام جیلانی وامثال ذلک اسماء کے ساتھ نام پاک ملا کر کہا جائے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُسْنَ الْاَدَبِ وَجَنِّبْنَا مِنْ مُوْرِثَاتِ الْغَضَبِ آمین ٭ نظام الدین۔ محی الدین۔ تاج الدین اور اسی طرح وہ تمام نام جن میں مسمّٰی کا معظم فی الدین بلکہ معظم علی الدین ہونا نکلے۔ جیسے شمس الدین۔ بدر الدین۔ نور الدین۔ فخر الدین۔ شمس الاسلام بدر الاسلام وغیرہ ذلک سب کو علمائے کرام نے سخت ناپسند رکھا۔ اور مکروہ وممنوع لکھا۔ اکابر دین قدست اسرارہم کہ امثال اسلامی سے مشہور ہیں۔ یہ ان کے نام نہیں۔ القاب ہیں۔ کہ ان مقامات رفیعہ تک وصول کے بعد مسلمین نے توصیفاً انہیں لقبوں سے یاد کیا۔ جیسے شمس الائمہ حلوائی۔ فخر الاسلام بزودی۔ تاج الشریعۃ۔ صدر الشریعۃ۔ یوں ہی محی الحق والدین حضور پر نور سیدنا غوث اعظم معین الحق والدین حضرت خواجہ

غریب نواز وارث النبی سلطان الہند حسن سنجری شہاب الحق والدین عمر سہروردی بہاء الحق والدین نقشبند قطب الحق والدین بختیار کاکی ۔ شیخ الاسلام فرید الحق والدین مسعود ۔ نظام الحق والدین سلطان الاولیاء محبوب الٰہی محمد نصیر الحق والدین چراغ دہلوی محمود وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وَنَفَعَنَا بِبَرَکَاتِہِمْ فِی الدُّنْیَا وَالدِّیْنِ ۔ حضور نور النور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا لقب پاک محی الدین خود روحانیت اسلام نے رکھا جس کی روایت معروف مشہور ۔ اور بہجۃ الاسرار شریف وغیرہ کتب ائمہ وعلماء میں مذکور حق سبحانہٗ وتعالٰی فرماتا ہے ۔ لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ فصول علامی میں ہے ۔ لَا یُسَمِّیْہِ بِمَا فِیْہِ تَزْکِیَۃٌ ۔ ردّ المحتار میں ہے یُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِہٖ وَلَا بِمَا فِیْہِ تَزْکِیَۃٌ اَلْمَنْعُ عَنْ نَحْوِ مُحْیِ الدِّیْنِ وَشَمْسِ الدِّیْنِ مَعَ مَا فِیْہِ مِنَ الْکَذِبِ وَاَلَّفَ بَعْضُ الْمَالِکِیَّۃِ فِی الْمَنْعِ مِنْہُ مُؤَلَّفًا وَصَرَّحَ بِہِ الْقُرْطُبِیُّ فِیْ شَرْحِ الْاَسْمَاءِ الْحُسْنٰی وَاَنْشَدَ بَعْضُہُمْ فَقَالَ ؎ اَرَی الدِّیْنَ یَسْتَحْیِ مِنَ اللّٰہِ اَنْ یُّرٰی وَھٰذَا لَہٗ فَخْرٌ وَّذَاكَ نَصِیْرٌ فَقَدْ کَثُرَتْ فِی الدِّیْنِ اَلْقَابُ عُصْبَۃٍ ھُمْ مَا فِیْ مَرَاعِی الْمُنْکَرَاتِ حَمِیْرٌ وَاِنِّیْ اُجِلُّ الدِّیْنَ عَنْ عِزَّۃٍ بِھِمْ وَاَعْلَمُ اَنَّ الذَّنْبَ فِیْہِ کَبِیْرٌ ۔ وَنُقِلَ عَنِ الْاِمَامِ النَّوَوِیِّ اَنَّہٗ کَانَ یَکْرَہُ مَنْ لَقَّبَہٗ بِمُحْیِ الدِّیْنِ وَیَقُوْلُ لَا اَجْعَلُ مَنْ دَعَانِیْ بِہٖ فِیْ حِلٍّ وَمَالَ اِلٰی ذٰلِكَ الْعَارِفُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی الشَّیْخُ

سَنَان فِی کِتَابِہٖ تَبْیِیْنِ الْمَحَارِمِ وَ اَقَامَ الطَّامَۃَ الْکُبْرٰی عَلَی الْمُتَبِیْنِ بِمِثْلِ ذٰلِکَ وَ اَنَّہٗ مِنَ التَّزْکِیَۃِ الْمَنْھِیِّ عَنْھَا فِی الْقُرْاٰنِ وَمِنَ الْکِذْبِ قَالَ وَ نَظِیْرُہٗ مَا یُقَالُ لِلْمُدَرِّسِیْنَ بِالتُّرْکِیِّ اَفَنْدِیْ وَسُلْطَانُمْ وَنَحْوُہٗ ثُمَّ قَالَ فَاِنْ قِیْلَ ھٰذِہٖ مَجَازَاتٌ صَارَتْ کَالْاَعْلَامِ فَخَرَجَتْ عَنِ التَّزْکِیَۃِ فِی الْجَوَابِ اِنَّ ھٰذَا یَرُدُّہٗ مَا یُشَاھَدُ مِنْ اَنَّہٗ اِذَا نُوْدِیَ بِاسْمِہِ الْعَلَمِ وُجِدَ عَلٰی مَنْ نَادَاہُ بِہٖ نَعْلَمُ اَنَّ التَّزْکِیَۃَ بَاقِیَۃٌ اھ سترہ نام کہ سائل نے پوچھے۔ اُن میں سے یہی دس ناجائز و ممنوع ہیں۔ باقی سات میں حرج نہیں۔ علی جان۔ محمد جان کا جواز تو ظاہر ہے۔ کہ اصل نام علی و محمد ہے۔ اور جان بنظر محبت زیادہ اور حدیث سے ثابت کہ محبوبانِ خدا انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے اسمائے طیبہ پر نام رکھنا مستحب ہے جبکہ اُن کے مخصوصات سے نہ ہو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ تَسَمُّوْا بِاَسْمَاءِ الْاَنْبِیَآءِ۔ انبیاء کے ناموں پر نام رکھو۔ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ فِی الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ وَ اَبُوْدَاوٗدَ وَالنَّسَائِیُّ عَنْ اَبِیْ وَھْبِ الْجُشَمِیِّ وَلَہٗ تَتِمَّۃٌ وَالْبُخَارِیُّ فِی التَّارِیْخِ بِلَفْظِ سَمُّوْا عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ جَرَادٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَلَہٗ تَتِمَّۃٌ اُخْرٰی اور محمد و احمد ناموں کے فضائل میں تو احادیث کثیرہ عظیمہ جلیلہ وارد ہیں۔ حدیث (۱) صحیحین و مسند احمد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت انس (۲) صحیحین و ابن ماجہ میں حضرت جابر (۳) معجم کبیر طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں۔ تَسَمَّوْا بِاِسْمِیْ وَلَا تَکْتَنُوْا بِکُنْیَتِیْ میرے نام پاک پر نام رکھو + حدیث (۴) ابن عساکر و حافظ حسین بن احمد بن عبداللہ بن بکیر حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ وُلِدَ لَهٗ مَوْلُوْدٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا حُبًّا لِّیْ وَتَبَرُّكًا بِاِسْمِیْ كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهٗ فِی الْجَنَّةِ جس کے ہاں لڑکا پیدا ہو۔ اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لئے اسکا نام محمد رکھے۔ وہ اور اسکا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں + امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی فرماتے ہیں هٰذَا اَمْثَلُ حَدِیْثٍ وَرَدَ فِیْ هٰذَا الْبَابِ وَاَسْنَادُهٗ حَسَنٌ جسقدر حدیثیں اس باب میں آئیں۔ یہ سب میں بہتر ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ ونازعہ تلمیذہ الشامی بما ردہ العلامۃ الزرقانی فراجعہ۔ حدیث (۵) حافظ ابو طاہر سلفی و حافظ ابن بکیر حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں روز قیامت دو شخص حضرتِ عزت کے حضور کھڑے کئے جائیں گے۔ حکم ہوگا۔ انہیں جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے۔ الٰہی ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے۔ ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا۔ رب عزوجل فرمائے گا۔ اُدْخُلَا الْجَنَّةَ فَاِنِّیْ اٰلَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ اَنْ لَّا یَدْخُلَ النَّارَ مَنِ اسْمُهٗ اَحْمَدُ وَلَا مُحَمَّدٌ۔ جنت میں جاؤ۔ کہ میں نے حلف فرمایا ہے۔ کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو۔ دوزخ میں نہ جائیگا۔ یعنی جبکہ مومن ہو۔ اور مومن عرف قرآن و حدیث و صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو۔ کَمَا نَصَّ عَلَیْهِ الْاَئِمَّةُ فِی التَّوْضِیْحِ

وغیرہ - ورنہ بد مذہبوں کے لئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں - انکا کوئی عمل قبول نہیں - بد مذہب اگر حجر اسود و مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے - اور اپنے اس مارے جانے پر صابر و طالب ثواب رہے - جب بھی اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے - اور اسے جہنم میں ڈالے - یہ حدیثیں دارقطنی وابن ماجہ و بیہقی وابن الجوزی وغیرہم نے حضرت ابو امامہ و حذیفہ و انس رضی اللہ تعالٰے عنہم سے روایت کیں - اور فقیر نے اپنے فتاوے میں متعدد جگہ لکھیں - تو محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ گمراہوں کے لئے ان حدیثوں میں اصلاً بشارت نہیں - نہ کہ سید احمد خاں کی طرح کفار جنکا مسلک کفر قطعی کہ کافر پر تو جنت کی ہوا تک یقیناً حرام ہے ÷ حدیث (۶) ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالٰے عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں -

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰے وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا عَذَّبْتُ اَحَدًا تُسَمّٰی بِاِسْمِكَ فِی النَّارِ - رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا - مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جسکا نام تمہارے نام پر ہوگا - اسے دوزخ کا عذاب نہ دونگا ÷

حدیث ۷ - حافظ ابن بکیر امیر المؤمنین مولٰے علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں - (۸) دیلمی مسند الفردوس میں موقوفاً راوی کہ مولا علی فرماتے ہیں - (۹) ابن عدی کامل اور ابو سعید نقاش بسند صحیح اپنے معجم شیوخ میں راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں مَا اُطْعِمَ طَعَامٌ عَلٰی مَائِدَۃٍ وَلَا جُلِسَ عَلَیْھَا وَفِیْھَا اِسْمِیْ اِلَّا قُدِّسُوْا کُلَّ یَوْمٍ

مَرَّتَیْنِ۔ جس دسترخوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں۔ اور اُن میں کوئی محمد نام کا آدمی ہو۔ وہ لوگ ہر روز دو بار مقدس کئے جائیں۔ حاصل یہ کہ جس گھر میں ان پاک ناموں کا کوئی شخص ہو۔ ایک دن میں دو بار اُس مکان میں رحمتِ الٰہی کا نزول ہو۔ ولہٰذا حدیث امیر المومنین کے لفظ یہ ہیں:۔ مَا مِنْ مَائِدَۃٍ وُضِعَتْ فَحَضَرَ عَلَیْھَا مَنْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ اَوْ مُحَمَّدٌ اِلَّا قَدَّسَ اللّٰہُ ذٰلِکَ الْمَنْزِلَ کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ ۔ حدیث ۱۰۔ ابن سعد طبقات میں عثمٰن عمری سے مرسلا راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَا ضَرَّ اَحَدَکُمْ لَوْ کَانَ فِیْ بَیْتِہٖ مُحَمَّدٌ وَّ مُحَمَّدَانِ وَ ثَلٰثَۃٌ تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اُس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔ ولہٰذا فقیر غفر اللہ تعالےٰ نے اپنے سب بیٹوں بھتیجوں کا عقیقے میں صرف محمد نام رکھا۔ پھر نامِ اقدس کے حفظِ آداب اور باہم تمیز کے لئے عُرف جُدا مقرر کئے۔ بحمد اللہ تعالےٰ فقیر کے یہاں پانچ محمد اب موجود ہیں۔ سَلَّمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ عَافَاھُمْ وَ اِلٰی مَدَارِجِ الْکَمَالِ رَقَّاھُمْ۔ اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے۔ جَعَلَھُمُ اللّٰہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ فَرَطًا بِرَحْمَتِہٖ وَبِعِزَّۃِ اِسْمِ مُحَمَّدٍ عِنْدَہٗ آمین! آمین ختم آمین۔ حدیث ۱۱۔ طرانفی وابن الجوزی امیر المومنین مرتضٰی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الاسنٰی سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ قَطُّ فِیْ مَشْوَرَۃٍ وَ فِیْھِمْ رَجُلٌ اِسْمُہٗ مُحَمَّدٌ لَمْ یُدْخِلُوْہُ فِیْ مَشْوَرَتِھِمْ اِلَّا لَمْ یُبَارَکْ لَھُمْ فِیْہِ۔ جب کوئی قوم کسی مشورے کے

لئے جمع ہو۔ اور اُن میں کوئی شخص محمّد نام ہو۔ اور اُسے اپنے مشورے میں شریک نہ کریں۔ اُس مشورے میں برکت نہ رکھی جائے + حدیث ۱۲۔ طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ مَنْ وُلِدَ لَهٗ ثَلٰثَةُ اَوْلَادٍ فَلَمْ يُسَمِّ اَحَدًا مِنْهُمْ مُحَمَّدًا فَقَدْ جَهِلَ جس کے تین بیٹے پیدا ہوں۔ اور وہ اُن میں کسی کا نام محمّد نہ رکھے۔ ضرور جاہل ہے + حدیث ۱۳۔ حاکم و خطیب تاریخ اور دیلمی مسند میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسولُ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ اِذَا سَمَّيْتُمُ الْوَلَدَ مُحَمَّدًا فَاَكْرِمُوْهُ وَاَوْسِعُوْا لَهٗ فِي الْمَجْلِسِ وَلَا تُقَبِّحُوْا لَهٗ وَجْهًا۔ جب لڑکے کا نام محمد رکھو۔ تو اُس کی عزت کرو۔ اور مجلس میں اُس کے لئے جگہ کشادہ کرو۔ اور اُسے بُرائی کی طرف نسبت نہ کرو۔ یا اُس پر بُرائی کی دُعا نہ کرو + حدیث ۱۴۔ بزار مسند میں حضرت ابورافع رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی۔ رسولُ اللہ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا سَمَّيْتُمْ مُحَمَّدًا فَلَا تَضْرِبُوْهُ وَلَا تَحْرِمُوْهُ۔ جب لڑکے کا نام محمد رکھو۔ تو اُسے نہ مارو نہ محروم کرو + حدیث ۱۵۔ فتاوےٰ امام شمس الدین سخاوی میں ہے۔ ابوشعیب حرانی نے امام عطا (تابعی جلیل ذیشان اُستاد امام الائمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما) سے روایت کی مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّكُوْنَ حَمْلُ زَوْجَتِهٖ ذَكَرًا فَلْيَضَعْ يَدَهٗ عَلٰى بَطْنِهَا وَيَقُلْ اِنْ كَانَ ذَكَرًا فَقَدْ سَمَّيْتُهٗ مُحَمَّدًا فَاِنَّهٗ يَكُوْنُ ذَكَرًا جو چاہے کہ اُس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو۔ اُسے چاہئے کہ اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے۔ اِنْ كَانَ ذَكَرًا فَقَدْ سَمَّيْتُهٗ مُحَمَّدًا

اگر لڑکا ہوگا۔ تو میں اُسکا نام مُحَمَّد رکھوں گا۔ انشاء اللہ العزیز لڑکا ہی ہوگا۔
سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ فرماتے ہیں مَا کَانَ فِیْ اَھْلِ بَیْتٍ مُحَمَّدٌ اِلَّا کَثُرَتْ بَرَکَتُہٗ جس گھر والوں میں کوئی محمد نام کا ہوتا ہے۔ اس گھر کی برکت زیادہ ہوتی ہے۔ ذَکَرَہُ الْمُنَاوِیْ فِیْ شَرْحِ التَّیْسِیْرِ تَحْتَ الْحَدِیْثِ الْعَاشِرِ وَ الزَّرْقَانِیْ فِیْ شَرْحِ الْمَوَاھِبِ بہتر یہی ہے۔ کہ صرف مُحَمَّدْ یا اَحْمَدْ نام رکھے۔ اُس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے۔ کہ فضائل تنہا انہیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں + غلام علی۔ علی حسین۔ غلام غوث۔ غلام جیلانی اور اُن کے امثال تمام جن میں اسمائے محبوبانِ خُدا کی طرف اضافت لفظ غلام سے ہو۔ سب کا جواز بھی قطعًا بدیہی ہے +

فقیر غفر اللہ تعالٰے نے اپنے فتاوے میں ان ناموں پر ایک فتوٰے قدرے مفصل لکھا ہے۔ اور قرآن مجید و حدیث شریف اور خود پیشوایانِ وہابیہ کے اقوال سے ان کا جواز ثابت کیا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے وَیَطُوْفُ عَلَیْھِمْ غِلْمَانٌ لَّھُمْ کَاَنَّھُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ ۝ اُن پر اُن کے غلام گشت کرتے ہوں گے۔ گویا وہ موتی ہیں محفوظ رکھے ہوئے +

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ غُلَامِیْ ھٰذَا مُخْتَصَرٌ ہرگز تم میں سے کوئی شخص اپنے مملوک کو یوں نہ کہے۔ کہ میرا بندہ۔ تم سب خدائے تعالٰے کے بندے ہو۔ ہاں یا یُوں کہے۔ کہ میرا غلام۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۝

وہابیہ کے شرک ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کہ خود قرآن وحدیث میں
بھرے ہوتے ہیں خدا و رسول تک ان شرک دوستوں کے حکم شرک
سے محفوظ نہیں۔ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہ مزہ یہ ہے۔ کہ
لفظ غلام کی اسمائے الٰہیہ جل و علا کی طرف اضافت خود ممنوع ہے
اللہ کا غلام نہ کہا جائے گا۔ کہ غلام کے معنی حقیقی پسر ہیں۔ ولہٰذا عبید
کو شفقۃً عربی میں غلام اردو میں چھوکرا کہتے ہیں۔ سیدی علامہ عارف
باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقۂ ندیہ میں زیر حدیث مذکور فرماتے
ہیں: (وَلٰکِنْ لِیَقُلْ غُلَامِیْ وَجَارِیَتِیْ وَفَتَایَ وَفَتَاتِیْ)
مُرَاعَاۃً لِجَانِبِ الْاَدَبِ فِیْ حَقِّ اللّٰہِ تَعَالٰی لِاَنَّہٗ یُقَالُ
عَبْدُ اللّٰہِ وَاَمَۃُ اللّٰہِ وَلَا یُقَالُ غُلَامُ اللّٰہِ وَجَارِیَۃُ اللّٰہِ
وَلَا فَتَی اللّٰہِ وَلَا فَتَاۃُ اللّٰہِ اھ بِاخْتِصَارٍ۔ سبحان اللہ یہ عجب
شرک ہے۔ جو خود حضرت عزت کے لئے خود روا نہیں۔ بلکہ اس کے غیر
ہی کے لئے خاص ہے۔ مگر ہے یہ کہ وہابیہ کے دین فاسد میں محبوبانِ
خدا کا نام ذرا اعزاز وتکریم کی نگاہ سے آیا۔ اور شرک نے منہ پھیلایا۔ پھر
چاہے وہ بات خدا کے لئے خاص ہونا درکنار۔ خدا کے لئے جائز۔ بلکہ
متصور ہی نہ ہو آخر نہ دیکھا۔ کہ اپنے پیشوا نے تقویۃ الایمان میں قبر پر
شامیانہ کھڑا کرنا مورچھل جھلنا شرک بنا دیا۔ اور اسے صاف صاف
ان باتوں میں جو خدائے تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کی ہیں گنا دیا
یعنی اس کے معبود نے کہہ دیا ہے۔ کہ میری ہی قبر پر شامیانہ کھڑا کرنا۔ میری
ہی تربت پر مورچھل جھلنا۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

آخر نہ سُنا۔ کہ اِن کے طائفہ غیر مقلدان کے اب تئے پیشوا صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی آنجہانی اپنے رسالہ کلمۃ الحق میں لکھ گئے ؏ چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم الخ + خدا کی شان غلام محمد۔ غلام علی۔ غلام حسن اور غلام غوث تو معاذ اللہ شرک وحرام۔ اور غلام آفتاب ہونا یوں جائز و بے سلام۔ حالانکہ ترجمہ کیجئے۔ تو جیسا فارسی میں غلام آفتاب۔ ویسا ہی عربی میں مشرکین عرب کا نام عبد شمس۔ ہندی میں کفار ہنود کا نام سورج داس زبانیں مختلف ہیں۔ اور حاصل ایک۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ ہدایت علی کا جواز بھی ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ وہابیہ خذلہم اللہ تعالےٰ کہ محبوبانِ خدا کے نام سے جلتے ہیں۔ آجتک اُن کے کبرا نے بھی اُس میں کلام نہ کیا۔ البتہ مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاویٰ جلد اول طبع اول صفحہ ۲۶۴ میں اِس نام پر اعتراض دیکھا گیا۔ اول کلام میں تو صرف خلافِ اولےٰ ٹھیرایا تھا۔ آخر میں نا جائز و گناہ قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ محض غلطی ہے اس کا خلاصۂ عبارت یہ ہے:۔ "اِستِفتا۔ کسے نامِ خود ہدایت علی میداشت۔ بایہام اسمائے شرکیہ تبدیل نمود۔ ہدایت العلی نہاد۔ شخصے برآں معترض شد کہ لفظِ ہدایت مشترک است بین معنیین۔ ارادۃ الطریق والیصال الی المطلوب وہٰکذا لفظ علی بغیر الف ولام مشترک است بین اسمائے الٰہیہ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ مجیب گفت دریں صورت تائیدِ من است۔ چہ ہر گاہ لفظِ ہدایت وعلی مشترک شد بین معنیین۔ پس چہار احتمال میشود۔ یکے ازاں از ہدایت معنی اول واز علی اللہ جل شانہ۔ دوم از ہدایت معنی ثانی واز علی جل جلالہ۔

سوم از ہدایت معنی اوّل و از علی حضرت علی کرم اللہ وجہہ - چہارم از ہدایت معنی ثانی و از علی حضرت علی - پس سہ احتمالِ اوّل خالی از ممانعتِ شرعیہ ہستند - البتہ رابع خالی از ممنوعیت نیست - چہ در جملہ اسمائے شرکیہ مفہوم میشود - پس ہر اسم کہ دائرہ شود بین اسمائے شرکیہ و عدمہ احتراز ازاں لابدی است - بلکہ واجب - و اگر کسے بر اسم متنازع فیہ قیاس نمودہ بر عبداللہ شرک ثابت کند - یا یاعلی گفتن ممانعت نماید آیا قیاس او صحیح است یا نہ بینوا - توجروا ہو المصوب - لفظِ علی کہ از اسمائے الٰہیہ است - الف لام براں زائد مے شود - برائے تعظیم چنانکہ در الفضل والنعمان وغیرہ بر لفظ علی کہ از اسمائے مرتضیٰ است لام داخل نمیشود - بنائً علیہ ہدایت العلی اولےٰ است از ہدایت علی چہ در اولےٰ اشتباہِ اضافت ہدایت بسوئے علی مرتضیٰ نیست و در صورتِ ثانیہ بسببِ اشتراک لفظ ہدایت بحسب استعمال و اشتراک لفظ علی اشتباہ امرِ ممنوع موجود - و در اسامی از ہمچو اسم کہ ایہامِ مضمونِ غیر مشروع سازد احتراز لازم - ہمیں سبب علماء از تسمیہ عبدالنبی وغیرہ منع ساختہ اند - و امّا در عبداللہ وغیرہ پس ایہام از امرِ غیر مشروع نیست - و ہمچنیں در یاعلی ہرگاہ مقصود نداءِ پروردگار باشد نزاعے نیست۔" حررہ ابوالحسنات عبدالحیؒ ۔

اقول یہ جواب سخت عجب عجاب ہے - یَتَسَاوَقُ ھٰذَا بَلْ یَتَسَاوٰی ھٰذَا - اوّلاً اس تمام کلام مختل النظام کا معنی ہی سرے سے پادر ہوا ہے - ممنوع ایہام ہے - نہ مجرد احتمال ولو ضعیفاً بعیداً ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے - ایہام میں تبادر درکار

ہے۔ ذہن اِس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے۔ نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کی بھی نکل سکے۔ تلخیص میں ہے۔ اَلْاِیْھَامُ اَنْ یُّطْلَقَ لَفْظٌ لَّہٗ مَعْنَیَانِ قَرِیْبٌ وَّ بَعِیْدٌ وَّ یُرَادُ بِالْبَعِیْدِ

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں اَلْاِیْھَامُ وَ یُقَالُ لَہُ التَّخْیِیْلُ اَیْضًا وَ ھُوَ اَنْ یُّذْکَرَ لَفْظٌ لَّہٗ مَعْنَیَانِ قَرِیْبٌ وَ غَرِیْبٌ فَاِذَا سَمِعَہُ الْاِنْسَانُ سَبَقَ اِلٰی فَھْمِہِ الْقَرِیْبُ وَ مُرَادُ الْمُتَکَلِّمِ الْغَرِیْبُ وَ اَکْثَرُ الْمُتَشَابِھَاتِ مِنْ ھٰذَا الْجِنْسِ وَ مِنْہُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ۔ مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع و طعن سے خالی رہیگا۔ زید آگیا۔ اُٹھا بیٹھا عمرو نے کھایا۔ پیا۔ کہا۔ سُنا۔ مجیب صاحب نے سوال دیکھا۔ جواب لکھا وغیرہ وغیرہ۔ سب افعالِ اختیاریہ کی اسناد دو معنی کو محتمل۔ ایک یہ کہ زید و عمرو و مجیب نے اپنی قدرتِ ذاتیہ مستقلہ تامہ سے یہ افعال کئے۔ دوسرے قدرتِ عطائیہ ناقصہ قاصرہ سے اول قطعًا شرک ہے لہٰذا ان اطلاقات سے احتراز لازم ہو جائے گا۔ اور یہ بداہۃً قطعًا اجماعًا باطل ہے۔ فاضل مجیب نے بھی عمر بھر اپنے محاورات روزانہ میں ایسے ایہامات شرک برتے۔ اور اُن کی تصانیف میں ہزار در ہزار ایسے شرک بالایہام بھرے ہونگے۔ جلنے دیجئے۔ نماز میں وَتَعَالٰی جَدُّکَ تو شاید آپ بھی پڑھتے ہونگے۔ جد کے دوسرے مشہور معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام

نہ تھا۔ تو بات وہی ہے کہ ایہام میں تبادر و سبقت و اقربیت درکار ہے اور وہی ممنوع ہے۔ نہ مجرد احتمال۔ یہ فائدہ واجب الحفظ ہے۔ کہ آجکل بہت جہلا ایہام و احتمال میں فرق نہ کرکے ورطۂ غلط میں پڑتے ہیں ؂ ثانیًا۔ ایسی ہی نکتہ تراشیاں ہیں تو صرف ہدایت علی پر کیوں الزام رکھئے۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ کے نامِ پاک علی کو اس سے سخت تر شنیع کہئے۔ وہاں تو چار احتمالوں سے ایک میں تو آپ کو شرک نظر آیا تھا۔ یہاں برابر کا معاملہ نصفا نصف کا حصّہ ہے۔ علی کے دو معنے ہیں۔ علو ذاتی کہ بالذات للذات متعالی عن الاضافات ہو۔ دوسرا اضافی کہ خلق کے لئے ہے۔ اول کا اثبات قطعًا شرک۔ تو علی ہی ایہامِ شرک میں ہدایت علی سے دونا ٹھیرے گا۔ وَلَا یَقُوْلُ بِہٖ جَاہِلٌ فَضْلًا عَنْ فَاضِلٍ ؂ ثالثًا۔ ایک علی ہی کیا۔ جس قدر اسمائے مشترکہ فی اللفظ بین الخالق والمخلوق ہیں۔ جیسے رشید و حمید۔ و جمیل و جلیل۔ و کریم و علیم و رحیم و حلیم وغیرہا سب کا اطلاق عباد پر ویسا ہی ایہامِ شرک ہوگا۔ جو ہدایت علی کے ایہام سے دو چند رہیگا۔ حالانکہ خود حضرت عزت نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کسی کو ایک کسی کو دو نام اپنے اسمائے حسنےٰ سے عطا فرمائے۔ اور حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ میں تو ساٹھ سے زیادہ آئے۔ کما فصّلہ العلماء فی المواہب وغیرہا۔ خود حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اپنا نامِ پاک حاشر بتایا۔ صحابہ و تابعین و ائمۂ دین میں کتنے اکابر کا نام مالک تھا۔ اِن کے ایہاموں کو کہئے۔ در مختار وغیرہ

معتمرات میں تصریح کی۔ کہ ایسے نام جائز ہیں۔ اور عباد کے حق میں دوسرے معنے مراد لئے جائیں گے۔ نہ وہ جو حضرت حق کے لئے ہیں۔ جَازَ التَّسْمِيَةُ بِعَلِيٍّ وَرَشِيْدٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الْاَسْمَاءِ الْمُشْتَرِكَةِ وَيُرَادُ فِيْ حَقِّنَا غَيْرَ مَا يُرَادُ فِيْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰی کیوں نہیں کہتے کہ ایسے نام بوجہ اشتراک ناجائز ہیں۔ کہ دوسرے معنی شرک کا احتمال باقی ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ٭ رابعًا۔ سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبد اللہ میں شرک سے سوال کیا تھا۔ حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا۔ کہ اپنے نامِ نامی کو ایہامِ شرک سے بچالیں۔ مگر جناب کی دلیل ثابت ہے۔ تو اس ایہام سے سلامت بچ ہے۔ عبد الحیّ میں دو جزو ہیں۔ اور دونوں کے دو دو معنے۔ ایک عبد مقابلِ آلہٰ دوم مقابلِ آقا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ۔ دیکھو حق سبحانہٗ تعالےٰ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک حیّ اسمِ الٰہی۔ کہ حیاتِ ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجبہ سے مُشعر۔ اور دوسرا من و تو زید و عمرو سب پر صادق۔ جس سے آیہ کریمہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وغیرہا مُظہر۔ اب اگر عبد بمعنی اوّل اور حیّ بمعنی دوم لیجئے۔ قطعًا شرک ہے۔ وہی چار صورتیں ہیں۔ اور وہی ایک صورت پر شرک موجود۔ پھر عبد الحیّ ایہامِ شرک سے کیونکر محفوظ تھا۔ اس سے بھی احتراز لازم تھا۔ بعینہٖ یہی تقریر مولوی عبد الحلیم صاحب کے نام میں جاری ہوگی۔ ملاحظہ ہو۔ کہ یہ تشقیق و تدقیق کہاں تک پہنچی۔ نَسْئَلُ اللّٰهَ السَّلَامَةَ۔ فقیر کے نزدیک ظاہرًا

یہ پھڑکتی ہوئی بُرہان حضرت مجیب کو جناب سائل کے فیض سے پہنچی سائل نے ذکر کی۔ مجیب نے بے غور کے قبول کرلی۔ ورنہ اُن کا ذہن شاید ایسی دلیلِ ذلیل علیل کلیل کی طرف ہرگز نہ جاتا جس سے خود اُن کا نامِ نامی بھی عادمِ الجواز و لازم الاحتراز قرار پاتا ؛ خامساً۔ یا علی کو فرمایا جاتا ہے کہ جب مقصود ندائے معبود تو نزاع مفقود۔ جی کیا وجہ یہاں بھی صاف دوسرا احتمال موجود۔ اپنا قصد نہ ہونا ایہام و احتمال کا نافی کب ہوسکتا ہے۔ ایہام تو کہتے ہی وہاں ہیں جہاں وہ معنی موہم مرادِ متکلّم نہ ہوں۔ تلخیص و تعریفات کی عبارتیں ابھی سُن چکے۔ اور اگر قصد پر مدار و اعتماد ہے۔ تو ہدایت علی پر کیا ایراد ہے۔ وہاں کب معنی شرک مقصود و مراد ہے ؛ سادساً۔ علی پر الف لام لانا کب ایسے عالمگیر ایہامِ شرک سے نجات دے گا۔ علی علماً پر لام نہ آتا سہی صفۃً پر تو قطعاً آسکتا ہے۔ اور وہ یقیناً صفاتِ مشترکہ سے ہے۔ تو احتمال اب بھی قائم۔ اور احتراز لازم۔ بلکہ سراجیہ و تاتارخانیہ و منح الغفار وغیرہا سے تو ظاہر کہ العلی باللام نام رکھنا بھی روا ہے۔ ردّ المحتار میں ہے۔ فی التاتارخانیہ عَنِ السِّرَاجِیَۃِ۔ اَلتَّسْمِیَۃُ بِاِسْمٍ یُوْجَدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی کَالْعَلِیِّ وَالْکَبِیْرِ وَالرَّشِیْدِ وَالْبَدِیْعِ جَائِزَۃٌ الخ وَمِثْلُہٗ فِی الْمِنَحِ عَنْھَا وَظَاھِرُ الْجَوَازِ وَلَوْ مُعَرَّفًا بِاَلْ ؛ سابعاً۔ جب گفتگو احتمال پر چل رہی ہے۔ تو معنیین ایصال اِلے المطلوب و ارادت طریق میں تفرقہ باطل۔ ایصال و ارادت دونوں دو معنی خلق و تسبیب پر مشتمل بمعنی خلق دونوں مختص بحضرت احدیّت ہیں

کیا ارادت بمعنی خلق رویت غیر سے ممکن ہے۔ اور بمعنی تسبّب دونوں غیر کیلئے
حاصل ہیں۔ کیا انبیاء سے ایصال بمعنی سببیت فی الوصول نہیں ہوتا۔ فطاح
التفرقۃ و زاح الشقشقۃ۔ ہاں یُوں کہئے۔ کہ اُدھر علی مشترک۔ اِدھر ہدایت
خلق و تسبّب دونوں میں مستعمل۔ یُوں چار احتمال ہوئے۔ مگر اب یہ مصیبت
پیش آئے گی۔ کہ جس طرح ہدایت بمعنی خلق غیر خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی
بمعنی محض تسبّب حضرت عزّت جلّ جلالہ کی طرف نسبت نہیں پا سکتی۔
ورنہ معاذ اللہ اصل خالق و معطی دوسرا ٹھیرے گا۔ اور اللہ عزّ وجلّ صرف سبب
و واسطہ و وسیلہ اسکا پایۂ شرک سے بھی اونچا جائے گا۔ کہ وہاں تو تسویہ
تھا۔ یہاں اللہ سبحٰنہ پر تفضیل دینا قرار پائے گا۔ علی پر لام لاکر اوّل کا علاج
کرلیا۔ اس دوم کا کہ اُس سے بھی سخت تر ہے۔ علاج کدھر سے آئے گا۔
اب ایک لام نیا گھڑ کر ہدایت پر داخل کیجئے۔ کہ وہ معنی خلق میں متعیّن
ہوجائے۔ اور احتمال تسبّب اُٹھ کر ایہام شرک و بدتر از شرک راہ نہ پائے۔
ثامنًا۔ ایک ہدایت کیا۔ جتنے افعال مشترکۃ الاطلاق ہیں۔ سب میں
اسی آفت کا سامنا ہوگا۔ جیسے احسان و انعام اذلال و اکرام تعلیم و افہام
تعذیب و ایلام عطا و منع اضرار و نفع قہر و قتل نصب و عزل وغیرہا کہ
مخلوق کی طرف نسبت کیجئے۔ تو معنی خلق موہم شرک اور خالق کی طرف
تو معنی تسبّب مُشعر کُفر۔ بہر حال مفر کدھر۔ اگر کہئے خالق عزّ وجلّ کیطرف
نسبت ہی دلیل کافی ہے۔ کہ معنی خلق مراد ہیں۔ ہم کہیں گے مخلوق کی
جانب اضافت ہی برہان وافی ہے۔ کہ معنی تسبّب مقصود ہیں۔ ولہٰذا
علمائے کرام نے تصریح فرمائی۔ کہ امثال اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ و حکم علی الدہر
میں قائل کا موحّد ہونا ہی قرینہ شافی ہے۔ کہ اسناد مجاز عقلی ہے ؎

تاسعًا۔ آپ نے دیا آنکہ اسمائے الٰہیہ توقیفیہ ہیں۔ اور خصوصًا آپ بہت جگہ صرف نہ وارد ہونے۔ نہ منقول ہونے کو حجت ممانعت جانتے ہیں۔ (حق سبحانہٗ) کا نیا نام مصوب ایجاد فرمایا۔ ہر جواب کی ابتدا ہو المصوب سے ہوتی ہے۔ یہ کب احتمال شنیع سے خالی ہے۔ التصویب جس طرح ٹھیک بتانے کو کہتے ہیں۔ یوں ہی سر جھکانے کو۔ اور مثلاً جو سر جھکائے بیٹھا ہو۔ اسے مصوب اور دونوں معنی حقیقی ہیں۔ تو آپ کے طور پر اس کلمہ میں ایہام تجسیم ہے۔ اور تجسیم کفر و ضلال عظیم ہے

عاشرًا۔ جب مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف اضافت ہدایت کا اشتباہ امر ممنوع کا اشتباہ اور موجب لزوم احتراز ہے۔ تو بالقصد اس جناب ہدایت مآب کی طرف اضافت ہدایت کس درجہ سخت ممنوع ومفترض الاحتراز ہوگی۔ یہاں مولیٰ علی کو ہادی کہنا حرام ہوگیا۔ حالانکہ یہ احادیث صریحہ واجماع جمیع ائمہ اہل سنت وجماعت کے خلاف ہے شاید یہ عذر کیجئے۔ کہ ہدایت بمعنی خلق کا اشتباہ موجب منع تھا۔ اس معنی پر اضافت قصدیہ ضرور حرام۔ بلکہ ضلال تام ہے۔ نہ بمعنی تسبب کہ جائز ومعمول اہل اسلام ہے۔ مگر یہ وہی عذر معمولی ہے۔ جس کا رد گزر چکا۔ کیا موجب مولیٰ علی کی طرف اضافت کا اصلاً قصد ہی نہ ہو۔ اسوقت تو بوجہ اشتراک معنی مولیٰ علی کی جانب ہدایت بمعنے خلق کی اضافت کا اشتباہ ہوتا ہے۔ اور جب بالقصد خود حضرت مولیٰ علی ہی کی طرف اضافت مراد ہو۔ تو اب وہ اشتراک معنی جاتا رہتا۔ اور اشتباہ راہ نہیں پاتا۔ اگر مانع اشتباہ مخلوق کا اس معنی کے لئے مانع نہ ہوتا ہو۔ تو صورت عدم قصد میں کیوں مانع نہیں۔ اور اگر اوصف عدم

صلوح اشتباہ قائم رہتا ہے۔ تو صورت قصد میں کیوں واقع نہیں ؛ حادی عشر۔ نہ صرف امیر المؤمنین علی۔ بلکہ انبیائے کرام و رسل عظام و خود حضور پرنور سید الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی کسی کی طرف اصلاً اضافت ہدایت اصلاً روا نہ رہے گی۔ کہ بوجہ احتمال معنی دوم ایہام شرک ہے۔ اب مصطفیٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ہادی کہنا بھی حرام ہوگیا۔ اور یہ قرآن عظیم و صحاح احادیث و اجماع امت بلکہ ضروریات دین کے خلاف ہے ؛ ثانی عشر خود جناب مجیب نے اپنے فتاوے جلد سوم صفحہ ۸۶ میں اس لزوم احتراز کا ردّ صریح فرما دیا اور علائے ایہام پر فیصلہ یوں دیا۔ فرماتے ہیں :۔ "سوال عبد النبی یا مانند آں نام نہادن درست است۔ یا نہ ؛ جواب۔ اگر اعتقاد ایں معنی است کہ ایں کس کہ عبد النبی نام دارد۔ بندۂ نبی است۔ عین شرک است۔ و اگر عبد بمعنی غلام مملوک است آں ہم خلاف واقع است۔ و اگر مجازاً عبد بمعنی مطیع و منقاد گرفتہ شود اومضائقہ ندارد۔ لیکن خلاف اولےٰ است۔ رَوٰی مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ کُلُّکُمْ عِبَادُ اللّٰہِ کُلُّ نِسَائِکُمْ اِمَاءُ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ غُلَامِیْ وَجَارِیَتِیْ وَفَتَایَ وَفَتَاتِیْ اِنْتَھٰی" ؛

اَقُوْلُ قطع نظر اس سے کہ یہ جواب بھی بوجوہ مخدوش ہے۔ اولاً عبد و بندہ میں سوا اختلاف زبان کے کوئی فرق نہیں ہے۔

ایک دُوسرے کا پُورا ترجمہ ہے۔ عبد و بندہ دونوں عربی و عجمی۔ دونوں زبانوں میں اللہ و خدا۔ مولیٰ و آقا۔ دونوں کے مقابل بولے جاتے ہیں۔ تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک کہدینا ایسا ہی ہے۔ کہ کوئی کہے عین سے مراد عین ہے۔ تو غلط ہے۔ اور چشمہ مقصود ہو۔ تو صحیح۔ حضرت مولوی قدس سرّہ المعنوی مثنوی شریف میں حدیث شرائے بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں فرماتے ہیں جب حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انہیں خرید لیا۔ اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ تم نے ہمیں شریک نہ کیا۔ اسپر حضرت صدّیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی ؎

گفت: ما دو بندگانِ کوئے تو کردمش آزاد ہم بر روئے تو

لاجرم جو تفصیل عبد میں ہے۔ وُہی بندہ میں ✦ ثانیاً عبد بمعنی بندہ و بمعنی مملوک میں یہ تفرقہ کہ اوّل شرک۔ اور ثانی خلافِ واقع ہے۔ محض بے اصل و ضائع ہے۔ مملوک بھی ملکِ ذاتی حقیقی و ملکِ عطائی مجازی دونوں کو مشتمل۔ اور اوّل میں قطعاً شرک حاصل۔ اور بندہ بھی مقابل خدا و خواجہ دونوں مستعمل۔ اور ثانی سے یقیناً شرک زائل ✦ ثالثاً آپ نے تو عبد بمعنی مملوک کو خلافِ واقع یعنی کذب ٹھہرا کر اس ارادہ کو شرک سے اُتار کر گناہ مانا۔ مگر ائمۂ دین و اولیائے معتمدین و علمائے مستندین قدّس اللہ تعالےٰ اسرارہم اجمعین اس اعتقاد کو کمالِ ایمان مانتے اور اور اس سے خالی کو حلاوتِ ایمان سے بے بہرہ جانتے ہیں۔ حضرت امام اجل عارف باللہ سیّدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالےٰ عنہ پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف۔ پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ

شریف میں نقلاً وتذکیراً۔ پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض
پھر علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے
ہیں:۔ مَنْ لَمْ يَرَ وِلَايَةَ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ فِيْ جَمِيْعِ اَحْوَالِهٖ
وَيَرىٰ نَفْسَهٗ فِيْ مِلْكِهٖ لَا يَذُوْقُ حَلَاوَةَ سُنَّتِهٖ۔ جو ہر حال میں
نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کا مملوک
نہ جانے۔ وہ سنت نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً
خبردار نہ ہوگا + (رابعاً) - مولانا عبد العزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں
نقل فرماتے ہیں۔ کہ حق سبحانہٗ وتعالٰے زبور شریف میں فرماتا ہے:۔
يَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ
اُبَارِكُ عَلَيْكَ فَتَقَلَّدِ السَّيْفَ فَاِنَّ بَهَاءَكَ وَحَمْدَكَ
الْغَالِبُ اِلٰى قَوْلِهٖ اَلْاُمَمُ يَخِرُّوْنَ تَحْتَكَ كِتَابٌ حَقٌّ
جَاءَ اللّٰهُ بِهٖ مِنَ الْيُمْنِ وَالتَّقْدِيْسِ مِنْ جَبَلِ فَارَانَ وَامْتَلَاَتِ
الْاَرْضُ مِنْ تَحْمِيْدِ اَحْمَدَ وَتَقْدِيْسِهٖ وَمَلَكَ الْاَرْضَ وَرِقَابَ
الْاُمَمِ۔ اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت نے جوش مارا۔ میں اس لئے
تجھے برکت دیتا ہوں۔ تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف
ہی غالب ہے۔ سب اُمتیں تیرے قدموں میں گریں گی۔ سچی کتاب لایا
اللہ برکت و پاکی کے ساتھ۔ مکہ کے پہاڑ سے بھر گئی زمین احمد کی حمد
اور اس کی پاکی بولنے سے احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام اُمتوں کی
گردنوں کا۔ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم + کیا زبور پاک کے ارشاد کو بھی
معاذ اللہ خلاف واقع کہا جائے گا + خامساً۔ امام احمد مسند میں

بِطَرِیْقِ اَبِیْ مَعْشَرِ الْبَرَاءِ ثنی صَدَقَۃُ بْنُ طَیْسَلَۃَ ثنی مَعْنُ بْنُ ثَعْلَبَۃَ الْمَازِنِیُّ وَالْحَیُّ بَعْد ثنی الاَعْشٰی الْمَازِنِیُّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور عبداللہ بن احمد زوائد مسند میں بِطَرِیْقِ عَوْفِ بْنِ کَہْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ صَدَقَۃَ بْنِ طَیْسَلَۃَ الخ اور امام جعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں بِطَرِیْقِ اَبِیْ مَعْشَرِ الْمَذْکُوْرِ نَحْوَ رِوَایَۃِ اَحْمَدَ سَنَدًا وَّمَتْنًا۔ اور ابن خیثمہ۔ و ابن شاہین بِھٰذَا الطَّرِیْقِ وَبِغَیْرِہٖ اور بغوی و ابن السکن و ابن اَبِیْ عَاصِمٍ بِطَرِیْقِ الْجُنَیْدِ بْنِ اَمِیْنِ بْنِ ذُرْوَۃَ بن نَضْلَۃَ بْنِ طَرِیْفِ بْنِ بُھْصُلِ الحرمازی عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ نَضْلَۃَ۔ حضرت اعشٰی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ بہ خدمت اقدس حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں اپنے بعض اقارب کی ایک فریاد لے کر حاضر ہوئے۔ اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی۔ جس کی ابتدا اس مصرعہ سے تھی:۔

ع یَا مَالِکَ النَّاسِ وَدَیَّانَ الْعَرَبِ

اے تمام آدمیوں کے مالک! اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے!

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کی فریاد سُن کر رفع شکایت فرمادی۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو ایک شخص کا مالک کہنا آپ کے گمان میں معاذ اللہ کذب تھا۔ تو تمام آدمیوں کا مالک بتانا یا مالک الناس کہکر حضور کو ندا کرنا عیاذاً باللہ سنکھوں مہاسنکھوں کذب کا مجموعہ ہوگا۔ حالانکہ یہ حدیث جلیل شہادت دے رہی ہے

کہ صحابی نے حضور کو مالکِ تمام بشر کہا۔ اور حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے مقبول و مقرر رکھا ؛

ساؔدساً۔ بات یہ ہے۔ کہ آپ کے خیالِ شریف میں مالک و مملوک کے یہی معنے تھے۔ کہ زید عمرو کو تانبے کے کچھ ٹکوں یا چاندی کے چند ٹکڑوں پر خریدے۔ جبھی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مالکیّت کو خلافِ واقع فرمادیا۔ حالانکہ یہ مالکیت سخت پوچ لچر محض بے وقعت بیقدر ہے۔ کہ جان در کنار گوشت پوست پر بھی پوری نہیں۔ سچی کامل مالکیّت وہ ہے۔ کہ جان و جسم سب کو محیط اور جِنّ و بشر سب کو شامل ہے۔ یعنی اولٰے بالتصرف ہونا کہ اُس کے حضور کسی کو اپنی جان کا بھی اصلاً اختیار نہ ہو۔ یہ مالکیّت حقّہ صادقہ محیطہ شاملہ تامّہ کاملہ حضور پُر نور مالک الناس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بخلافتِ کبرائے حضرت کبریا عزّ و علا تمام جہان پر حاصل ہے۔ قَالَ اللہُ تبارک و تعالےٰ۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ نبی زیادہ والی و مالک مختار ہے۔ تمام اہلِ ایمان کا خود اُن کی جانوں سے۔ وَقَالَ تبارک و تعالےٰ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَنْفُسِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ۔ نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو جب حکم کردیں (فیصلہ کردیں) اللہ و رسول کسی بات کا۔ کہ انہیں کچھ اختیار رہے۔ اپنی جانوں کا۔ اور جو حکم نہ مانے اللہ اور رسول کا۔ تو وہ صریح گمراہ ہوا ؛

رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں :- اَنَا اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَ الْبُخَارِیُّ وَ مُسْلِمٌ وَالنَّسَائِیُّ وَ ابْنُ مَاجَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ

اگر یہ معنے مالکیت جناب مجیب کے خیال میں ہوتے۔ تو محمّد رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی مالکیت کو خلافِ واقع نہ جانتے اور خود اپنی جان اور سارے جہان کو محمّد رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی مِلک جانتے۔ اور اس سے زائد مرتبہ حق حقائق ہے۔ جس کے سننے کو گوش شنوا سمجھنے کو دلِ بینا درکار ہے۔ وَ مَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ۝ وَ لَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَ لَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۝

سابعًا۔ حدیث صحیح مسلم محض بے محل مذکور ہوئی۔ حدیث میں تعلیم تواضع و نفی تکبر اور آقاؤں کو ارشاد ہے۔ کہ اپنے غلاموں کو اپنا عبد نہ کہو۔ نہ یہ کہ غلام بھی۔ اپنے کو مولےٰ کا عبد۔ یا دوسرے انکو انکے عبید نہ کہیں۔ یہ ہے قرآن کہ ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرما رہا ہے آیت عنقریب گذری۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں: لَیْسَ عَلَی الْمُسْلِمِ فِیْ عَبْدِهٖ وَلَا فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ۔ مسلمان پر اپنے عبد اور اپنے گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالسِّتَّةُ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْهُ ✦ فقہ کا محاورۂ عامہ دائمہ صدر اوّل سے آجتک مستمرہ ہے۔ اَعْتَقَ عَبْدَهٗ و بِرَ عَبْدَهٗ۔ خود مولوی مجیب صاحب اپنے رسالہ نفع المفتی مسائل متعلقہ جمعہ میں فرماتے ہیں

اِنْ اَذِنَ الْمَوْلٰی عَبْدَہٗ لَھَا تَخَیَّرُ وہیں ہے وَلِلْمَوْلٰی مَنْعُ عَبْدِہٖ عجب ہے۔ کہ زید و عمرو بلکہ کسی کافر و مشرک کے غلام کو اُس کا عبد کہنے پر حدیث وارد نہ ہو۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو اُن کا عبد کہنے پر معترض ہو + اور سُنیئے تو سہی۔ امام ابو حذیفہ اسحاق بن بشیر فتوح الشام اور حسن بن بشران اپنے فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے راوی کہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا:- قَدْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ۔ مَیں حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا۔ تو مَیں حضور کا عبد تھا۔ حضور کا بندہ حضور کا خدمتی تھا۔ نیز ابن بشران امالی اور ابو احمد دہقان جزء حدیثی اور ابن عساکر تاریخ دمشق اور لالکائی کتاب السنۃ میں افضل التابعین سیّدنا سعید بن المسیّب بن حزن رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے راوی جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ خلیفہ ہوئے۔ منبر اطہر حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا۔ حمد و درود کے بعد کہا۔ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تُؤْنِسُوْنَ مِنِّیْ شِدَّةً وَّغِلْظَةً وَذٰلِكَ اِنِّیْ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ۔ لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اور میں حضور کا عبد حضور کا بندہ اور

حضور کا خدمتگار تھا - الحدیث - اب تو ظاہر ہوا - کہ حدیث مسلم کو اس محل سے اصلاً تعلق نہیں - ذرا وہابی صاحب بھی اتنا حس رکھتے ہیں - کہ یہ حدیث نفیس جس میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے آپ کو عبد النبی - عبد الرسول - عبد المصطفےٰ کہہ رہے ہیں - اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا مجمع عام زیر منبر حاضر ہے - سب سنتے اور قبول کر رہے ہیں - جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے بھی ازالۃ الخفا میں بحوالہ ابو عذبۃ وکتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں استناداً ذکر کی - اور مقرر رکھی - امیر المومنین کو جس طرح بجرم ترویج تراویح معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھدیا - یہاں حیاداً باللہ مشرک کہہ سکتے اور آپ کے اصول مذہب ناتہذب پر ضرور کہنا پڑے گا - مگر صاحبو! ذرا دیچ سمجھ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن بھی اسی پتھر کے تلے دبا ہے - ع

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر　　اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم - خیر بات دور پہنچی - لفظ عبد و بندہ کی تحقیق تام وتفصیل احکام فقیر کی کتاب مجیر معظم شرح اکسیر اعظم ملاحظہ ہو - یہاں یہ گزارش کرنی ہے - کہ مولوی مجیب صاحب کے اس فتوے نے اس ادعائے ایہام کا کام تمام کر دیا - عبد النبی میں جناب کے نزدیک تین احتمال تھے - ایک شرک ایک کذب ایک صحیح تو ناجائز احتمال جائز سے دونے تھے - با اینہمہ اس کا حکم صرف خلاف اولےٰ فرمایا - جو ممانعت و کراہت تحریمی درکنار - کراہت تنزیہی کو بھی مستلزم نہیں - ہر مستحب کا ترک خلاف اولےٰ ہے - مگر مطلقاً مکروہ تنزیہی نہیں - ردالمحتار

میں بحرالرائق سے ہے:۔ لَا يَلْزَمُ مِنْ تَرْكِ الْمُسْتَحَبِّ ثُبُوْتُ الْكَرَاهَةِ إِذْ لَا بُدَّ لَهَا مِنْ دَلِيْلٍ خاص اسی میں تحریر الاصول سے ہے خِلَافُ الْاَوْلٰى مَا لَيْسَ فِيْهِ صِيْغَةُ نَهْيٍ كَتَرْكِ صَلٰوةِ الضُّحٰى بِخِلَافِ الْمَكْرُوْهِ تَنْزِيْهًا۔ تو ہدائیت علی جس میں چار احتمالوں سے صرف ایک باطل ہے۔ یعنی جائز احتمالات ناجائز سے تگنے ہیں۔ یہ کس طرح خلاف اُولے درکنار مکروہ تنزیہی سے بھی گذر کر لازم الاحتراز ہو گیا۔ اربعہ کے حساب سے تو اسے خلاف اولے کا نصف بھی نہ ہونا چاہئے تھا۔ بلکہ صرف ۳/۸ یعنی مباح مساوی الطرفین سے اگر سیر بھر دوری پر خلاف اولیٰ کہا جائے تو ہدائیت علی میں صرف ڈیڑھ پاؤ ہو گی۔ اس لئے کہ ۲/۳ :: ۱ : ۱/۴ مجہول پس ۱/۴ × ۲/۳ = ۳/۸۔ خیر یہ حساب تو ایک تطییب قلوب ناظرین تھا۔ حق یہ ہے۔ کہ ہدائیت علی میں اصلاً کوئی وجہ کراہت تنزیہی کی بھی نہیں لزوم احتراز تو بڑی چیز ہے۔ اور فی الواقع ہر ادنے عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ عبد النبی سے ہدائیت علی کو نسبت ہی کیا ہے۔ جب وہ صرف خلاف اُولے ہے۔ تو اسے خلاف اُولے کہنا بھی محض بے جا ہے۔ کلام یہاں کثیر ہے۔ اور جس قدر مذکور ہوا۔ طالب حق کے لئے کافی۔ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَيَهْدِي السَّبِيْلَ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے النبی الامی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۲۔ ۶ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ ہجری کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں۔ کہ موسم سرما میں زوال کس وقت ہوتا ہے۔ اور موسم گرما میں کس وقت؟ اگر موسم سرما میں زوال بحساب قمری بارہ بجے سے پیشتر ہوتا ہے۔ تو بارہ بجے سے پہلے جو شخص نماز ظہر

پڑھے گا۔ اُس کی نماز ہو گی۔ یا نہیں؟ جواب مدلّل ارقام فرمائیے۔ بیّنوا توجروا ؁

الجواب:۔ دھوپ گھڑی سے تو ایسا ہی ہے۔ کہ زوال ہمیشہ ٹھیک بارہ بجے ہوتا ہے۔ نہ کبھی پیشتر ہو۔ نہ بعد۔ مگر گھڑیوں کے اعتبار سے وقت بلدی سے صرف چار دن ۱۶ر اپریل۔ ۱۵ر جون یکم ستمبر۔ ۲۵ر دسمبر کے سوا کسی دن ٹھیک بارہ بجے زوال نہیں ہوتا۔ گھڑیوں کی چال روزانہ ایک سی ہے۔ اور آفتاب کی چال کبھی ایک سی نہیں۔ اوج ۴ر جولائی سے حضیض ۳ر جنوری تک تیز ہوتی ہے۔ کہ ہر روز پہلے دن سے زیادہ قوس قطع کرتا ہے۔ اور روزانہ زیادت بھی یکساں نہیں۔ بلکہ آئندہ زیادت پہلی زیادت سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ حضیض پر اگر غایت سُرعت پر پہنچتا ہے۔ پھر حضیض ۴ر جنوری سے اوج ۳ر جولائی تک چال سُست ہوتی ہے۔ کہ ہر روز پہلے دن سے کم قوس قطع کرتا ہے۔ اور روزانہ کمی بھی پہلی کمی سے کم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اوج پر پہنچکر نہائیت درنگ ہو جاتا ہے۔ پھر وہی دَورہ آغاز پاتا ہے۔ اور اب اِس سبب سے کہ ہندوستان میں عام طور پر ریلوے وقت رائج ہے۔ یہ چار دن بھی برابری کے باقی نہ رہے بلکہ بلادِ شرقیہ میں بقدرِ تفاوت طولین تمام تعدیلات ناقص ہونگی۔ اور بلادِ غربیہ تمامی تعدیلات اُسی قدر بڑھ جائیں گی۔ مثلاً بریلی کے لئے اگر خاص شہر کا وقت دیا جائے۔ تو بلا شبہ یہی چار دن برابری کے ہونگے جن میں زوال جیبی گھڑی اور دھوپ گھڑی دونوں سے ٹھیک ۱۲ بجے ہوگا۔ اور اگر ریلوے سے وقت دیا جائے۔ تو بقدرِ تفاوت طولین

۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ہی۔ تمامی تعدیلات زائد ہوجائینگی۔ تواب چاروں برابری کی جنمیں دونوں وقتوں سے زوال ٹھیک ۱۲ بجے تھا۔ ۱۲ سیکنڈ ۱۲ منٹ ۱۲ ت پر ہوگا۔ وعلیٰ ہٰذاالقیاس تعمیم نفع کے لئے ایک جدول نصف النہار حقیقی وشروع وقت ظہر بریلی بحذف سیکنڈ کہ ایک زمانہ کے لئے کارآمد ہو۔ ریلوے وقت سے دیاجاتا ہے۔ کہ اسوقت وہی رائج ہے۔ ان وقتوں میں اگر ۱۲ منٹ کم کردیئے جائیں۔ تو اصلی وقت بریلی کا ہوگا ؛

جدول نصف النہار حقیقی وشروع وقت ظہر بریلی

تاریخ شمسی	وقت ت	منٹ	تاریخ شمسی	وقت ت	منٹ	تاریخ شمسی	وقت ت	منٹ	تاریخ شمسی	وقت ت	منٹ
یکم جنوری	۱۲	۵	۲۵ فروری	۱۲	۲۵	۱۵ اپریل	۱۲	۱۲	۲۳ جون	۱۲	۱۴
۲	۱۲	۱۶	۳ مارچ	۱۲	۲۴	۱۲ 〃	۱۲	۱۲	۲۷ 〃	۱۲	۱۵
۴	۱۲	۱۷	۷	۱۲	۲۴	۱۶	۱۲	۱۱	۲ جولائی	۱۲	۱۶
۶	۱۲	۱۸	۱۱	۱۲	۲۲	۲۴	۱۲	۱۰	۸	۱۲	۱۷
۹	۱۲	۱۹	۱۵	۱۲	۲۱	۲۹	۱۲	۹	۱۵	۱۲	۱۸
۱۱	۱۲	۲۰	۱۹	۱۲	۲۰	۸ مئی	۱۲	۸	۹ اگست	۱۲	۱۷
۱۴	۱۲	۲۱	۲۳	۱۲	۱۹	۲۴	۱۲	۹	۱۶	۱۲	۱۶
۱۷	۱۲	۲۲	۲۵	۱۲	۱۸	۲ جون	۱۲	۱۰	۲۱	۱۲	۱۵
۱۹	۱۲	۲۳	۲۹	۱۲	۱۷	۸	۱۲	۱۱	۲۶	۱۲	۱۴
۲۳	۱۲	۲۴	یکم اپریل	۱۲	۱۶	۱۳	۱۲	۱۲	۲۸	۱۲	۱۳
۲۷	۱۲	۲۵	۴	۱۲	۱۵	۱۵	۱۲	۱۳	یکم ستمبر	۱۲	۱۲
یکم فروری	۱۲	۲۶	۸	۱۲	۱۴	۱۸	۱۲	۱۳	.		.
.		.	۱۱	۱۲	۱۳	.		.	.		.

تاریخ شمسی	وقت ت	منٹ	تاریخ شمسی	وقت ت	منٹ	تاریخ شمسی	وقت ت	منٹ
۲ ستمبر	۱۲	۱۲	۱۰ اکتوبر	۱۱	۵۹	۶ دسمبر	۱۲	۵
۴	۱۲	۱۱	۱۴	۱۱	۵۸	۱۳	۱۲	۶
۷	۱۲	۱۰	۲۸	۱۱	۵۷	۱۵	۱۲	۷
۱۰	۱۲	۹	۲۴	۱۱	۵۶	۱۷	۱۲	۸
۱۳	۱۲	۸	۱۵ نومبر	۱۱	۵۷	۱۹	۱۲	۹
۱۶	۱۲	۷	۲۱	۱۱	۵۸	۲۱	۱۲	۱۰
۱۹	۱۲	۶	۲۵	۱۱	۵۹	۲۳	۱۲	۱۱
۲۱	۱۲	۵	۲۸	۱۲	۰	۲۵	۱۲	۱۲
۲۴	۱۲	۴	یکم دسمبر	۱۲	۱	۲۶	۱۲	۱۲
۲۷	۱۲	۳	۴	۱۲	۲	۲۷	۱۲	۱۳
۳۰	۱۲	۲	۶	۱۲	۳	۲۹	۱۲	۱۴
۳ اکتوبر	۱۲	۱	۹	۱۲	۴	۳۱	۱۲	۱۵
۷	۱۲	۰	۰		۰	۰		۰

رامپور و دیگر بلاد کے لئے بھی یہ نقشہ بحسب زیادتی یا کمی وقت بریلی موافق نقشہ جات رمضان المبارک معدل کر لینے سے ایک زمانہ تک کے لئے ابتدائی وقت ظہر معلوم کرنے کا ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہوگا۔ نماز ظہر میں گھڑیوں کے ۱۲ بجے کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھی ہوگئی۔ اور قبل پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔ ۲۸ نومبر کو بریلی

میں ریلوے ٹائم سے ٹھیک ۱۲ بجے نصف النہار ہے۔ پھر بعد کو ہوا کریگا۔ یہاں تک یکم فروری کو ۱۲ ت ۲۶ منٹ پر ہوکر گھٹنا شروع ہوگا۔ حتٰی کہ ۸ رمئی کو ۱۲ ت ۸ منٹ پر ہوگا۔ پھر بڑھنا شروع ہوگا یہاں تک کہ ۱۵ رجولائی کو ۱۲ ت ۸ منٹ پر ہوگا۔ پھر گھٹتے گھٹتے ۷ راکتوبر کو ٹھیک ۱۲ بجے ہوکر گھٹتا رہا۔ یہاں تک کہ ۱۲ بجے سے پہلے وقت ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ ۴ ۲ راکتوبر کو منتہائی نقصان ۱۱ ت ۵۶ منٹ پر آکر بڑھنا شروع ہوگا۔ اور ۲۸ رنومبر کو پھر ٹھیک ۱۲ بجے زوال ہوگا۔ تو ۷ راکتوبر سے ۲۸ رنومبر تک جس شخص نے ٹھیک ۱۲ بجے یا کچھ پہلے مگر نصف النہار کے بعد نماز پڑھ لی۔ نماز ہوگئی۔ ہاں جس نے وقت سے پہلے پڑھی اُسکی نہ ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۲۳ - ۱۱ رجمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایمان کی تعریف کیا ہے۔ اور ایمان کامل کیسے ہوتا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر بات میں سچا جاننا۔ حضور کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے۔ جو اس کا مقر ہے۔ اُسے مسلمان جانیں گے۔ جب کہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول کا انکار یا تکذیب یا توہین نہ پائی جائے۔ اور جس کے دل میں اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علاقہ تمام علاقوں پر غالب ہو۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کے محبوبوں سے محبت رکھے اگرچہ

اپنے دشمن ہوں۔ اور اللہ تعالٰے و رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے مخالفوں اور بدگویوں سے عداوت رکھے۔ اگرچہ اپنے جگر کے ٹکڑے ہوں۔ جو کچھ دے۔ اللہ تعالٰے کے لئے دے۔ جو کچھ روکے۔ اللہ تعالٰے کے لئے روکے۔ اُس کا ایمان کامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ ہجری۔ علمائے اہلِ سنّت وجماعت کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ آجکل اکثر سُنّی فرقہ باطلہ کی صحبت میں رہ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہوگئے ہیں۔ اگرچہ حضور کی تصانیف کثیرہ میں ہر قسم کے مسائل موجود ہیں۔ لیکن احقر کی نگاہ سے یہ مسئلہ نہیں گذرا۔ اس واسطے اِس کی زیادہ ضرورت ہوئی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کی نسبت زید کہتا ہے۔ کہ وہ اچھے شخص تھے۔ یعنی اُنہوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم اور آلِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم یعنی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالٰے عنہ سے لڑکر اُن کی خلافت لے لی۔ اور ہزارہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم کو شہید کیا۔ بکر کہتا ہے۔ کہ میں ان کو خطا پر جانتا ہوں۔ کہ اُن کو امیر نہ کہنا چاہئے۔ عمرو کا یہ قول ہے۔ کہ وہ اجلۂ صحابہ میں سے ہیں۔ اُن کی توہین کرنا گمراہی ہے۔ ایک اور شخص جو اپنے آپ کو سُنّی المذہب کہتا۔ اور کچھ علم بھی رکھتا ہے۔ حق یہ ہے۔ کہ وہ بڑا جاہل ہے اور وہ کہتا

ہے۔ کہ سب صحابہ اور خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ (نعوذ باللہ منہا) لالچی تھے۔ کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعش مبارک رکھی تھی۔ اور وہ اپنی اپنے خلیفہ ہونے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ ان چاروں شخصوں کی نسبت کیا حکم ہے۔ اور کیا ان کو سُنّت جماعت کہہ سکتے ہیں۔ یا نہیں؟ اور حضور کا اس مسئلہ میں کیا مذہب ہے؟ جواب مدلّل اور عام فہم ارقام فرمائیے۔ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب:۔ اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابۂ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بہ ایمان ہوئے۔ اور راہِ خدا میں مال خرچ کیا۔ جہاد کیا۔ دُوسرے وُہ کہ بعد میں فرما دیا۔ وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۔ دونوں فریق سے اللہ تعالےٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ اُن کو فرماتا ہے:۔ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ وہ جہنّم سے دُور رکھے گئے ہیں۔ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۝ اُس (دوزخ) کی بھنک تک نہیں سُنیں گے۔ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اُنہیں غمگین نہ کرے گی۔ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ فرشتے اُن کا استقبال کریں گے۔ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر صحابی

کی یہ شان اللہ عزّ وجلّ بتاتا ہے۔ تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے۔ وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔ اور اُن کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں۔ ارشادِ الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہلِ اسلام کا کام نہیں ہے۔ ربّ عزّ وجلّ نے اِسی آیت میں اُس کا مُنہ بھی بند فرما دیا۔ کہ دونوں فریقِ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ اور اللہ تعالےٰ کو خوب خبر ہے۔ جو کچھ تم کرو گے۔ بااینہمہ مَیں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اِس کے بعد جو کوئی بکے۔ سر کھائے۔ خود جہنم جائے۔

علّامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الرّیاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:۔ وَمَنْ يَّكُوْنُ يَطْعَنُ فِيْ مُعٰوِيَةَ فَذَاكَ مِنْ كِلَابِ الْهَاوِيَةِ۔ جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر زبانِ طعن دراز کرے۔ وہ جہنمی کتّوں میں سے ایک کتّا ہے۔

اُن چار شخصوں میں سے عمرو کا قول سچّا ہے۔ زید و بکر دونوں جھوٹے ہیں۔ اور چوتھا شخص سب سے بدتر خبیث رافضی تبرّائی ہے۔

امام کا مقرر کرنا ہر مہم سے زیادہ مہم ہے۔ تمام انتظام دین و دُنیا اسی سے متعلّق ہے۔ اور حضور اقدس صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا جنازۂ انور اگر قیامت تک رکھّا رہتا۔ اصلاً کوئی خلل محتمل نہ تھا۔ انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے اجسامِ طاہرہ بگڑتے نہیں۔ سیّدنا سلیمان علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بعد انتقال ایک سال کھڑے رہے۔ سال بھر کے بعد دفن ہوئے۔ جنازۂ مبارکہ حجرۂ اُمّ المؤمنین حضرت صدّیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا میں تھا۔ جہاں اب مزارِ انور ہے۔ اِس سے باہر لے جانا نہ تھا۔

چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو اِس نمازِ اقدس
سے مشرف ہونا ایک ایک جماعت آتی۔ اور پڑھتی۔ اور باہر جاتی۔
پھر دوسری آتی۔ یُوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہُوا۔ اگر تین برس میں
ختم ہوتا۔ تو جنازۂ اقدس تین برس یُوں ہی رکھا رہنا تھا۔ کہ اِس وجہ سے
تاخیر دفنِ اقدس ضروری تھا۔ اِنہیں کے نزدیک۔ یہ اگر لالچ کے سبب
سے تھا۔ تو سب سے سخت تر الزام حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ
وجہہ پر ہے۔ یہ تو لالچی نہ تھے۔ اور کفن دفن کا کام گھر والوں سے ہی
متعلق ہوتا ہے۔ یہ کیوں تین دن تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے
اُنہوں نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام کیا ہوتا۔ پچھلی خدمت
بجائے لائے ہوتے۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ اعتراض ہی ملعون ہے۔ اور
جنازۂ انور کا جلد دفن نہ کرنا ہی مصلحت دینی تھا۔ جس پر حضرت
علی مرتضیٰ اور سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اجماع کیا۔ مگر

چشمِ بداندیش کہ برکندہ باد عیب نماید بہ نگاہش ہنر

یہ خبیثا خذلہم اللہ تعالےٰ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو ایذا نہیں
دیتے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دیتے ہیں۔
حدیث شریف میں ہے: مَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ
اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ فَیُوْشِکُ اللّٰہُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ جس نے میرے
صحابہ کو ایذا دی۔ اُس نے مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے
اللہ تعالےٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ کو ایذا دی
تو قریب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اُسے گرفتار کرے کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
والعیاذ باللہ تعالےٰ واللہ تعالےٰ اعلم۔ بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۵ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ ہجری۔ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید کچھ روپیہ دہقانوں کو فصل سے پہلے اس شرط پر تقسیم کر دیتا ہے۔ کہ جس وقت روپیہ دیا۔ گندم خواہ کوئی غلہ ۱۰ سیر کا تھا۔ اور ۱۴ سیر فی روپیہ نرخ ٹھیرا کر روپیہ دے دیا اب فصل پر خواہ کوئی نرخ کم و بیش ۱۴ سیر سے فروخت ہو۔ لیکن وہ فی روپیہ ۱۴ سیر کے حساب سے غلہ لے لیگا۔ بکر کہتا ہے۔ کہ تو نے سود لیا۔ کیونکہ نرخ سے زیادہ ٹھیرا لیا۔ شرع شریف سے اس کا جواب باصواب ارقام فرمائیں۔ بینوا۔ توجروا۔

الجواب۔ یہ صورت بیع سلم کی ہے۔ اگر اس کے سب شرائط پائے گئے۔ تو بلاشبہ جائز ہے۔ اور کسی طرح سود نہیں۔ اگرچہ دس سیر کی جگہ دس من قرار دے۔ ہاں اگر جبر ہے۔ تو حرام ہے۔ اگر دس سیر کی جگہ سیر ہی بھر لے۔ لقولہ تعالیٰ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ اور اگر بیع رضامندی سے ہوئی۔ مگر کوئی شرط رہ گئی۔ مثلاً غلہ کی جنس یا نوع یا صفت یا وزن کی تعیین نہ ہوئی۔ یا وہ چیز جو اس وقت سے وقت وعدہ تک ہر وقت بازار میں موجود نہ رہے گی۔ یا میعاد مجہول رکھی۔ یا اُسی جلسہ میں روپیہ تمام و کمال ادا نہ کر دیا۔ تو ضرور حرام و سود ہے۔ اگرچہ نرخ بازار سے کچھ زیادہ نہ ٹھیرا۔ اور اگر خرید و فروخت کا مضمون درمیان نہ آیا۔ مثلاً اس نے کہا۔ کہ ۱۴ سیر لیں گے اُس نے کہا دوں گا۔ تو یہ نہ سود نہ حرام۔ نہ اس کے لئے کسی شرط کی حاجت۔ نہ اُسے اس پر مطالبہ پہنچے۔ اُس کی خوشی پر ہے۔ چاہے دے۔ چاہے نہ دے۔ کہ یہ سرے سے بیع ہی نہ ہوئی۔ نرا وعدہ ہوا۔

واللہ تعالےٰ اعلم ✦ فقیر احمد رضا عفی عنہٗ ✦

مسئلہ ۲۶ - ۱۹ر جمادی الآخر ۱۳۲۷ھ ہجری - کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ میں فصل پر گندم ۱۵ ۱۱ر کے دوں گا - اور خالد نے بکر سے دس روپیہ اس شرط پر مانگے کہ جو نرخ بازار فصل پہ ہوگا - اسی نرخ سے دس روپیہ کے گندم دوں گا - بکر نے کہا - کہ میرے پاس اس وقت روپیہ نہیں ہے - تم دونوں شخص دس دس روپیہ کے گندم جو اس وقت دس سیر کا نرخ ہے - لے جاؤ - دونوں شخص رضامندی سے گندم حسب شرائط بالا لے گئے - اور فروخت کر کے دس دس روپیہ اپنے اپنے صرف میں لائے - اب زید کو فصل پر فی روپیہ ۱۵ ۱۱ر گندم حسب وعدہ - اور خالد کو ۱۲ ۱۱ر فی روپیہ گندم نرخ بازار دینا ہوئے - یہ بیع جائز ہے - یا نہیں؟ اور اگر بکر خالد کو حسب شرائط بالا یعنی جو فصل پہ نرخ ہوگا دوں گا - دیتا - تو جائز ہوتا یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ✦

الجواب - یہ صورت حرام قطعی - اور خالص سود ہے - ڈھائی من گیہوں جو اُس نے دیئے - اُن سے زیادہ لینا حرام حرام حرام - اور اگر روپیہ دیتا - تو اُس میں دو صورتیں تھیں - روپیہ قرض دیتا - اور یہ شرط ٹھیرا لیتا - کہ ادا کے وقت گیہوں دینا - تو شرط باطل تھی - زید و خالد پر صرف اتنا روپیہ ادا کرنا تھا - اور اگر گیہوں کی خریداری کرتا - اور روپیہ پیشگی دیتا - تو یہ صورت بیع سلم کی تھی - اگر اُس کے شرائط پائے جاتے جائز ہوتی - ورنہ حرام - واللہ تعالےٰ اعلم ✦ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ✦

مسئلہ ۲۷ - یکم شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ ہجری - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نمازِ جمعہ ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے۔ جامع مسجد ہے - اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے - یا وہی ایک مسجد جو متّصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے - اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کتنے آدمی ہوں - جو جمعہ ہو سکے - اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے؟ بیّنوا توجروا ⁜

الجواب :- جامع مسجد وہی ایک ہے - شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہونے کی ممانعت نہیں - جمعہ کے لئے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں - مگر جمعہ و عیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا - وہی ہو گا - جو سلطانِ اسلام ہو - یا اُس کا نائب - یا اُس کا ماذون - اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو - تو بضرورت جسے عام نمازی امامِ جمعہ مقرر کر لیں - جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے - مگر جبکہ دوسری مسجد کا امام اعلم و افضل ہو - واللہ سبحانہ و تعالےٰ اعلم ⁜

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدٍ المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۲۸ - ۱۵ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ ہجری - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طلاق کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور وہ کون کون لفظ ہیں جن سے طلاق ہو جاتی ہے - اور پھر اُسے اپنے نکاح میں کیسے لایا جا سکتا ہے؟ بیّنوا توجروا ⁜

الجواب :- طلاق کی تین قسمیں ہیں - ۱- رجعی - ۲- بائن - ۳- مغلظہ ⁜ طلاقِ رجعی وہ جس سے عورت فی الحال نکاح سے نہیں نکلتی -

عدت کے اندر اگر شوہر رجعت کرے۔ تو پھر وہ بدستور اُس کی زوجہ رہیگی ہاں عدت گذر جائے۔ اور رجعت نہ کرے۔ تو اُس وقت نکاح سے نکلے گی۔ پھر بھی برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں + طلاق بائن وہ جس سے عورت فی الفور نکاح سے نکل جاتی ہے۔ ہاں برضائے خود نکاح کر سکتے ہیں۔ عدت کے اندر۔ خواہ بعد + طلاقِ مغلظ وہ کہ عورت فوراً نکاح سے نکل بھی گئی۔ اور اب کبھی ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ جب تک حلالہ نہ ہو۔ یہ تین طلاقوں سے ہوتا ہے۔ خواہ ایک ساتھ ہی دی ہوں۔ خواہ برسوں کے فاصلہ سے + رجعی دی ہو۔ یا بائن۔ یا بعض رجعی۔ بعض بائن طلاق کے سینکڑوں لفظ ہیں۔ بعض سے رجعی پڑتی ہے۔ بعض سے بائن۔ بعض سے مغلظ۔ رجعی و بائن کے تقریبًا دو سو لفظ ہم نے اپنے فتاوے میں ذکر کئے +

واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم +

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۲۹ - ۲۷ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و خلیفہ مرسلین مسائل ذیل میں۔ صاحبِ نصاب رائج الوقت کے کتنے روپیہ سے ہو سکتا ہے؟ کیا نوٹ اور روپیہ کا ایک ہی حکم ہے؟ نوٹ تو چاندی سونے سے علیحدہ کاغذ ہے۔ نیمندی زکوٰۃ کا کیا دینا ہوتا ہے؟ جس شخص کے پاس روپیہ نہ ہو۔ اور سونے چاندی کا زیور روز مرہ پہننے کا بقدر نصاب ہو۔ کیا اُس کو اُس زیور میں سے زکوٰۃ دینا ہوگی؟ جس روپیہ میں سے زکوٰۃ پہلے سال دے دی۔ اور باقی روپیہ بدستور دوسرے سال تک رکھا رہا۔ اب

دوسرے سال آنے پر گیا پھر اُسی روپیہ میں سے جس کی پہلے سال زکوٰۃ دے چکا ہے۔ دینا ہوگی۔ فطرہ کے گندم بریلی کے وزن سے فی کس کتنے ہونے چاہئیں۔ جو شخص روزہ رکھے۔ یا نہ رکھے۔ بالغ یا نابالغ سب کا فطرہ دینا واجب ہے۔ جو شخص بوجہ ضعیفی کے روزہ نہ رکھ سکے۔ اُس کو فی روزہ کتنی خوراک مسکین کو دینا ہوگی۔ وہ مسکین روزہ دار ہو۔ یا غیر روزہ دار بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب :- (۱) نصاب انگریزی رائج الوقت روپوں سے چھپّن روپے ہے۔ (۲) نوٹ اور روپیہ کا ایک حکم نہیں ہو سکتا۔ روپیہ چاندی ہے۔ کہ پیدائشی ثمن ہے۔ اور نوٹ کاغذ ہے۔ اصطلاحی ثمن ہے۔ تو جب تک چلے۔ اُس کا حکم پیسوں کے مثل ہے۔ کہ وہ بھی اصطلاحی ثمن ہیں۔ (۳) زکوٰۃ ہر نصاب و خمس نصاب پر چالیسواں حصّہ ہے۔ اور مذہب صاحبین پر نہایت آسان حساب اور فقراء کے لئے نافع یہ ہے کہ فیصدی ڈھائی روپیہ۔ (۴) بیشک زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ (۵) دس برس رکھا رہے۔ ہر سال زکوٰۃ دینا واجب ہوگی۔ جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے۔ یہ اس لئے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی۔ دوسرے سال اُسی قدر کا مدیون ہے۔ تو اتنا کم کرکے باقی پر زکوٰۃ ہوگی۔ یُوں ہی اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کرکے جو بچے۔ اگر خود یا اور اُس کے اور مال زکوٰۃ سے ملکر نصاب ہے۔ تو زکوٰۃ ہوگی۔ ورنہ نہیں۔ (۶) اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر۔ (۷) اپنا صدقہ واجب ہے۔ اور اپنی نابالغ اولاد کا اگرچہ ایک ہی دن کی ہو۔ اور بالغ اولاد۔ یا زوجہ صاحبِ نصاب ہوں۔ تو اُن کا صدقہ اُن پر ہے۔ نہ ہوں۔ تو کسی پر نہیں۔ غرض اس سے کبھی حال

اُس کا مطالبہ نہیں۔ ہاں اُن کے اذن سے اُن کی طرف سے دے دے۔ تو احسان ہے ✤ (۸) فی روزہ وہی اٹھنی بھر اوپر پونے دو سیر گیہوں فی روزہ خوراک مسکین کو دے ✤

واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ✤

کتبہ عبدہٗ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۳۰۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں اہلِ شریعت اِس مسئلہ میں کہ آج کل عموماً بہت لوگ مسجدوں میں دنیوی باتیں کرتے۔ بلکہ بعض بیباک گستاخ لوگ تو قہقہہ آپس میں دل لگی کرتے ہیں۔ اور مسجد کا کوئی ادب نہیں سمجھتے کہ یہ خانۂ خدا ہے۔ اُن کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور مسجد میں باتیں کرنے کی مذمت اور خاموش رہنے کی بھلائی مع حدیث شریف بیان فرمائی جائے۔ تاکہ ایسے لوگ عبرت حاصل کریں ✤

الجواب :۔ مسجد میں دُنیا کی بات نیکیوں کو ایسا کھاتی ہے۔ جیساکہ آگ لکڑی کو۔ اور مسجد میں ہنسنا قبر میں اندھیری لاتا ہے۔ اس کے بارے میں حدیثیں بارہا بیان ہوئیں۔ مگر کون سُنتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہدائیت دے ✤ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ✤

کتبہ عبدہٗ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۳۱۔ ۶ شوال ۱۳۳۷ھ ہجری۔ کیا قول عُلمائے حقانی کا مسئلہ ذیل میں۔ کہ ناجائز روپیہ یعنی سود و شراب و رشوت وغیرہ اگر نیک کام مسجد مدرسہ چاہ نیاز فاتحہ عرس وغیرہ میں لگایا جاوے تو جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور جو شخص اُس مسجد میں نماز پڑھے۔ مدرسہ میں علم

حاصل کرے۔ اور چاہ کا پانی پیئے۔ اور فاتحہ وعُرس وغیرہ کا کھانا کھاوے۔ تو جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور اگر اُسی روپیہ کو خیرات کیا جاوے۔ اور امید ثواب رکھی جاوے۔ تو کیا حُکم ہے۔ ایسے روپیہ کو کسی شرعی حیلہ سے جائز کر سکتے ہیں۔ یا نہیں؟ اور وہ حیلہ کیا ہے؟ بیّنوا توجروا +

الجواب :- حرام روپیہ کسی کام میں لگانا جائز نہیں نیک کام ہو یا اور۔ سوا اس کے کہ جس سے لیا۔ اُسے واپس دے۔ یا فقیروں پر اُسے تصدّق کرے۔ بغیر اس کے کوئی حیلہ اُس کے پاک کرنے کا نہیں۔ اُسے خیرات کرکے جیسا پاک مال پر ثواب ملتا ہے اس کی امید رکھے۔ تو سخت حرام ہے۔ بلکہ فقہا نے کفر لکھا ہے۔ ہاں جو شرع نے حکم دیا کہ اگر حقدار نہ ملے۔ تو فقیروں پر تصدّق کردے۔ اس حکم کو مانا۔ تو اس پر ثواب کی اُمید کر سکتا ہے۔ مسجد۔ مدرسہ وغیرہ میں بعینہ روپیہ نہیں لگایا جاتا۔ بلکہ اُس سے اشیاء خریدتے ہیں۔ خریداری میں اگر یہ نہ ہوا ہو۔ کہ حرام دکھا کر کہا۔ اس کے بدلے فلاں چیز دے۔ اُس نے دی۔ اس نے قیمت میں زرِ حرام دیا۔ تو جو چیز خریدیں۔ وہ خبیث نہیں ہوتی۔ اِس صُورت میں فاتحہ وعُرس کا کھانا جائز ہے۔ اور اکثر یہی صورت ہوتی ہے مسجد میں نماز مدرسہ میں تحصیلِ علم جائز ہے۔ اور کنوئیں کا پانی تو ہر طرح جائز ہے۔ اگرچہ اس میں وہ نادر صُورت پائی گئی ہو۔ کہ خباثت آئی۔ تو اینٹوں مسالہ میں۔ نہ کہ زمین کے پانی میں + واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم +

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۲۰۲ - ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۳۷ھ ہجری۔ کیا حکم ہے اہلِ شریعت

کا۔ کہ ملازمت چونگی کی جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور حاکم وقت کو اس کا روپیہ تحصیل کرنا جائز ہے۔ یا نہیں؟ یہ روپیہ رعایا سے تحصیل کرنا رعایا ہی کی آسائش کے واسطے روشنی سڑک وغیرہ کے کام میں لگا دیتے ہیں۔ اور چنگی کا محصول چرانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ❖

الجواب:۔ نیک نیت سے چونگی کی نوکری تحصیل وصول کی جائز ہے۔ نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الخ۔ چوری یعنی دوسرے کا مال معصوم بے اس کے اذن کے اس سے چھپا کر ناحق لینا کسی کو بھی جائز نہیں۔ اور جائز نوکری میں نوکر کا خلاف قرارداد کرنا غدر ہے۔ اور غدر مطلقاً حرام ہے۔ نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو بلا وجہ ذلت وبلا کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے۔ کما استفید من القرآن المجید والحدیث۔ رہا یہ کہ حکام وقت کو اس کا تحصیلنا شرعاً کیسا ہے۔ نہ حکام کو اس سے بحث ہے۔ نہ سائل حاکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۳۳۔ ۲۲ شوال ۱۳۳۷ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کتنے قسم کے ہوتے ہیں؟ اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے؟ اور صحبت کونسے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:۔ اللہ عزوجل ہر قسم کے کفر وکفار سے بچائے۔ کافر دو قسم ہے۔ اصلی ومرتد۔ اصلی وہ شروع سے کافر اور کلمۂ اسلام کا منکر ہے یہ دو قسم ہے۔ مجاہر ومنافق۔ مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو۔ اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا۔ اور دل میں منکر ہو۔ یہ قسم حکم آخرت

میں سب اقسام سے بدتر ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ بیشک منافقین سب سے نیچے طبقۂ دوزخ میں ہیں۔ کافرِ مجاہر چار قسم ہے۔ اوّل دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔ دوم مشرک کہ اللہ عزّ وجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے۔ جیسے ہندو بُت پرست کہ بُتوں کو واجب الوجود تو نہیں۔ مگر معبود مانتے ہیں۔ اور آریہ خود پرست کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں۔ مگر قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں۔ دونوں مشرک ہیں۔ اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل۔ سوم مجوسی آتش پرست۔ چہارم کتابی یہود و نصاریٰ کہ دہریے نہ ہوں۔ ان میں اوّل تین قسم کا ذبیحہ مُردار۔ اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل۔ اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا۔ اگرچہ ممنوع و گناہ ہو۔ کافرِ مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مجاہر و منافق۔ مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا۔ پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا۔ کلمۂ اسلام کا منکر ہو گیا۔ چاہے دہریہ ہو جائے۔ یا مشرک یا مجوسی کتابی۔ کچھ بھی ہو۔ مرتد منافق وہ کہ کلمۂ اسلام اب بھی پڑھتا ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے۔ اور پھر اللہ عزّ وجل یا رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا۔ یا ضروریاتِ دین میں کسی شے کا منکر ہے۔ جیسے آجکل کے وہابی۔ رافضی قادیانی نیچری۔ چکڑالوی۔ جھوٹے صوفی۔ کہ شریعت پر ہنستے ہیں۔ حکمِ دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہے۔ اس سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب ہوں۔ یا مخالف مذہب غرض انسان، حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جس سے ہوگا۔ محض

زنا ہوگا۔ مرتد مرد ہو۔ خواہ عورت۔ مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے۔ یہی ہے وُہ کہ اُس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے۔ کہ یہ مُسلمان بنکر کُفر سکھاتا ہے۔ خصوصًا وہابیہ دیوبندیہ۔ کہ اپنے آپ کو خاص اہلِ سُنّت وجماعت کہتے۔ حنفی بنتے چشتی نقشبندی بنتے۔ نماز روزہ ہمارا سا کرتے۔ ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے۔ اور اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ یہ سب سے بدتر زہرِ قاتل ہیں ہوشیار۔ خبردار مُسلمانوں اپنا دین وایمان بچائے ہوئے۔ فَاللہُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۔ وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰے صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مسئلہ ۳۴۔ ۵ر ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ ہجری۔ کیا حُکم ہے عُلمائے اہلِ سُنّت وجماعت کا۔ اِس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر سوال کرنا اپنے یا غیر کے واسطے۔ اور سائل کو دینا اُس کے یا غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا۔ تُوجَرُوْا ۔

الجواب :۔ یہ جو لوگ مسجد میں غُل مچا دیتے ہیں اور نمازیوں کی نماز میں خلل ڈالتے ہیں۔ لوگوں کی گردنوں سے پھلانگتے ہوئے صفوں میں پھرتے ہیں۔ مطلقًا حرام ہے۔ اپنے لئے مانگیں۔ خواہ دُوسرے کے لئے۔ حدیث شریف میں ہے :۔ جَنِّبُوْا مَسَاجِدَکُمْ صِبْیَانَکُمْ وَمَجَانِیْنَکُمْ وَرَفْعَ اَصْوَاتِکُمْ ۔ مسجدوں کو بچّوں۔ پاگلوں اور بلند آوازوں سے بچاؤ۔ رَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ۔ حدیث شریف میں ہے

مَنْ تَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ اِتَّخَذَ جِسْرًا اِلٰی جَھَنَّمَ
جس نے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگیں۔ اس نے جہنّم تک پہنچنے کا اپنے لئے پل بنایا۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَۃَ عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ اور اگر یہ باتیں نہوں۔ جب بھی اپنے لئے مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں۔ مَنْ سَمِعَ رَجُلًا یَنْشُدُ فِی الْمَسْجِدِ ضَالَّۃً فَلْیَقُلْ لَا رَدَّھَا اللّٰہُ اِلَیْکَ فَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِھٰذَا جو کسی کو مسجد میں اپنی گمی چیز دریافت کرتے سُنے ۔ اُس سے کہے۔ اللہ تعالٰے تجھے وہ چیز نہ ملائے ۔ مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ رَوَاہُ اَحْمَدُ وَمُسْلِمٌ وَابْنُ مَاجَۃَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ جب اتنی بات منع ہے۔ تو بھیک مانگنی خصوصًا اکثر بلا ضرورت بطور پیشہ کہ خود ہی حرام ہے۔ یہ کیونکر جائز ہوسکتی ہے ولہٰذا ائمہ دین نے فرمایا ہے۔ جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے وہ ستّر پیسے راہِ خدا میں اور دے۔ کہ اُس پیسہ کے گناہ کا کفارہ ہوں۔ اور دوسرے محتاج کے لئے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لئے چندہ کرنا جس میں نہ غل نہ شور نہ گردن پھلانگنا نہ کسی کی نماز میں خلل۔ یہ بلا شبہ جائز۔ بلکہ سُنّت سے ثابت ہے۔ اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب۔ اور مولٰی علی کرّم اللہ تعالٰے وجہہٗ سے ثابت ہے ۔ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۳۵ ۔ ۲ر محرم الحرام ۱۳۳۸؁ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے

دین اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ خیرات اس قسم کی کرتے ہیں۔ کہ چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹیاں۔ اور روٹیوں کے ٹکڑے اور بسکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں۔ اور صدہا آدمی اُن کو لوٹتے ہیں۔ ایک کے اوپر ایک گرتا ہے۔ بعض کے چوٹ بھی لگ جاتی ہے۔ اور اکثر اوقات وہ روٹیاں نیچے زمین پر گر کر پاؤں سے روندی بھی جاتی ہیں۔ بلکہ بعض اوقات غلیظ اور گندی نالیوں میں بھی گر جاتی ہیں۔ اور اس طرح رزق کی سخت بے ادبی ہوتی ہے۔ اور یہی حال شربت کا ہے۔ کہ اوپر سے آب خوروں میں وہ لوٹ مچائی جاتی ہے۔ کہ آدھا آب خورہ بھی شربت کا باقی نہیں رہتا۔ اور تمام شربت گر کر زمین پر بہتا ہے۔ ایسی خیرات اور لنگر جائز ہے؟ یا بوجہ رزق کی بے ادبی کے گناہ ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب:۔ یہ خیرات نہیں بلکہ شرور وسیآت ہے۔ نہ ارادہ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے۔ بلکہ ناموری اور دکھاوے کی۔ اور وہ حرام ہے۔ اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہے۔ ہر نیک کام کو بمطابق شریعت بطریق احسن کرنا چاہیے واللّٰہ تعالیٰ اَعْلَم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم

مسئلہ ۳۶ ۔ ۲۶ ر محرم الحرام ۱۳۳۸ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے حقانی اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں درخت امرود۔ بیلہ۔ گلاب وغیرہ ہو۔ اور بوجہ تعمیر ہونے حجرہ غسلخانہ کے اِن درختوں کو کاٹا جاوے تو کوئی شخص اُن درختوں کو کھود کر اپنے مکان میں لگا سکتا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ پیال یا لڑی جو موسم سرما میں جو مسجدوں میں

ڈالی جاتی ہے۔ اور موسم سرما کے گذر جانے کے بعد اُس کو پھینک دیتے ہیں۔ تو جو شخص اُس پیال یا لڑسی یا چٹائی کُھتہ جو قابلِ پھینک دینے کے ہو۔ اُس کو اپنے صرف میں مثل پانی گرم کرنے کے لا سکتا ہے۔ یا نہیں؟ تیسرے یہ کہ منڈیر یا فصیلِ مسجد جس پر وضو کرتے ہیں۔ یا اذان دیتے ہیں وُہ مسجد کے حکم میں ہے۔ کیا مثلِ مسجد کے وہاں بھی بات وغیرہ کرنے کی ممانعت ہوگی؟ بیّنوا۔ توجروا ؛

الجواب۔ اُن درختوں کو مسجد سے واجبی مناسب قیمت پر مول لیکر لگا سکتا ہے ؛ پیال یا چٹائی بیکار شدہ جو پھینک دی جائے۔ اُسے لے کر صرف کیا جا سکتا ہے ؛ فصیلِ مسجد بعض باتوں میں حکمِ مسجد میں ہے۔ معتکف بلا ضرورت اُسپر جا سکتا ہے۔ اُس پر تھوکنے یا ناک صاف کرنے یا کوئی نجاست ڈالنے کی اجازت نہیں ؛ بیہودہ باتیں قہقہے سے ہنسنا وہاں بھی نہ چاہئے۔ اور بعض باتوں میں حکمِ مسجد میں نہیں اُس پر اذان دینگے۔ اُس پر بیٹھ کر وضو کر سکتے ہیں۔ جب تک مسجد میں جگہ باقی ہو۔ اُس پر نمازِ فرض میں مسجد کا ثواب نہیں۔ دُنیا کی جائز قلیل بات جس میں نہ کسی قسم کی چپقلش ہو۔ اور نہ کسی نمازی یا ذاکر کی ایذا۔ اُس میں کچھ حرج نہیں ؛

واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؛

کتبہ
عبدہٗ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۳۷ - ۱۰ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۸ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ کہ بعض لوگ میّت کے دفن کر دینے کے بعد حافظِ قرآن کو اُس کی قبر پر واسطے تلاوت سوم تک یا کچھ کم و بیش

بٹھاتے ہیں - اور وہ حافظ اپنی اُجرت لیتے ہیں ۔ پس اس طرح کی اُجرت دے کر قبروں پر پڑھوانا چاہیے ۔ یا نہیں ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب ۔ تلاوتِ قرآنِ عظیم پر اُجرت لینا دینا حرام ہے ۔ اور حرام پر استحقاقِ عذاب ہے ۔ نہ کہ ثواب پہنچے ۔ اس کا طریقہ یہ ہے ۔ کہ حافظ صاحب کو اتنے دنوں کے لئے معین داموں پر کام کاج کے لئے نوکر رکھ لیں ۔ پھر اُن سے کہیں ۔ ایک کام یہ کرو ۔ کہ اتنی دیر قبر پہ پڑھ آیا کرو ۔ یہ جائز ہے ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۳۸ - ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ ہجری ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ بیمار آدمی کے ساتھ کھاتے ہوئے پرہیز کرتے ہیں ۔ اور اس مریض کا کپڑا نہیں پہنتے ۔ اور کہتے ہیں کہ بیماری ایک آدمی کی دوسرے شخص کو لگ جاتی ہے ۔ آیا حدیث میں اس کی کوئی ممانعت آئی ہے ۔ یا نہیں ؟ بیّنوا ۔ توجروا ۔

الجواب ۔ یہ جھوٹ ہے ۔ کہ ایک آدمی کی بیماری دوسرے کو اُڑ کر لگتی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں : لَا عَدْوٰی بیماری اُڑ کر نہیں لگتی ۔ اور فرماتے ہیں فَمَنْ اَعْدَی الْاَوَّلَ ۔ اس دوسرے کو تو پہلے کی اُڑ کر لگی ۔ اُس پہلے کو کس کی لگی ؟ ہاں جب مریض کے بدن سے نجاست نکلتی ۔ اور کپڑوں کو لگتی ہو ۔ اُس کا کپڑا نہ پہنا جائے ۔ نہ اس خیال سے کہ بیماری لگ جائے گی ۔ بلکہ نجاست سے احتیاط کے لئے اور جہاں یہ نہ ہو ۔ کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں ۔ یوں ہی ساتھ کھانے میں جبکہ ایمان قوی ہو ۔ کہ اگر معاذ اللہ بتقدیرِ الٰہی اسے بھی مرض ہو جائے

تو یہ نہ سمجھے۔ کہ ساتھ کھانے یا اُس کا کپڑا پہننے سے ہو گیا۔ ایسا نہ کرتا۔ تو مرض پیدا نہ ہوتا۔ اور اگر ضعیف الایمان ہے۔ تو وہ اُن مرض والوں سے بچے۔ جن کی نسبت متعدی ہونا عوام کے ذہن میں جما ہوا ہے۔ جیسے جذام۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ یہ بچنا اس خیال سے نہ ہو۔ کہ بیماری لگ جائے گی۔ کہ یہ تو مردود و باطل ہے۔ بلکہ اس خیال سے کہ عیاذاً باللہ! اگر بتقادیر الٰہی کچھ واقع ہوا۔ تو ایمان ایسا قوی نہیں۔ کہ شیطانی وسوسہ کی مدافعت کرے۔ اور جب مدافعت نہ ہو سکی۔ تو فاسد عقیدہ میں مبتلا ہونا ہو گا۔ لہٰذا احتراز کرے۔ ایسوں کے لئے حدیث میں ارشاد ہوا فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ۔ مجذوم سے بھاگ جیسا کہ شیر سے بھاگتا ہے + کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم

واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۲۱۹ – ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ ھ سنہ ہجری۔ علمائے اہل سنت وجماعت کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ ۱۱ ربیع الآخر ۱۳۳۸ ھ سنہ ہجری کو میں مسجد اسٹیشن جنکشن پر نماز ظہر پڑھنے کے لئے گیا (کیونکہ اسی چوکی پر میری تعیناتی تھی) مرزا صاحب امام مسجد نے بعد اذان ظہر صلوٰۃ کہی۔ ایک صاحب محمد نبی احمد ساکن سنبھل نے کہا۔ یہ جو آپ نے صلوٰۃ کہی۔ یہ بدعت ہے۔ بعد گفتگو کے وہ صاحب بہت تیز ہوئے۔ اور کہا۔ کہ تمام شہروں میں میں گیا۔ مگر یہ طریقہ جو آپ کے ہاں ہے۔ نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب نے کہا۔ کہ میں عالم نہیں ہوں۔ جو آپ کو سمجھاؤں۔ اگر آپ اس مسئلہ کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ تو آپ میرے ہمراہ شہر میں چلئے۔ وہاں کے عالم آپ کا

اطمینانِ کامل کر دیں گے۔ اِس پر وُہ راضی نہ ہوئے۔ اور بدعت بدعت کرتے رہے۔ اور کہا کہ کسی صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے وقت میں یہ صلوٰۃ نہ تھی۔ مَیں نے اُس شخص سے کہا۔ کہ اکثر شہروں میں مثل رامپور وغیرہ کے بعد نماز صلوٰۃ ہوتی ہے۔ اور ہمارے سردار رسولِ اکرم نبیِ معظم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود اور سلام بھیجنے کو آپ بدعت کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے وقت میں یہ مدرسہ وسرائے وغیرہ نہیں تھی۔ ان کو بھی آپ بدعت کہتے ہیں۔ تو جواب دیا۔ کہ یہ بدعت مباح ہے۔ میں نے کہا۔ کہ صلوٰۃ بدعتِ حسنہ ہے جس کا ثواب ہم اہلِ سُنّت ہی کی قسمت میں اللہ جل شانہ نے لکھدیا ہے۔ اور مُنکرین اِس ثواب سے محروم ہیں ۔ اب گذارش یہ ہے۔ کہ صلوٰۃ کب سے جاری ہے؟ اور اِس کی قدرے تفصیل مع دلائل۔ اور ایسا شخص جو ہمارے سردارِ معظم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر درود وسلام بھیجنے کو بدعت کہے۔ گمراہ ہے۔ یا کیا؟۔ بیّنوا توجروا ۔

الجواب۔ آپ نے بیشک ٹھیک جواب دیا۔ اور جس امر کا اللہ عزّوجل قرآنِ عظیم میں مطلق حُکم دیتا ہو۔ اور خود اور اپنے ملائکہ کا فعل ارشاد فرماتا ہو۔ اُسے بدعت کہکر منع کرنا وہابیوں کا کام ہے اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے۔ تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا۔ کہ اُس کی گمراہی اُن سے ہلکی ہے۔ وہ کذب کو اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ اِسی لئے اُس نے اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ استثنا کر دیا تھا۔ یہ اللہ عزّ وجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ

اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ہ صلوٰۃ بعد اذان ضرور مستحسن ہے۔ ساڑھے پانسو برس سے زائد ہوگئے۔ بلادِ اسلام حرمین شریفین و مصر و شام وغیرہ میں جاری ہے درمختار میں ہے:۔ وَالتَّسْلِیْمُ بَعْدَ الْاَذَانِ حَدَثَ فِیْ رَبِیْعِ الْاٰخِرِ سَنَۃَ سَبْعِمِائَۃٍ وَّاِحْدٰی وَّثَمَانِیْنَ فِیْ عِشَاءِ لَیْلَۃِ الْاِثْنَیْنِ ثُمَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ثُمَّ بَعْدَ عَشْرِ سِنِیْنَ فِی الْکُلِّ اِلَّا الْمَغْرِبَ ثُمَّ فِیْھَا مَرَّتَیْنِ وَھُوَ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ قَوْلُ الْبَدِیْعِ امام سخاوی میں ہے:۔ وَالصَّوَابُ اِنَّہٗ بِدْعَۃٌ حَسَنَۃٌ یُؤْجَرُ فَاعِلُہٗ + واللّٰہ سبحانہٗ وتعالٰے اعلم +

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے صلے اللّٰہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۸۰ - ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ ہجری - کیا حکم ہے۔ اہلِ شریعت کا۔ کہ تمباکو کھانا حرام ہے۔ یا مکروہ؟ جو لوگ تمباکو پان کھانے کے عادی ہوتے ہیں - وہ اگر پان تمباکو کھاکر تلاوتِ قرآنِ عظیم اور دیگر وظائف درود شریف وغیرہ پڑھیں۔ تو کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا +

الجواب:۔ بقدر ضرر و اختلالِ حواس کھانا حرام ہے۔ اور اس طرح کہ منہ سے بُو آنے لگے۔ مکروہ۔ اور اگر تھوڑی خصوصاً مشک وغیرہ سے خوشبودار کرکے پان میں کھائیں۔ اور ہر بار کھاکے کلیوں سے خوب منہ صاف کردیں۔ کہ بُو نہ آنے پائے۔ تو خالص مباح ہے۔ بُو کی حالت میں کوئی وظیفہ نہ چاہیئے۔ منہ اچھی طرح صاف کرنے کے بعد ہو۔ اور قرآنِ عظیم تو حالتِ بدبو میں پڑھنا اور بھی سخت ہے۔ ہاں جب بدبو نہ ہو۔ تو درود شریف و دیگر وظائف بھی اس حالت میں پڑھ سکتے

ہیں کہ مُنہ میں پان یا تمباکو ہو۔ اگرچہ بہتر صاف کرلینا ہے۔ لیکن قرآنِ عظیم کی تلاوت کے وقت ضرور مُنہ بالکل صاف کرلیں۔ فرشتوں کو قرآنِ عظیم کا بہت شوق ہے۔ اور عام ملائکہ کو تلاوت کی قدرت نہ دی گئی جب مُسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے۔ تو فرشتہ اُس کے مُنہ پر اپنا مُنہ اپنا مُنہ رکھ کر تلاوت کی لذت لیتا ہے۔ اُس وقت اگر مُنہ میں کھانے کی کسی چیز کا لگاؤ ہوتا ہے۔ تو فرشتہ کو ایذا ہوتی ہے۔ رسولُ اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ طَيِّبُوْا اَفْوَاهَكُمْ بِالسِّوَاكِ فَاِنَّ اَفْوَاهَكُمْ طَرِيْقُ الْقُرْاٰنِ۔ اپنے منہ کو مسواک سے سُتھرے کرو۔ کہ تمہارے مُنہ قرآنِ عزیز کا راستہ ہیں۔ رَوَاهُ السِّجْزِيُّ مِنَ الْاِبَانَةِ عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ بِسَنَدٍ حَسَنٍ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَسْتَكْ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَرَأَ فِيْ صَلٰوتِهٖ وَضَعَ مَلَكٌ فَاهُ عَلٰى فِيْهِ وَلَا يَخْرُجُ مِنْ فِيْهِ شَيْءٌ اِلَّا دَخَلَ فَمَ الْمَلَكِ۔ جب تُم میں سے کوئی رات کو نمازِ تہجد کے لئے اُٹھے۔ تو مِسواک کرلے۔ کہ جو نماز میں تلاوت کرتا ہے۔ فرشتہ اُس کے مُنہ پہ اپنا مُنہ رکھتا ہے۔ جو اس کے مُنہ سے نکلتا ہے فرشتہ کے مُنہ میں داخل ہوتا ہے۔ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشُّعَبِ وَتَمَّامٌ فِيْ فَوَائِدِهٖ وَالضِّيَاءُ فِي الْمُخْتَارَةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَهُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ۔ دُوسری حدیث میں ہے۔ لَيْسَ شَيْءٌ اَشَدَّ عَلَى الْمَلَكِ مِنْ رِيْحِ الثُّمِّ مَا قَامَ عَبْدٌ اِلٰى صَلٰوةٍ قَطُّ اِلَّا الْتَقَمَ فَاهُ مَلَكٌ وَلَا

یَخْرُجُ مِنْ فِیْہِ اٰیَۃٌ اِلَّا یَدْخُلُ فِی الْمَلَکِ فرشتہ پر کوئی چیز کھانے کی بُو سے زیادہ سخت نہیں۔ جب کبھی کوئی مسلمان نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو فرشتہ اُس کا مُنہ اپنے مُنہ میں لے لیتا ہے۔ جو آئیت اُس کے مُنہ سے نکلتی ہے۔ فرشتہ کے مُنہ میں داخل ہوتی ہے ✦

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اَعْلَمُ ✦ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۱۴۱۔ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ہجری۔ علمائے اہلِ سُنت کی خدمت میں گذارش ہے۔ کہ مُسلمان پڑوسی کا کیا حق ہے؟ اور اگر کافر یا رافضی یا وہابی کسی مُسلمان کے پڑوسی ہوں۔ تو کیا اُن کا بھی وہی حق ہوگا۔ جو مُسلمان پڑوسی کا ہے۔ بیّنوا توجروا ✦

الجواب۔ مُسلمان پڑوسی کے بہت سے حقوق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ سَیُوَرِّثُہٗ۔ جبریل مجھ سے پڑوسی کے حق کی تاکیدیں بیان کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہُوا۔ کہ اُسے ترکہ کا وارث کردیں گے۔ رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِی السُّنَنِ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ الصِّدِّیْقَۃِ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھَا بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ حَقُّ الْجَارِ عَلَی جَارِہٖ اِنْ مَرِضَ عُدْتَہٗ فَاِنْ

مَاتَ شَیَّعْتَهٗ وَاِنِ اسْتَقْرَضَكَ اَقْرَضْتَهٗ وَاِنْ اَعْوَرَ سَتَرْتَهٗ وَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرٌ هَنَّاْتَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ مُصِیْبَةٌ عَزَّیْتَهٗ وَلَا تَرْفَعْ بِنَاءَكَ فَوْقَ بِنَائِهٖ فَتَسُدَّ عَلَیْهِ الرِّیْحَ وَلَا تُؤْذِیْهِ بِرِیْحِ قِدْرِكَ اِلَّا اَنْ تَغْرِفَ لَهٗ مِنْهَا۔ ہمسائے کا ہمسائے پر حق یہ ہے کہ اگر بیمار پڑے۔ تو تو اُس کے پوچھنے کو جائے۔ اور اگر مر جائے۔ تو تو اُس کے جنازے کے ساتھ جائے۔ اور اگر وہ تجھ سے قرض مانگے۔ تو تو اُسے قرض دے۔ اور اگر اُس کا کوئی عیب معلوم ہو جائے۔ تو تو اُسے چھپائے۔ اور اگر اُسے کوئی بھلائی پہنچے۔ تو تو اُسے مبارک باد دے۔ اور اگر اُسے کوئی مصیبت پڑے۔ تو تو اُسے دلاسا دے۔ اور اپنی دیوار اُسکی دیوار سے اِتنی اُونچی نہ کر۔ کہ اُس کے مکان کی ہوا رُکے۔ اور اپنی دیگچی کی خوشبو سے اُسے ایذا نہ دے۔ مگر یہ کہ اُس کھانے میں سے اُسے بھی حصّہ دے۔ یعنی تو امیر ہے۔ اور وہ غریب۔ اور تیرے یہاں عُمدہ کھانے پکتے پکاتے ہیں۔ خوشبو اُسے پہنچے گی۔ وہ اُن پر قادر نہیں۔ اِس سے ایذا پائے گا۔ لہٰذا اُس میں سے اُسے بھی دے کہ وہ ایذا خوشی سے مبدل ہو جائے۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِیْ فِی الْکَبِیْرِ عَنْ مُعٰوِیَةَ بْنِ حَیْدَةَ الْقُشَیْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ ٭

رافضی۔ وہابی کا کوئی حق نہیں۔ کہ وہ مرتد ہیں۔ اور نہ ہی کسی کافر غیر ذمّی کا۔ اور یہاں کے سب کافر ایسے ہی ہیں۔ اُن کے بارے میں صرف اتنا ہی ہے۔ کہ اُن سے غدر و بد عہدی جائز نہیں

واللہ تعالےٰ اعلم ۔ کتبہٗ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ۔

مسئلہ ۲۴ ۔ ۱۲ ربیع الاوّل جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ ہجری ۔ راہبران دین و مفتیان شرع متین کا کیا حکم ہے ۔ کہ نیاز اور فاتحہ میں کیا فرق ہے ؟ اور نیاز فاتحہ کے دینے کا مستحب طریقہ اور یہ کہ جس کی نیاز یا فاتحہ دلائی جائے ۔ اُس کو ثواب کس طریقہ سے پہنچائے ؟ اور سوائے اِس کے اور مسلمانوں کو کس طرح کہکر ثواب پہنچائے ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب ۔ مسلمانوں کو دُنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے وغیرہ کے ساتھ پہنچاتے ہیں ۔ عُرف میں اُسے فاتحہ کہتے ہیں ۔ کہ اُس میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے ۔ اولیائے کرام کو جو ایصالِ ثواب کرتے ہیں ۔ اُسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں ۔ سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی اور تین بار یا سات بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص اوّل و آخر تین تین یا زائد بار درود شریف پڑھیں ۔ اُس کے بعد دونوں ہاتھ اُٹھاکر عرض کرے ۔ کہ الٰہی میرے اِس پڑھنے (اور اگر کھانا کپڑا وغیرہ بھی ہوں ۔ تو اُن کا نام بھی شامل کرے ۔ اور اِس پڑھنے اور اِن چیزوں کے دینے پر) جو ثواب مجھے عطا ہو ۔ اُسے میرے عمل کے لائق نہ دے ۔ اپنے کرم کے لائق عطا فرما ۔ اور اُسے میری طرف سے فلاں ولی اللہ مثلاً حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی بارگاہ میں نذر پہنچا ۔ اور اُن کے آبائے کرام اور مشائخ عظام و اولاد امجاد و مریدین و محبّین اور میرے ماں باپ اور فلاں اور فلاں اور سیّدنا آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے روز قیامت تک جتنے مسلمان ہو گزرے ۔ یا موجود ہیں

یا قیامت ہوں گے۔ سب کو ثواب عطا فرما۔ واللہ سبحانہٗ و تعالٰے اَعلم ؁

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۳۳ ۔ ۲۴ رجمادی الاُولی ۱۳۳۸؁ ہجری۔ کیا حکم ہے عُلمائے اہلِ سُنّت کا۔ کہ خضاب کا لگانا جائز ہے۔ یا نہیں۔ بعض علماء جواز کا فتوٰے دیتے ہیں۔ بیّنوا توجروا ؁

الجواب۔ سُرخ یا زرد خضاب اچھا ہے۔ اور زرد بہتر۔ اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دُوسری حدیث شریف میں ہے۔ کہ اللہ تعالٰے روزِ قیامت اُس کا مُنہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے۔ جواز کا فتوٰے باطل و مردود ہے۔ ہمارا مفصّل فتوٰے اِس بارے میں مدّت کا شائع ہو چکا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰے اعلم ؁

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۳۴ ۔ ۳۰ رجمادی الاولی ۱۳۳۸؁ ہجری۔ رہبرانِ دین ومفتیانِ شرعِ متین کیا فرماتے ہیں۔ کہ ذبیحہ رافضی ووہابی اور قادیانی کا جائز ہے۔ یا نہیں؟ جبکہ بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کرے۔ اور کافر اہلِ کتاب عیسائی یہودی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کریں۔ اور مُسلمان عورت بھی ذبح کر سکتی ہے یا نہیں جبکہ کوئی مرد مکان میں نہ ہو؟ بیّنوا توجروا ؁

الجواب۔ عورت کا ذبیحہ جائز ہے جبکہ ذبح صحیح طور پر کر سکے۔ یہودی کا ذبیحہ حلال ہے جبکہ نامِ الٰہی عزّ جلالہٗ لے کر ذبح کرے۔ اور

یُوں ہی اگر کوئی واقعی نصرانی ہو۔ نہ نیچری دہریہ جیسے آجکل کے عام نصاریٰ ہیں۔ کہ نیچری کلمہ گو مدعیٔ اسلام کا ذبیحہ تو مُردار ہے۔ نہ کہ مدعیٔ نصرانیت کا۔ رافضی تبرائی۔ وہابی دیوبندی وہابی غیر مقلد قادیانی۔ چکڑالوی نیچری۔ ان سب کے ذبیحے محض نجس و مُردار حرام قطعی ہیں۔ اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں۔ اور کیسے ہی متقی پرہیزگار بنتے ہوں۔ کہ یہ سب مرتدین ہیں۔ وَلَا ذَبِیْحَۃَ لِلْمُرْتَدِّ۔ ہاں غیر تبرائی یعنی تفضیلیہ کا ذبیحہ حلال ہے۔ جبکہ ضروریاتِ دین سے نہ کسی شئے کا خود منکر ہو۔ نہ اُس کے منکر رافضی وغیرہ کو مسلمان جانتا ہو + واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم +

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۴۵ - ۲۵ رجمادی الآخر ۱۳۳۷؁ہجری۔ کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا۔ اس مسئلہ میں کہ ایک شخص رامپوری نے کمترین سے کہا۔ کہ تم اعلیٰ حضرت سے دریافت کرنا۔ کہ میں نے عُلماء کی زبانی سُنا ہے۔ کہ کافرِ کتابی سے نکاح جائز ہے۔ اور رافضی تبرائی وہابی قادیانی سے حرام۔ بلکہ خالص زنا ہے۔ تو کیا رافضی وہابی قادیانی کافر کتابی سے بدتر ہیں۔ رافضی تو خلیفۂ کرام کو تبرا کہکر۔ اور وہابی توہینِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ اور قادیانی دعوئے نبوت سے کافر ہوئے۔ لیکن کلمہ گو اور باقی افعال مثل نماز روزہ وغیرہ تو مسلمانوں کی طرح ہیں۔ لیکن کافر کتابی تو سرے سے نہ حضور اکرم نبی معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ نہ نماز نہ روزہ۔ اور سب ضروریاتِ دین کے منکر ہیں۔ اگر رافضی وہابی قادیانی سے نکاح ناجائز ہے۔ تو کافر کتابی سے بدرجۂ اولیٰ ناجائز

ہونا چاہئے - اور یہ بھی کہا - کہ اگر مرد مسلمان ہو - تو اس گمان پر رافضیہ وہابیہ قادیانیہ سے نکاح کرے - کہ یہ میری محکوم رہیگی - مَیں سمجھا کر یا جس طرح ہو سکیگا مسلمان کر دُوں گا - تو کیا حکم ہے ؟ بیّنوا توجروا ◆

الجواب - اگر مسئلہ ۳۳ کو دیکھتے - اسکا جواب واضح ہو جاتا - احکام دُنیا میں سب سے بدتر مُرتد ہے - اور مرتدوں میں سب سے خبیث تر مرتد منافق - رافضی وہابی قادیانی نیچری چکڑالوی کہ کلمہ پڑھتے - اپنے آپ کو مسلمان کہتے - نماز وغیرہ افعالِ اسلام بظاہر بجالاتے - بلکہ وہابی وغیرہ قرآن و حدیث کا درس دیتے لیتے - اور دیوبندی کُتب فقہ کے ماننے میں بھی شریک ہوتے - بلکہ چشتی نقشبندی وغیرہ بنکر پیری مریدی کرتے - اور عُلماء و مشائخ کی نقل اُتارتے - اور با ایں ہمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی توہین کرتے - یا ضروریاتِ دین سے کسی شئے کا انکار رکھتے ہیں - اِن کی اس کلمہ گوئی و ادعائے اسلام اور افعال واقوال میں مُسلمانوں کی نقل اُتارتے ہی نے ان کو اخبث واضر اور ہر کافر اصلی یہودی نصرانی بُت پرست مجوسی سب سے بدتر کر دیا - کہ یہ آکر پلٹے دیکھکر اُلٹے واقف ہو کر اوندھے - قال اللہ تعالٰے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ یہ اس کا بدلہ ہے کہ وُہ ایمان لاکر کافر ہوئے - تو اُن کے دلوں پر مُہر کر دی گئی - تو اب اُن کو اصلاً سمجھ نہ رہی ◆ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰے اَعْلَمُ ◆

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۴۶ - ۹ رجب ۱۳۳۸ ہجری - کیا فرماتے ہیں عُلمائے احناف

اِس مسئلہ میں کہ زید چند طریقہ سے صرافی کرتا ہے۔ (۱) روپیہ کا کُل نامہ چاندی کا دیتا ہے۔ (۲) کل نامہ گلٹی کا (۳) پُورے سولہ آنے پیسے (۴) چاندی گلٹی پیسے ملے ہوئے۔ مگر سولہ آنے دیتا ہے۔ (۵) ہر چہار طریقہ مذکورہ بالا میں ایک پیسہ کم۔ (۶) اسی طریقہ سے نوٹ کا نامہ دیتا ہے۔ یا تو ہر طریقہ میں پُورا نامہ یا ہر ایک میں ایک ایک پیسہ کم (۷) اور ۱۰۰ نوٹوں کے ۹۹ روپیہ بھی فروخت کرتا ہے۔ اور خریدنے والے خوشی سے لے جاتے ہیں آیا یہ سب طریقے جائز ہیں۔ یا ناجائز۔ **بیّنوا توجروا** ✣

الجواب ۔ دونوں طرف نری چاندی ہو۔ تو دو باتیں فرض ہیں۔ دونوں کانٹے کے تول ہموزن ہوں۔ اور دونوں دست بدست اُسی جلسہ میں ادا کی جائیں۔ بائع مُشتری کو دیدے مُشتری بائع کو۔ اِن میں سے جو بات کم ہوگی حرام ہے۔ اور اگر ایک طرف روپیہ ہے۔ اور دوسری طرف نری چاندی نہیں گلٹ یا پیسے یا نوٹ ہیں۔ یا روپیہ سے کم چاندی۔ باقی پیسے یا گلٹ نوٹ۔ یا ایک طرف نوٹ ہے۔ اور دُوسری طرف چاندی سیا گلٹ یا پیسے یا نوٹ۔ تو صِرف ایک بات لازم ہے۔ کہ ایک طرف کا قبضہ ہے۔ اگر بیع وشرا کرلی۔ اور نہ بائع نے مُشتری کو بیع دی۔ نہ مشتری نے بائع کو ثمن۔ تو حرام ہے۔ اور ایک طرف کا قبضہ ہوجائے۔ تو جائز۔ اگرچہ دُوسری طرف سے ابھی نہ ہو۔ اور اس صُورت میں پیسے دو پیسے خواہ زائد کی کمی بیشی یا سَو کا نوٹ ایک روپیہ یا ایک روپیہ کا سَو روپیہ کو برضامندی بیچنا سب جائز ہے۔ یہ سب صُورتوں کا جواب ہوگیا۔ یہ احکام بیع میں ہیں۔ اگر روپیہ یا گلٹ یا پیسے یا نوٹ قرض دیئے۔ اور یہ ٹھیرالیا۔ کہ ایک پیسہ زائد لیا جائیگا۔ تو حرام قطعی۔ اور سُود ہے قال

اللہ تبارک وتعالےٰ وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم ✤

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۴۷ - ۱۵ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ ہجری - کیا حکم ہے علمائے اہل سنت وجماعت کا - کہ دیہات میں اکثر یہ رواج ہے - کہ مسلمان بکرے کو ذبح کر کے چلا جاتا ہے - باقی گوشت پوست سب ہندو چک بنا کر فروخت کرتے ہیں - ایسا گوشت مسلمانوں کو کھانا چاہیئے - یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ✤

الجواب - حرام ہے - کافر کا کہنا کہ یہ وُہی بکرا ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا مسموع نہیں - اِذ لا قول لہٗ فِی الدِّیانات - ہاں اگر وقت ذبح سے لے کر وقت خریداری تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہُوا ہو - کوئی نہ کوئی مسلمان جب سے اب تک دیکھتا رہا ہو - جس سے اُسپر اطمینان ہے - کہ یہ وُہی جانور ہے جو مسلمان نے ذبح کیا تھا - تو خریداری جائز ہے ✤ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ✤

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۴۸ - ۲۸ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ ہجری - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ والدین کا بھی اولاد کے اوپر کچھ حق ہے - یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ✤

الجواب - والدین کا حق اولاد پر اتنا ہے - کہ ربّ عزّ وجلّ نے اپنے حقوقِ عظیمہ کے ساتھ گِنا ہے - قولہٗ تعالےٰ :- اَنِ اشْکُرْ لِیْ

وَلِوَالِدَیْکَ۔ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ وَاللہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدِ نِ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۴۹۔ کیا حکم ہے اہلِ شریعت کا اِس مسئلہ میں کہ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا۔ اور مرثیہ وغیرہ سُننا۔ اُن کی نیاز کی چیز لینا۔ خصوصاً آٹھویں محرم کو جب کہ اُن کے یہاں حاضری ہوتی ہے۔ کھانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ محرم میں بعض مسلمان ہرے رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ اور سیاہ کپڑوں کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب۔ رافضیوں کی مجلس میں مسلمانوں کا جانا اور مرثیہ سُننا حرام ہے۔ اُن کی نیاز کی چیز نہ لی جائے۔ اُن کی نیاز نیاز نہیں۔ اور وہ غالباً نجاست سے خالی نہیں ہوتی۔ کم از کم اُن کے ناپاک قلتین کا پانی ضرور ہوتا ہے۔ اور وہ حاضری سخت ملعون ہے۔ اور اُس میں شرکت موجب لعنت۔ محرم میں سیاہ اور سبز کپڑے علامتِ سوگ ہیں۔ اور سوگ حرام ہے۔ خصوصاً سیاہ کہ شعارِ رافضیانِ لئام ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدِ نِ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۵۰۔ ۱۱ر محرم الحرام ۱۳۳۹ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین وخلیفۂ المرسلین مسائلِ ذیل میں:۔ (۱) بعض اہلِ سنت والجماعت عشرۂ محرم میں نہ تو دن بھر روٹی پکاتے۔ اور نہ جھاڑو دیتے ہیں۔ کہتے ہیں بعد دفنِ تعزیہ روٹی پکائی جائے گی۔ (۲) اِن دس دنوں میں کپڑے نہیں اُتارتے۔ (۳) ماہ محرم میں کوئی بیاہ شادی نہیں کرتے۔ (۴)

اِن ایّام میں سوائے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی کی نیاز فاتحہ نہیں دلاتے ہیں۔ یہ جائز ہے۔ یا ناجائز۔ بیّنوا توجروا ۞

الجواب ۔ پہلی تینوں باتیں سوگ ہیں۔ اور سوگ حرام ہے۔ اور چوتھی بات جہالت ہے۔ ہر مہینے میں ہر تاریخ ہر ولی کی نیاز اور ہر مسلمان کی فاتحہ ہوسکتی ہے ۞ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۞

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۵۱ ۔ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سیّد صاحب سر پر بال اس طرح رکھیں۔ کہ وہ کاکل یا گیسو کہے جاسکیں۔ تو ایسے بال ان سیّد صاحب کو بڑھانا جائز ہیں۔ یا نہیں؟ سُنا گیا ہے۔ کہ امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے گیسو تھے۔ جو مبارک شانوں پر لٹکتے تھے۔ بیّنوا توجروا ۞

الجواب ۔ شانوں تک گیسو جائز ہیں۔ بلکہ سُنّت سے ثابت ہیں۔ اور شانوں سے نیچے بال کرنا عورتوں سے خاص اور مرد کو حرام ہے۔ قَالَ صَلَّے اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُتَشَبِّھِیْنَ بِالنِّسَاءِ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۵۲ ۔ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ ہجری۔ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے۔ اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ؟ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟۔ بیّنوا توجروا ۞

الجواب - جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنے فاسد ہوں۔ یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو۔ یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو۔ جیسے وہابی رافضی غیر مقلد نیچری قادیانی۔ چکڑالوی وغیرہم۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ اور جس کی گمراہی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو۔ جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔ یا تفسیقیہ کہ بعض صحابۂ کرام مثل امیر معاویہ وعمرو بن عاص وابوموسےٰ اشعری ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو بُرا کہتے ہیں۔ ان سب کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا حرام۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب۔ اور انہیں کے قریب ہے فاسق مُعلن مثلاً داڑھی منڈایا خشخاشی رکھنے والا۔ یا کتروا کر حدِ شرع سے کم کرنے والا۔ یا کندھے سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں مُوباف ڈالے۔ یا ریشمی کپڑا پہنے۔ یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی۔ یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ دونوں ملکر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں۔ یا سُود خوار یا ناچ دیکھنے والا۔ ان سب کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو فاسق معلن نہیں۔ یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت ونفرت کرتے ہوں۔ اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ کہ پڑھنی خلاف اولےٰ اور پڑھ لیں۔ تو حرج نہیں۔ اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز وطہارت کا علم رکھتے ہوں۔ تو انہیں کی امامت اولےٰ ہے بخلاف ان سے

پہلی دو قسم والوں سے۔ اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے۔ مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں۔ اور اُن کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے۔ اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو۔ وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لئے جائیں۔ بخلاف قسم اوّل مثل دیوبندی وغیرہم کہ نہ اُن کی نماز نماز ہے، نہ اُن کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض اگر وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو۔ اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے۔ تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے۔ اور عیدین کا کچھ عوض نہیں ÷

امام اُسے کیا جائے جو سُنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارت صحیح القرأت ہو مسائلِ نماز و طہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔ یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم بالصواب

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۳۵ - یکم صفر ۱۳۳۹ھ ہجری۔ کیا ارشاد ہے اہلِ شریعت کا اس مسئلہ میں کہ عورت پر مرد کے۔ اور مرد پر عورت کے کیا حق ہیں؟

الجواب - مرد پر عورت کا حق نان و نفقہ دینا۔ رہنے کو مکان دینا۔ مہر وقت پر ادا کرنا۔ اُس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا۔ اُسے خلافِ شرع باتوں سے بچانا۔ قَالَ اللّٰہُ تعالٰی وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَقَالَ اللّٰہُ تعالٰی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا

اور عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ و رسول کے بعد تمام حقوق حتّٰی کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔ ان امور میں اُس کے احکام

کی اطاعت اُس کے ناموس کی نگاہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔ بے اُس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جا سکتی۔ اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لئے اور بہن بھائی چچا ماموں خالہ پھپی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جا سکتی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اگر میں کسی کو کسی غیر خدا کے سجدہ کا حکم دیتا۔ تو عورت کو حکم دیتا۔ کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہکر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو۔ اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۵۴ - ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ۔ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں۔ کہ بعض لوگ ننگے سر نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم اللہ جل شانہ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں اور نماز میں کسی طرح کی کراہت۔ تو نہیں ہو گی۔ بینوا توجروا ۔

الجواب - اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں۔ کوئی حرج نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۵۵ - ۶ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۹ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس جانور کو ذبح کیا۔ اور بسم اللہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی پہلی دفعہ میں اُس کی گردن اُس کے جسم سے علیحدہ ہو گئی۔ اُس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟۔ اور اُس کی کھال اُس کے سر سے کچھ لگی رہے۔ تو کیا حکم ہے

الجواب - دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم کتبہ عبدہ
المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

مسئلہ ۵۶ - ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۹ھ ہجری۔ کیا حکم ہے اہل سنت کا اس
مسئلہ میں کہ چنوں پر جو سوئم کی فاتحہ کے قبل کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے انکے کھانے
کو بعض لوگ مکروہ جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قلب سیاہ ہوتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے
تو ان کو کیا کرنا چاہئے۔ اسی طرح فاتحہ کے کھانے کو جو عام لوگوں کی ہوتی ہے
کھاتے ہیں۔ ایک موضع میں ان سوئم کے پڑھے ہوئے چنوں کو مسلمان اپنا
اپنا حصہ لے کر مشرک چماروں کو دیدیتے ہیں۔ وہاں یہی رواج ہمیشہ سے یہی
چلا آتا ہے۔ لہٰذا ان کلمہ طیبہ پڑھے ہوئے چنوں کو مشرک چماروں کو دینا
چاہئے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب - یہ چیزیں غنی نہ لے۔ فقیر لے اور وہ جو ان کا منتظر رہتا ہے اور ان کے
ملنے سے خوش ہوتا ہے اسکا قلب سیاہ ہوتا ہے۔ مشرک یا چمار کو انکا دینا گناہ
گناہ گناہ۔ فقیر لیکر خود کھائے۔ اور غنی لے ہی نہیں۔ اور اگر لے لئے ہوں۔
تو مسلمان فقیر کو دیدے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اولیائے کرام طعام موت
نہیں۔ وہ تبرک ہے۔ فقیر وغنی سب لیں۔ جبکہ مانی ہوئی نذر یعنی نذر شرعی
نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مسئلہ ۵۷ - ۵ ربیع الاول ۱۳۳۹ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین
ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مذبح میں گاؤکشی کرتا ہے اور ہر ایک
ذبیحہ پر دو پیسہ یا ایک آنہ لیتا ہے۔ اور وہی زید امامت بھی کرتا ہے۔ اور
گاہ گاہ اجرت ذبیحہ میں گوشت بھی لے آتا ہے۔ اب علمائے دین فرمائیں

کہ ذبیحہ پر اُجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اُسکے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اُسکا امامت کرانا درست ہے یا نہیں؟ اور بعض شخص کہتے ہیں کہ گوشت کھانا کسی آیت یا حدیث سے ثبوت نہیں۔ بعض شخص کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں گاو کو ذبح کراکر اور اُسکا گوشت پکواکر اس میں اپنی انگشت مبارک تر کرکے چوس لیا۔ سو یہ بھی تب کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کئی دن کا فاقہ تھا جب سے گوشت کھانا لوگوں نے اپنے مزے کی خاطر جاری کر لیا ہے۔ اب جناب قبلہ سے امیدوار ہوں کہ اسکا پورا پورا ثبوت مع آیت و حدیث شریف تحریر فرما کر مرہون منت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ ذبح پر اُجرت لینے میں کوئی حرج نہیں لانہ لیس بمعصیۃ ولا واجب متعین علیہ۔ یہ ٹھہرانا کہ اسے ذبح کرتا ہوں۔ اس میں سے اتنا گوشت اُجرت میں لوں گا۔ یہ نہ جائز ہے۔ لانہ کقفیز الطحان بلکہ جائز ذبح پر جائز اُجرت لے۔ اُسکے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی حرج نہیں۔ اُسکی امامت درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ رکھتا ہو۔ گوشت کھانا بلاشبہ قرآن و حدیث و اجماع اُمت سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالٰی فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ وقال تعالٰی فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ وقال تعالٰی وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ وہ بے سروپا حکایت جو کسی نے بیان کی محض کذب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

مسئلہ ۵۸۔ ۲۷ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۹ ہجری۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے شجرہ خوانی دام تزویر ہے۔ اور اسپر بہارستان مولانا جامی سے یہ عبارت نقل کرتا ہے "از حضرت سید بہاء الدین صاحب نقشبند رحمۃ اللہ علیہ پرسیدند۔ کہ از حضرت شجرہ شما چیست فرمودند

کہ کسے از شجرہ خوانی بجائے نرسد پس خدائے عزوجل را بیگانگی می شناسیم و ہمہ انبیاء و اولیاء ایمان آریم۔ و مقید سلسلہ نیستیم" یہ قول صحیح ہے۔ یا غلط۔ بینوا توجروا۔

الجواب۔ یہ قول محض باطل ہے۔ اور اس میں ہزارہا اولیائے کرام پر حملہ ہے۔ اور بہارستان سے جو عبارت نقل کی ہے۔ ساختہ ہے۔ اُس میں شجرہ خوانی یا شجرہ کا لفظ کہیں نہیں۔ اور پس خدائے عزوجل سے آخیر تک ساری عبارت اپنی طرف سے بڑھائی ہوئی ہے۔ بہارستان میں نہیں۔ شجرہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک بندے کے اتصال کی سند ہے۔ جس طرح حدیث کی اسنادیں امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کہ اولیاء و علماء و محدثین و فقہاء سب کے امام ہیں فرماتے ہیں۔ لَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ فِی الدِّیْنِ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ۔ شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں اولاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ **دوم**۔ صالحین کا ذکر کہ موجب نزولِ رحمت ہے **سوم**۔ نام بنام اپنے آقایانِ نعمت کو ایصالِ ثواب کہ اُن کی بارگاہ سے موجبِ نظرِ عنایت ہے۔ **چہارم**۔ جب یہ اوقاتِ سلامت میں اُن کا نام لیوا رہیگا۔ وہ اوقاتِ مصیبت اس کے دستگیر ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰہِ فِی الرَّخَاءِ یَعْرِفْکَ فِی الشِّدَّۃِ رواہ ابو القاسم بن بشران فی اما لیہ عن ابی ھریرۃ و غیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھم بسند حسن۔ واللہ تعالےٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم

مسئلہ ۵۹۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے اندر کھانا پینا جائز ہے۔ یا مکروہ۔ یا حرام؟ کیا وہ شخص جو نفل اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہوا ہو۔ کھا پی سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر کھا پی سکتا ہے تو کیا کچھ ذکر الٰہی کرنے کے بعد۔ یا داخل ہوتے ہی فوراً کھا پی سکتا ہے بیّنوا توجروا ۔

الجواب۔ مسجد میں ایسا کھانا پینا کہ مسجد میں گرے۔ اور مسجد آلودہ ہو۔ مطلقاً حرام ہے۔ معتکف ہو۔ یا غیر معتکف۔ اسی طرح ایسا کھانا جس سے نماز کی جگہ گھرے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہیں۔ تو غیر معتکف مکروہ۔ اور معتکف کو مباح۔ کہ اگر واقعی اسے اعتکاف منظور ہی تھا۔ جب تو نیت کرتے ہی معاً کھا پی سکتا ہے۔ اور اگر اعتکاف کی نیت اس لئے کی۔ کہ کھانا پینا جائز ہو جائے۔ تو پہلے کچھ دیر ذکر الٰہی کرے پھر کھائے ۔ کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا بحمد ن المصطفٰے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم ۔

مسئلہ ۶۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ اور اس کی حیات میں اس کی چھوٹی بہن سے نکاح کیا۔ نکاح دوم جائز ہے۔ یا ناجائز؟ اور ان دونوں عورتوں سے جو اولاد ہو گی۔ وہ کیسی ہو گی؟ اور زید کا متروکہ پانے کی مستحق ہے۔ یا نہیں؟ اور یہ دونوں عورتیں مہر پانے کی مستحق ہیں۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب۔ زوجہ جب تک زوجیت یا عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح حرام قطعی ہے۔ قال اللہ تعالےٰ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ

اُس سے جو اولاد ہوگی شرعًا اولادِ حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ اسے ولدِ حرام بمعنی ولد الزنا کہنا جائز نہیں جب تک اُس دوسری کو ہاتھ نہ لگایا تھا پہلی حلال تھی۔ اُس وقت تک کے جماع سے جو اولاد پہلی سے ہوئی۔ ولد حلال ہے۔ اور بعد کے جماع سے جو اولاد ہو۔ وہ بھی شرعًا اولادِ حرام ہے۔ مگر ولد الزنا نہیں۔ دونوں عورتوں کی سب اولادیں کہ زید سے ہوئیں۔ زید کا ترکہ پائیں گی۔ کہ نسب ثابت ہے۔ ہاں زوجۂ ثانیہ ترکہ نہ پائے گی۔ کہ نکاح فاسد ہے + دونوں عورتیں مہر کی مستحق ہیں پہلی مطلقًا اور دوسری اُس صورت میں کہ حقیقۃً اُس سے جماع کیا ہو۔ فقط خلوت کافی نہیں پھر بھی اپنا پورا مہر پائے گی۔ اور دوسری مہر مثل اور جو مہر بندھا تھا۔ ان دونوں میں سے جو کم ہو۔ وہ پائے گی۔ درمختار میں ہے۔ یجب مہر المثل فی نکاح فاسد وھو الذی فقد شرطا من شرائط الصحۃ کشھود ومثلہ تزوج الاختین معا و نکاح الاخت فی عدۃ الاخت اھ ش بالوطء لا بغیرہ کالخلوط ولم یزد مھر المثل علی المسمی لرضاھا بالحط ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل ہدایہ باب نکاح الرقیق میں ہے۔ بعض المقاصد فی النکاح الفاسد حاصل کالنسب و وجوب المھر والعدۃ۔ درمختار میں ہے۔ یستحق الارث بنکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا

واللّٰہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

مجموعۂ مبارکہ جامع مسائل ضروریہ حاویٔ احکام شرعیہ معدنِ برکاتِ لطیفہ یعنی

احکامِ شریعت حصّۂ دوم

مشتمل بر بعض فتاویٰ حضور پُر نُور اعلیٰ حضرت مجدد مأتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مسئلہ ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا قول ہے۔ وقت مغرب بہت قلیل ہے۔ اسی وجہ سے چھوٹی سورۃ مغرب میں پڑھتے ہیں۔ اور بعد دو سنّت و نفل کے مغرب کا وقت نہیں رہتا۔ یا پانچ چھ منٹ اور رہتا ہے۔ عمرو کہتا ہے نماز مغرب اول وقت پڑھنا۔ اور چھوٹی سورۃ کا پڑھنا یہ سب مستحب ہے۔ مغرب کا وقت جب تک سُرخی شفق کی رہتی ہے۔ باقی رہتا ہے۔ بلکہ آدھ گھنٹہ سے زائد رہتا ہے۔ لہٰذا گزارش ہے کہ وقت مغرب کی پہچان کہ کب تک رہتا ہے۔ اور کتنی دیر رہتا ہے؟ اور زید و عمرو کے قول کی تصدیق اور یہ کہ سُرخی کے بعد جو سفیدی رہتی ہے۔ اگر اس وقت کوئی شخص نماز مغرب ادا کرے۔ تو جائز ہے یا نہیں؟ اور بلا کراہت کس وقت تک پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب - زید کا قول محض غلط ہے - اُس نے اپنی طبیعت سے یہ بات گھڑی ہے - جبھی تو شک کی حالت میں ہے - خود نہیں جانتا - کبھی کہتا ہے نہیں رہتا - پھر کہتا ہے - پانچ چھ منٹ اَور رہتا ہے - یہ سب اس کے باطل خیالات ہیں جن کو شرعی معاملات میں استعمال کرنا حرام ہے - بلکہ مغرب کا وقت اُس سپیدی کے ڈوبنے تک رہتا ہے جو عرضاً یعنی جانب مغرب میں شمالاً جنوباً سپیدہ صبح کی طرح پھیلی ہوتی ہے - اس کے بعد جو سپیدی نہ جنوباً شمالاً بلکہ آسمان میں اُوپر کی طرف کو طولاً صبح کاذب کیطرح باقی رہے - اُس کا اعتبار نہیں - غروب آفتاب سے اُس سپیدی ڈوبنے تک جو عرضاً پھیلی ہوتی ہے - ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ ۱۸ منٹ وقت ہوتا ہے - اور زائد سے زائد ایک گھنٹہ پینتیس ۳۵ منٹ - ۱۸ سے ۳۵ تک وقت بدلتا رہتا ہے - کہ بعض دنوں میں سپیدی ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ - بعض دنوں میں ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ - بعض میں ۲۰ - اِسی طرح ۳۵ منٹ بعد غروب ہوتی ہے - ردّ المحتار تحت قول مَاتنَ الشَّفقُ هُوَالْحُمْرَةُ عِنْدَ هُمَا وَبِهٖ قَالَتِ الثَّلَاثَةُ وَاِلَيْهِ رَجَعَ الْاِمَامُ فرمایا وہ اَلْمُحَقِّقُ فِی الْفَتْحِ بِاَنَّهٗ لَا يُسَاعِدُهٗ رَوَايَةٌ وَلَا دِرَايَةٌ الخ وَقَالَ تِلْمِيْذُهُ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ فِیْ تَصْحِيْحِ الْقُدُوْرِیْ اِنَّ رُجُوْعَهٗ لَمْ يَثْبُتْ لِمَا نَقَلَهُ الْكَافَّةُ مِنْ لَّدُنِ الْاَئِمَّةِ الثَّلَاثَةِ اِلَى الْيَوْمِ مِنْ حِكَايَةِ الْقَوْلَيْنِ ودعوی عمل عامۃ الصحابۃ بخلافه خلاف المنقول قَالَ فِی الْاِخْتِيَارِ اَلشَّفَقُ الْبَيَاضُ وَهُوَ مَذْهَبُ الصِّدِّيْقِ الخ - ہاں مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے - اور بلا عذر دو رکعتوں کے قدر دیر لگانا مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اَولیٰ ہے - درمختار میں ہے

وَالْمُسْتَحَبُّ التَّعْجِيْلُ فِي الْمَغْرِبِ مُطْلَقًا وَتَاخِيْرُ قَدْرِ رَكْعَتَيْنِ يُكْرَهُ تَنْزِيْهًا۔ اور بلا عذر اتنی دیر لگانا جس میں کثرت سے ستارے ظاہر ہو جائیں۔ مکروہ تحریمی و گناہ ہے۔ اسی میں ہے وَالْمَغْرِبُ اِلَى اِشْتِبَاكِ النُّجُوْمِ اَىْ كَثْرَتِهَا كُرِهَ تَحْرِيْمًا اِلَّا بِعُذْرٍ ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۲۔ کیا حکم ہے علمائے اہلِ سُنّت وجماعت کا مسائلِ ذیل میں:-

(الف) زیور نقرئی یا طلائی روزانہ پہنا جاتا ہو۔ یا رکھا رہے۔ کیا دونوں صورتوں پر زکوٰۃ ہے؟

(ب) حساب قیمت کا جس وقت زیور بنوایا تھا۔ وہ رہیگا یا نرخ بازار جو بروقت دینے زکوٰۃ کے ہو؟

(ج) جو روپیہ تجارت میں ہے مثلاً پارچہ یا کرایہ وغیرہ خرید لیا ہے۔ اُس پر زکوٰۃ کس حساب سے دینا ہوگی؟

(د) فی صدی کیا زکوٰۃ کا دینا ہوگا؟

(ہ) زکوٰۃ کا روپیہ کافر مشرک وہابی رافضی قادیانی وغیرہم کو دینا چاہئے یا نہیں؟

(و) زکوٰۃ کا دینا اولیٰ کس کو ہے؟ بھائی بہن۔ والدین جو صاحبِ نصاب نہ ہوں۔ ان کو دینا چاہئے۔ یا نہیں؟

(ز) چھپّن روپیہ جس شخص کے پاس ہوں۔ صاحبِ نصاب ہے۔ اب وُہ زکوٰۃ کا کیا دیوے؟

(ح) قربانی کس پر ہے۔ اور واجب ہے یا فرض؟

(ط) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی

خوشنودی کے لئے منع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بکری کی قربانی کرو۔ تو کس کی قربانی کی جائے؟ بیّنوا توجروا ✦

الجواب:۔ (الف) زیور میں مطلقاً زکوٰۃ ہے۔ ہر وقت پہنے رہیں خواہ کبھی نہ پہنیں ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ✦

(ب) سونے کے عوض سونا۔ اور چاندی کے عوض چاندی زکوٰۃ میں دیجائے جب تو نرخ کی کوئی حاجت ہی نہیں۔ وزن کا چالیسواں حصہ دیا جائیگا۔ ہاں اگر سونے کے بدلے چاندی۔ یا چاندی کے بدلے سونا دینا چاہیں۔ تو نرخ کی ضرورت ہوگی۔ نرخ بنوانے کے وقت کا معتبر ہوگا۔ نہ وقت ادا کا۔ اگر ادا سال تمام سے پہلے یا بعد ہو۔ بلکہ جس وقت یہ مالکِ نصاب ہُوا تھا۔ وہ ماہ عربی وہ تاریخ وہ وقت جب عود کرینگے اُس پر زکوٰۃ کا سال تمام ہوگا۔ اُس وقت کا نرخ لیا جائیگا ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ✦

(ج) سال تمام پر بازار کے بھاؤ سے جو اُس مالِ تجارت کی قیمت ہے اُس کا چالیسواں حصہ دینا ہوگا ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ✦

(د) آسانی اسی میں ہے۔ کہ فی صدی ڈھائی روپے ✦ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

(ہ) ان کو دینا حرام ہے۔ اور اگر ان کو دیگے۔ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ✦

(و) یہ جن کی اولاد میں ہو۔ جیسے ماں باپ۔ دادا دادی۔ نانا نانی۔ اور جو اس کی اولاد میں۔ جیسے بیٹا بیٹی۔ پوتا پوتی۔ نواسا نواسی۔ ان کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اور بھائی بہن۔ اگر مصرفِ زکوٰۃ ہوں۔ تو ان کو دینا سب سے افضل ہے ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ✦

(ز) چھپّن ۵۶ روپیہ کا چالیسواں حصہ ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ✦

(ح) صاحبِ نصاب جو اپنی حوائج اصلیہ سے فارغ چھپن روپیہ کے مال کا مالک ہو۔ اُس پر قربانی واجب ہے ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

(ط) مشرکوں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی بند کرنا حرام حرام سخت حرام ہے۔ اور جو بند کرے گا۔ جہنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا۔ اور روزِ قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۵۳- کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کے ذمہ نماز قضا دس یا بارہ یا چودہ سال کی ہو۔ وہ شخص کس طریقہ نماز قضا پھیرے۔ جو طریقہ آسان ہو۔ ارقام فرمائیے مع نیت اور وتر کے کہ نماز وتر قضا پڑھی جائے گی۔ یا نہیں۔ جواب عام فہم ہو۔ بینوا توجروا ۔

الجواب۔ قضا ہر روز کی نماز کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں۔ دو فرض فجر کے چار ظہر۔ چار عصر۔ تین مغرب۔ چار عشا کے۔ اور تین وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے۔ نیت کی میں نے سب میں پہلی یا سب میں پچھلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی۔ یا پہلی یا پچھلی ظہر کی۔ جو مجھ سے قضا ہوئی۔ اور ابھی تک میں نے اُسے ادا نہیں کیا۔ اسی طرح ہر نماز میں کیا کرے۔ اور جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہیں۔ وہ آسانی کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے۔ تو جائز ہے۔ کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ۔ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کی جگہ صرف ایک ایک بار کہے۔ مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نمازیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے۔ اُسوقت سُبْحَانَ کا سین شروع

کرے۔ اور جب عظیم کا میم ختم کرے اسوقت رکوع سے سر اُٹھائے۔ اسی طرح سجدے میں۔ ایک تخفیف کثرتِ قضا والے کے لئے یہہ ہو سکتی ہے۔ دُوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اَلْحَمْد شریف کی جگہ فقط سُبْحَانَ اللّٰہ تین بار کہکر رکوع کرلے۔ مگر وتروں کی تینوں رکعت میں الحمد اور سورۃ دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف یہ کہ آخری التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دُعا کی جگہ صرف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ کہکر سلام پھیر دے۔ چوتھی تخفیف یہ کہ وتروں کی تیسری رکعت میں دُعائے قنوت کی جگہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہکر فقط ایک یا تین بار رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہے ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ✦

مسئلہ ۴۴ - کیا حکم ہے شرعِ مطہر کا اس مسئلہ میں کہ تین بھائی حقیقی ایک مکان میں رہتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد تین قطعے ہو گئے۔ دو مکانوں کا دروازہ ایک ہی رہا۔ اور تیسرے قطعے کا دروازہ علیحدہ دُوسری جانب کو بنایا گیا۔ مگر اُس مکان میں ایک کھڑکی پچھلے دونوں قطعوں میں آمد و رفت کے واسطے رہی جس کے باعث سے تینوں بھائیوں کے مکان ایک ہی سمجھے جاتے ہیں۔ اِس تیسرے قطعہ یعنی کھڑکی والے مکان کے ساکن کا انتقال ہو گیا۔ تو مرحوم کی بی بی ایامِ عدت میں اِس کھڑکی سے پچھلے دونوں قطعوں میں جا سکتی ہے۔ یا نہیں؟ اور پچھلے دونوں قطعوں کے مالک بھی محرم ہی تھے۔ بیّنوا توجروا ✦

الجواب جبکہ میت کا مکانِ سکونت وہ تھا۔ عورت اُس میں اپنی عدت پوری کرے۔ اور کھڑکی دو مکانوں کو ایک نہیں کر سکتی ✦ واللہ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالےٰ اَعْلَمُ ✦

مسئلہ ۵ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نکاح کیا۔ بعد رخصت کے یہ معلوم ہوا - کہ عورت امراض سخت میں مبتلا ہے اور اولاد کی اُس سے قطعًا نا امیدی ہے - اور کار و بار خانہ داری سے بالکل مجبور ہے - دو سال تک زید نے اپنی عورت کا علاج کیا - مگر کچھ افاقہ نہیں ہوا - مجبورًا زید نے دوسرا نکاح کیا - زوجۂ اُولیٰ کے والدین نے اپنی لڑکی کو اپنے مکان پر روک لیا - اور زید کے یہاں بھیجنے سے انکار کیا - چند بار زید اپنی بی بی کے لینے کے واسطے گیا - اور بہت خوشامد کی - مگر زوجۂ اُولیٰ کے والدین کسی طرح رضامند نہیں ہوئے - زید اُس کے بلانے کی کوشش میں ہے - ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے - یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ؞

الجواب - اگر یہ صورت واقعہ ہے - تو زید کا کیا قصور ہے (یعنی کوئی قصور نہیں) - اُس کے پیچھے نماز بے تکلف روا ہے - اگر اور شرائطِ امامت رکھتا ہے - قال اللہ تبارک وتعالیٰ لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ؞

مسئلہ ۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بازاری عورت طوائف کا بیٹا ہے - بچپن سے زید کی طبیعت علم کی طرف مائل تھی - حتّٰی کہ وہ عالم ہو گیا - نماز اُس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے - یا نہیں؟ کیونکہ اُس کے والد کا پتہ نہیں - کہ کون تھا بیّنوا توجروا ؞

الجواب - نماز جائز ہونے میں تو کلام نہیں - بلکہ جب وہ عالم ہے اگر عقیدہ کا سُنّی ہو - اور کوئی وجہ اُس کے پیچھے منع نماز کی نہ ہو - تو وہی امامت

کا مستحق ہے جب کہ حاضرین میں اُس سے زیادہ کسی کو مسائل نماز و طہارت کا علم نہ ہو۔ كَمَا فِى الدُّرِّ الْمُخْتَارِ وَغَيْرِهٖ مِنَ الْاَسْفَارِ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ ٭

مسئلہ ۷ ۔ کیا حکم ہے شریعتِ مطہر کا اِس میں کہ دعوتِ طعام کونسی سُنّت ہے؟ اور کِس دعوتِ طعام سے انکار کرنا گناہ ہے۔ بالتفصیل ارشاد ہو۔ بيِّنوا۔ توجروا ٭

الجواب ۔ دعوتِ ولیمہ کا قبول کرنا سُنّتِ مؤکّدہ ہے جب کہ وہاں کوئی معصیت مثل مزامیر وغیرہ نہ ہو۔ نہ اَور کوئی مانع شرعی ہو۔ اور اس کا قبول وہاں جانے میں ہے۔ کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے۔ ردّ المحتار میں ہے۔ دُعِيَ اِلٰى وَلِيْمَةٍ۔ هِيَ طَعَامُ الْعُرْسِ وَقِيْلَ الْوَلِيْمَةُ اِسْمٌ لِكُلِّ طَعَامٍ۔ وَفِى الْهِنْدِيَّةِ عَنِ التُّمُرْتَاشِيِّ اُخْتُلِفَ فِىْ اِجَابَةِ الدَّعْوٰى قَالَ بَعْضُهُمْ وَاجِبَةٌ لَا يَسَعُ تَرْكُهَا وَقَالَ الْعَامَّةُ هِيَ سُنَّةٌ وَالْاَفْضَلُ اَنْ يُجِيْبَ اِذَا كَانَتْ وَلِيْمَةً وَاِلَّا فَهُوَ مُخَيَّرٌ وَالْاِجَابَةُ اَفْضَلُ لِاَنَّ فِيْهَا اِدْخَالَ السُّرُوْرِ فِىْ قَلْبِ الْمُؤْمِنِ وَاِذَا اَجَابَ فَعَلَ مَا عَلَيْهِ اَكَلَ اَوْ لَا۔ وَالْاَفْضَلُ اَنْ يَّاْكُلَ لَوْ غَيْرَ صَائِمٍ۔ وَفِى الْبِنَايَةِ اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ سُنَّةٌ وَلِيْمَةً اَوْ غَيْرَهَا وَاَمَّا دَعْوَةٌ يَقْصِدُ بِهَا التَّطَاوُلَ اَوْ اِنْشَاءَ الْحَمْدِ اَوْ مَا اَشْبَهَهٗ فَلَا يَنْبَغِىْ اِجَابَتُهَا لَا سِيَّمَا اَهْلِ الْعِلْمِ

مُلَخَّصًا۔ وَفِی الْاِخْتِیَارِ وَلِیْمَۃُ الْعُرْسِ سُنَّۃٌ قَدِیْمَۃٌ اِنْ لَّمْ یُجِبْہَا اَثِمَ وَجَفَا لِاَنَّہٗ اِسْتِہْزَاءٌ بِالْمُضِیْفِ اھ وَمُقْتَضَاہُ اَنَّہَا سُنَّۃٌ مُؤَکَّدَۃٌ بِخِلَافِ غَیْرِہَا وَصَرَّحَ شُرَّاحُ الْہِدَایَۃِ بِاَنَّہَا قَرِیْبَۃٌ مِّنَ الْوَاجِبِ۔ وَفِی التَّاتَارْخَانِیَہ عَنِ الْیَنَابِیْعِ لَوْ دُعِیَ اِلَی الدَّعْوَۃِ فَالْوَاجِبُ الْاِجَابَۃُ اِنْ لَّمْ یَکُنْ ہُنَاکَ مَعْصِیَۃٌ وَلَا بِدْعَۃٌ وَالْاِمْتِنَاعُ اَسْلَمُ فِیْ زَمَانِنَا اِلَّا اِذَا عَلِمَ یَقِیْنًا اَنْ لَّا بِدْعَۃَ وَلَا مَعْصِیَۃَ اھ وَالظَّاہِرُ حَمْلُہٗ عَلٰی غَیْرِ الْوَلِیْمَۃِ۔ وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۸ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں؟

(ا) حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شبِ معراج براق پر سوار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ سے وعدہ لے لیا ہے۔ کہ روزِ قیامت جب کہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ تو ہر ایک مسلمان کی قبر پر اسی طرح ایک ایک براق بھیجوں گا۔ جیسا کہ آج آپ کے واسطے بھیجا گیا ہے یہ مضمون صحیح ہے۔ یا نہیں؟ کیونکہ کتاب معارج النبوۃ سے لوگ اس کو بیان کرتے ہیں۔

(ب) کتاب معارج النبوۃ کیسی کتاب ہے؟ اور اس کے مصنف عالم اہل سنت معتبر محقق تھے۔ یا نہیں؟

(ج) طوائف جس کی آمدنی صرف حرام پر ہے۔ اُس کے یہاں میلاد شریف پڑھنا۔ اور اُس کی اُسی حرام آمدنی سے منگائی ہوئی (خریدی ہوئی) شیرینی پر فاتحہ کرنا جائز ہے۔ یا نہیں؟

(د) مجلس میلاد شریف میں بعد بیان میلاد شریف کے ذکر شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور واقعات کربلا کو بیان کرنا (پڑھنا)

جائز ہیں۔ یا نہیں؟

(ل) خاتونِ جنّت بتول زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی نسبت یہ بیان کرنا۔ کہ روزِ محشر وہ برہنہ سر و پا ظاہر ہوں گی۔ اور امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ و امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خون آلودہ اور زہر آلودہ کپڑے کاندھے پر ڈالے ہوئے۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک جو جنگِ اُحد میں شہید کیا گیا تھا۔ ہاتھ میں لئے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونگی۔ اور عرش کا پایہ پکڑ کر ہلائیں گی۔ اور خون کے معاوضہ میں اُمتِ عاصی کو بخشوائیں گی صحیح ہے۔۔ یا نہیں؟

(م) مجلسِ میلاد شریف پڑھنے کے لئے پیشتر اُجرت ٹھہرا لینا کہ ایک روپیہ دو۔ تو ہم پڑھیں گے۔ اور اس سے کم پر نہیں پڑھیں گے۔ اور وہ بھی اس سے پیشگی بطور بیعانہ یا سائی جمع کرا لینا جائز ہے۔ یا نہیں؟

(ن) حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا شبِ معراج عرشِ الٰہی پر مع نعلین مبارک تشریف لے[۱] جانا صحیح ہے۔ یا نہیں؟

(ع) رافضیوں کے یہاں محرم میں ذکرِ شہادت و مصائبِ شہدا لئے کھانا و سوز خوانی و مرثیہ مصنفہ انیس و دبیر پڑھنا جائز ہیں۔ یا نہیں؟

(ط) بیان کیا جاتا ہے کہ شبِ معراج حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے والدین رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا عذاب دکھایا گیا۔ اور ارشادِ باری ہوا۔ کہ اے حبیب! یا ماں باپ بخشوا لے۔ یا اُمت کو۔ آپ نے ماں باپ کو چھوڑا۔ اور اُمت کو اختیار کیا۔ یہ صحیح ہے۔ یا نہیں؟

---

[۱] اللہ تعالےٰ کے حضور حاضر ہونا کہنا چاہیئے نہ کہ تشریف لے جانا ۱۲ مؤلف یعنی مع نعلین عرش پر جانا ۱۲ مؤلف *

(ی) زید باوجود اطلاع پانے جوابات سوالات مذکورۃ الصدر کے اگر اپنے قول وافعال مذکورۂ بالا سے باز نہ آئے۔ اور تائب نہ ہو۔ اور ان جوابات کو جھوٹا تصوّر کرے۔ اور یہی بیانات اور طریقے جاری رکھے تو اُس سے مجلس شریف پڑھوانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ٭

الجواب:۔ (ا) بے اصل ہے ٭ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم ٭

(ب) سُنّی واعظ تھے۔ کتاب میں رطب ویابس سب کچھ ہے واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم ٭

(ج) اُس مال کی شیرینی پر فاتحہ کرنا حرام ہے۔ مگر جبکہ اُس نے مال بدل کر مجلس کی ہو۔ اور یہ لوگ جب کوئی کارِ خیر کرنا چاہتے ہیں۔ تو ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور اس کے لیئے کسی شہادت کی حاجت نہیں۔ اگر وہ کہے۔ کہ میں نے قرض لے کر یہ مجلس کی ہے۔ اور وُہ قرض اپنے مال حرام سے ادا کیا ہے۔ تو اُس کا قول مقبول ہوگا۔ کَمَا نُصَّ عَلَیْہِ فِی الْھِنْدِیَۃِ وَغَیْرِھَا۔ بلکہ اگر شیرینی اپنے مال حرام ہی سے خریدی۔ اور خریدنے میں اس پر عقد ونقد جمع نہ ہوئے۔ یعنی حرام روپیہ دکھا کر اُس کے بدلے خرید کر دہی حرام روپیہ دیا۔ اگر ایسا نہ ہُوا ہو۔ تو مذہب مفتی بہ پر وہ شیرینی بھی حرام نہ ہوگی۔ جو شیرینی اُس سے خاص اُجرت زنا یا غنا میں ملی۔ یا اُس کے کسی آشنا نے تحفہ میں بھیجی۔ یا اُس کی خریداری میں عقد ونقد مالِ حرام پر جمع ہوئے۔ وہ شیرینی حرام اور اُس پر فاتحہ حرام ہے۔ یہ حکم تو شیرینی وفاتحہ کا ہُوا۔ مگر اُس کے یہاں جانا اگرچہ مجلس شریف پڑھنے کے لئے ہو۔ معصیت۔ یا مظنّۂ معصیت۔ یا تہمت۔ یا مظنّۂ تہمت سے ہرگز خالی نہیں۔ اور ان

سب سے بچنے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يَقِفُ مَوَاقِعَ التُّهَمِ۔ یعنی جو اللہ عزوجل
اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ ہرگز تہمت کی جگہوں میں کھڑا
نہ ہو۔ اوّل تو اُن کی چوکی اور فرش اور ہر استعمالی چیز انہیں احتمالات
خباثت پر ہی ہے۔ جو اہلِ تقوےٰ نہیں۔ اُسے اُن کے ساتھ قُرب آگ
اور بارود کا قُرب ہے۔ اور جو اہلِ تقوےٰ ہے۔ اُس کے لئے وہ لوہار
کی بھٹی ہے۔ کہ کپڑے جلے تو نہیں۔ مگر کالے تو ضرور ہوں گے۔ پھر
اپنے نفس پر اعتماد کرنا۔ اور شیطان کو دُور سمجھنا احمق کا کام ہے۔
وَمَنْ رَتَعَ حَوْلَ الْحِمٰى اَوْشَكَ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ۔ جو رمنے کے
گرد چرائیگا۔ کبھی اُس میں پڑ بھی جائے گا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم
(د) عُلمائے کرام نے مجلس میلاد شریف میں ذکرِ شہادت سے
منع فرمایا ہے۔ کہ وہ (میلاد شریف) مجلسِ سرور ہے۔ ذکرِ حزن (غم) مولم
مناسب نہیں۔ کمَا فِی مَجْمَعِ الْبِحَارِ۔ وَاللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔
(لا) یہ سب محض جھوٹ اور افتراء اور کذب اور گستاخی و بے ادبی
ہے۔ مجمع اوّلین و آخرین میں اُن کا برہنہ سر تشریف لانا جنکو برہنہ سر کبھی
آفتاب نے بھی نہ دیکھا ہو۔ وہ کہ جب صراط پر گذر فرمائیں گی۔ زیرِ
عرش سے منادی ندا کرے گا۔ اے اہلِ محشر اپنے سر جھکالو۔ اور اپنی
آنکھیں بند کرلو۔ کہ فاطمہ بیٹی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صراط پر
گذر فرماتی ہیں۔ پھر وہ نورِ الٰہی ایک برق کی طرح ستر ہزار حوریں جلو میں
لئے ہوئے گذر فرمائے گا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔
(و) اللہ عزوجل فرماتا ہے:۔ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

یہ ممنوع ہے۔ اور ثواب عظیم سے محرومی مطلق ٭ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ٭

(ز) یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے ٭ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ٭

(ح) حرام ہے۔ کتنا ہمجنس با ہمجنس پرواز ۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا:۔ لَا تُجَالِسُوْهُمْ۔ اُن کے پاس نہ بیٹھو ۔ دوسری حدیث شریف میں فرمایا:۔ مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے۔ وہ انہیں میں سے ہے ٭ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ٭

(ط) محض جھوٹ افترا اور کذب وبہتان ہے ۔ اللہ تعالےٰ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترا کرنے والے فلاح نہیں پاتے ٭ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ٭

(ی) جو بعد اطلاع احکامِ شرعیہ نہ مانے ۔ اور اُنہیں افعال پر مُصِر ہے اور فتویٰ شریعت کو جھوٹا تصوّر کرے ۔ وہ گمراہ ہے ۔ اُس سے مجلس شریف پڑھوانا ۔ یا اُس کا سُننا ۔ اور اس سے اُمیدِ ثواب رکھنا ۔ اُسکی تعظیم کرنا ۔ سب ناجائز ہے ۔ جب تک تائب نہ ہو ٭ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ٭

مسئلہ ۹ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے ۔ اگر ہجرت ہی کرنا ہے تو بجائے کابل کے مدینہ منوّرہ کو ہجرت کروں گا ۔ کم از کم یہ تو ہوگا ۔ کہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے پچاس ہزار نماز کا ثواب ملیگا ۔ اور کہتا ہے دین بغیر

(عسہ) اِن مراثی کا پڑھنا جن میں نری موضوعات اور روافض خذلہم اللہ کی من گھڑت بہتانی روایات ہوں ۔ اُنکا پڑھنا ناجائز ۔ اور حضرات شہدائے کرام کی ارواحِ طیبہ کو ایذا دینا ہے ۱۲ مؤلف

منوّرہ سے نکلا ہے۔ اور پھر اُسی طرف پلٹ جائے گا۔ پس اُس جگہ سے کون افضل ہوگی۔ اور اس زمانہ میں جبکہ نصارٰی کا قبضہ اس جگہ ہے۔ کابل سے ہزار درجہ اُس جگہ کی ہجرت کو افضل کہتا ہے۔ اور اپنے لئے باعث سلامتی دین و شفاعت تصوّر کرتا ہے۔ زید کا یہ خیال درست ہے یا نہیں اور یہ ہجرت اُس کی درست ہوگی۔ یا نہیں؟ اور اگر ہجرت میں یہ نیّت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منوّرہ پر کُفّار کا قبضہ ہے اتنی مدّت اپنے وطن میں نہ آئے گا۔ ایسی نیت اُس کی درست ہوگی۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:۔ زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں۔ بیشک مدینہ منوّرہ سے کسی شہر کو نسبت نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ وَالْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ لَّھُمْ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ مدینہ منوّرہ اُن کے لئے سب سے بہتر ہے اگر وہ جانیں۔ مگر مدینہ طیّبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ کہ حفظِ آداب نہیں ہو سکے گا۔ اور قبضۂ کُفّار کا بیان غلط ہے۔ اور ہو تو یہ نیّت کہ اُن کے قبضہ تک وہیں رہیگا۔ اُلٹی نیّت ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰:۔ خدمتِ والا میں گزارش ہے۔ کہ براہِ کرم امور ذیل کا جواب مرحمت فرما کر خادم کی تسلّی فرمائیں:۔

(۱) مسائلِ خلافتِ اسلامیہ و ہجرت عن الہند کے متعلق مولوی صاحب عبدالباری فرنگی محلہ و ابوالکلام آزاد وغیرہ نے جو کچھ آواز اُٹھائی ہے یہ حدودِ اسلامیہ و شرعیہ کے موافق ہے۔ یا خلاف؟

(۲) ہر لحاظ سے جناب والا کی خاموشی کن مصالح کی بنا پر ہے۔ اگر موافق

ہے۔ تو کیوں اِن اصحاب کی تائید میں آواز نہیں اُٹھاتے۔ اور اگر خلاف ہے۔ تو دُوسرے مُسلمانوں کو خطرناک ہلاکت سے کیوں نہیں روکا جاتا؟ جنابِ والا نے اپنے لئے کیا راہ تجویز فرمائی ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب۔ مقصد بتایا جاتا ہے۔ اماکنِ مقدسہ کی حفاظت۔ اِس میں کون مُسلمان خلاف کرسکتا ہے۔ اور کارروائی کی جاتی ہے کُفّار سے اتحاد مشرک لیڈروں کی غلامی و تقلید قرآن شریف و حدیث شریف کی عمر کو بُت پرستی پر نثار کرنا۔ مُسلمانوں کا قشقہ لگوانا۔ کافروں کی جے بولنا رام لچھمن پر پھُول چڑھانا اور رامائن کی پُوجا میں شریک ہونا۔ مشرک کا جنازہ اپنے کندھوں پر اُٹھا کر اُس کی جے بول کر مرگھٹ کو لے جانا۔ کافروں کو مسجد میں لے جا کر مُسلمانوں کا واعظ بنانا شعارِ اسلام قربانیِ گاو کو کُفّار کی خوشامد میں بند کرنا۔ ایک ایسے مذہب کی فکر میں ہونا جو اسلام وکُفر کی تمیز اُٹھا دے۔ اور بتوں کے معبد پراگ کو مقدس ٹھہرائے۔ اور اسی طرح کے بہت اقوال احوال افعال جن کا پانی سر سے گزر گیا۔ جنہوں نے اسلام پر یکسر پانی پھیر دیا۔ کون مُسلمان اِن میں موافقت کرسکتا ہے۔ ان حرکاتِ خبیثہ کے رَدّ میں فتوے لکھے گئے۔ اور لِکھے جا رہے ہیں اِس سے زیادہ کیا اختیار ہے۔ پاکی ہے اُسے جو مقلب القلوب والابصار ہے۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ ولاحول ولاقوۃ اِلّا باللہ العلی العظیم۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو پتّا یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گر جاتا ہے۔ یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے۔ تو پھر بعد رفعِ غفلت اُنکا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے۔ یا نہیں۔ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب: رب عزوجل فرماتا ہے:۔ تُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ۔ اُس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی اُن میں ہیں۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ مگر تم اُن کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاء عالم کو شامل ہے۔ ذی روح ہوں۔ یا بے رُوح۔ اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی رُوح نباتی بھی قائم نہیں۔ دائم التسبیح ہیں۔ کہ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ کے دائرہ سے خارج نہیں۔ مگر اُن کی تسبیح بے منصب ولایت۔ نہ مسموع نہ مفہوم۔ اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے۔ ان کی دو تسبیحیں ہیں۔ ایک تسبیح جسم۔ کہ اس رُوح متعلق کے اختیاری نہیں۔ وہ اسی اِنْ مِّنْ شَيْءٍ کے عموم میں اُس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔

دُوسری تسبیح روح یہ ارادی و اختیاری ہے۔ اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم۔ اِس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نباتات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے۔ اور اُس کے بعد یا جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے۔ منقطع ہو جاتی ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین نے فرمایا ہے۔ کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھاڑیں۔ فَإِنَّهٗ مَا دَامَ رَطْبًا يُسَبِّحُ لِلّٰهِ تَعَالٰى فَيُؤْنِسُ الْمَيِّتَ۔ کہ وہ جب تک تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ تو میت کا دل بہلتا ہے۔ مگر قتل و قطع و موت و یبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی۔ جب تک اُس کا ایک جزو لا یتجزی باقی رہیگا۔ منقطع نہ ہوگی۔ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ

اسے رُوح سے تعلق نہ تھا۔ کہ تعلّقِ رُوح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اہل سُنّت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب وعظ میں اِس طرح کہتے تھے۔ "اللہ تعالےٰ اپنے پیارے بندوں کو اپنے پاک کلام میں یُوں ارشاد فرماتے ہیں"۔ اور کبھی اِس طرح کہتے تھے۔ "ارشاد فرماتا ہے"۔ کہیں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اور کہیں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ ایسے کلام کے کہنے سے انسان پر کُفر و شرک تو لازم نہیں آتا ہے۔ گنہگار ہوتا ہے۔ یا نہیں؟ اور کتابوں کے مصنّف نے اللہ فرماتے ہیں۔ کیوں نہیں لکھا۔ اور فرماتا ہے۔ لکھا ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب - اللہ عزّ وجلّ کو ضمائرِ مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے۔ کہ وہ واحد فرد وتر ہے۔ اور تعظیمًا ضمائرِ جمع میں بھی حرج نہیں۔ اس کی نظیر قرآن عظیم میں ضمائرِ متکلّم میں تو صدہا جگہ ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ اور ضمائرِ خطاب میں صرف ایک جگہ ہے۔ وہ بھی کلام کافر سے۔ کہ عرض کرے گا۔ رَبِّ ارْجِعُوْنِ اَعْمَلُ صَالِحًا۔ اُس میں علماء نے تاویل فرما دی ہے۔ کہ اِرْجِعْ کی جمع باعتبارِ تکرار ہے۔ یعنی اِرْجِعْ اِرْجِعْ اِرْجِعْ۔ ہاں ضمائرِ غیبت میں ذکر مرجع صیغہ جمع فارسی اور اردو میں بکثرت بلا نکیر رائج ہیں۔ ۵

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید۔
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔
سعدیا روزِ ازل جنگ بتر کاں دادند۔ ۵ ۶

ز رویت ماہِ تاباں آفریدند ز قدرت سروِ بستاں آفریدند

ایسی جگہ لوگ قضا و قدر کو مرجع بتاتے ہیں۔ بہرحال یُوں ہی کہنا مناسب ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مگر اس میں کفر و شرک کا حُکم کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ نہ گناہ ہی کہا جائے گا۔ بلکہ خلافِ اولےٰ ✦ واللہ تعالےٰ اعلم ✦

مسئلہ ۱۳۱۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں۔ کہ اکثر قاعدہ ہے کہ جب لڑکا چار برس چار ماہ چار دن کا ہوتا ہے۔ تو بسم اللہ شریف پڑھاتے ہیں۔ اور خوشی کرتے مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں۔ اس کا کیا حُکم ہے؟ جائز ہے۔ یا نہیں؟ سُنّت ہے۔ یا مُستحب؟ کیا یہی ضرور ہے کہ جب لڑکے کی عمر مذکورہ بالا ہو۔ جب ہی بسم اللہ شریف پڑھائی جائے یا کم و بیش پر بھی پڑھا سکتا ہے۔ اور کسی عالِم کے پاس لے جائے۔ یا ہر شخص صحیح عقیدہ پڑھا سکتا ہے۔ نیز مسنون طریقہ ارقام فرمایئے۔ بیّنوا توجروا ✦

الجواب۔ طریقۂ مذکورہ جائز ہے۔ اور اتنی عُمر ضروری نہیں۔ کم و بیش بھی ہو سکتی ہے۔ اور عالِم کو پڑھانا بہت بہتر ہے ✦ واللہ سبحانہٗ و تعالےٰ اعلم ✦

مسئلہ ۱۴۱۔ حضراتِ کرام اہلِ سنّت وارثِ علومِ شریعت کیا فرماتے ہیں۔ کہ زید سُنّی ایک بزرگوار کا مُرید ہے۔ ابھی تھوڑا ہی زمانہ گذرا۔ کہ ان بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ اب زید اور کسی عالِم سے بیعت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ✦

الجواب۔ تبدیلِ بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے۔ اور تجدید جائز۔ بلکہ مستحب ہے۔ اور جو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں نہ ہو۔ اور اپنے شیخ

سے بغیر انحراف کے اِس سلسلۂ عالیہ میں بیعت کرے۔ وہ تبدیلِ بیعت نہیں۔ بلکہ تجدید ہے۔ کہ جمیع سلاسل اِسی سلسلۂ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔ واللہ سُبحانہ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵ ۔ کیا فرماتے ہیں اعلیٰحضرت مجدّدِ مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی مولینا احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ بالبرّ والاحسان اس مسئلہ میں کہ جُمعہ کی نماز پڑھکر اِس کے بعد پھر نمازِ ظُہر پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ۔ ہندوستان بفضلہٖ دارالاسلام ہے۔ یہاں کے شہروں میں جُمعہ صحیح ہے۔ اِس کے بعد نمازِ ظُہر کی حاجت نہیں۔ ہاں جاہلوں نے جو دیہات میں جُمعہ نکال لیا ہے۔ وہاں اگر کوئی جُمعہ پڑھے۔ تو اُس پر ظُہر پڑھنا لازم ہے۔ کہ دیہات میں جُمعہ نہیں ہوتا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶ ۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ اگر کسی ڈاڑھی منڈے سے ملاقات ہو۔ اور یہ شناخت نہ ہو۔ کہ مُسلمان ہے یا ہندو۔ اُس کو سلام کرنا چاہیے۔ یا نہیں؟ اور اُس سے صاحب سلامت کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ۔ جو شخص پہچان میں نہ آئے۔ کہ مُسلمان ہے۔ یا کافر۔ اُس کو ابتدائے سلام جائز نہیں۔ کہ ابتدائے سلام مُسلمان کے ساتھ سُنّت ہے۔ اور کافر کے ساتھ حرام۔ اور فعل جب سُنّت وحرام میں متردّد ہو۔ ناجائز رہے گا۔ کما فی الخلاصۃ والدرالمختار وغیرہما۔ واللہ سُبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ عبداللہ بن مطلب بن ہاشم بن عبد مناف چاروں پشت پر فاتحہ درود شریف پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟ بیّنوا - توجروا ؛

الجواب - ہمارے نزدیک صحیح و ترجیح یہ ہے - کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آباء و اُمّہات حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ سے حضرت آدم علیہ السّلام و حضرت حوّا تک سب اہلِ توحید و اسلام و نجات ہیں - تو اُنہیں ایصالِ ثواب میں حرج نہیں - البتہ اختلافِ علماء سے بچنے کے لئے مناسب یہ ہے - کہ ثوابِ نذر بارگاہِ بیکس پناہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کرے - اور حضور کے طفیل میں حضور کے علاقہ والوں کو ؛ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؛

مسئلہ ۱۸ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے اہلِ سُنّت والجماعت اِس مسئلہ میں کہ از رُوئے فرمانِ اللہ جل جلالہٗ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یزید بخشا جائے گا - یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ؛

الجواب - یزید پلید کے بارے میں ائمّہ اہلِ سُنّت کے تین قول ہیں - امام احمد وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں - تو ہرگز بخشش نہ ہوگی - اور امام غزالی وغیرہ مُسلمان کہتے ہیں - تو اُس پر کِتنا ہی عذاب ہو - بالآخر بخشش ضرور ہے - اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مُسلمان کہیں - نہ کافر - لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے - واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؛

مسئلہ ۱۹ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو چیز خالصًا لوجہ اللہ دی جاتی ہے - اِس کا کھانا امیر و غریب کو کیسا ہے؟ بیّنوا -

توجروا ✦

الجواب ۔ صدقہ واجبہ جیسے زکوٰۃ و صدقۂ فطر غنی پر حرام ہے۔ اور صدقہ نافلہ جیسے حوض و سقایہ کا پانی۔ یا مسافر خانہ کا مکان غنی کو بھی جائز ہے۔ مگر میت کی طرف سے جو صدقہ ہو۔ غنی کو نہ دے نہ غنی لے والله سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ✦

مسئلہ ۲۰ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرشتہ پر فاتحہ درود پڑھنا چاہیئے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب ۔ درود جیسے علیہ الصّلوٰۃ والسّلام۔ یہ تو ملائکہ کے لئے ہے یہی ایصال ثواب بھی کر سکتے ہیں۔ لِاَنَّ الْمَلٰئِکَۃَ اَھْلُ الثَّوَابِ کَمَا ذَکَرَہُ الْاِمَامُ الرَّازِیُّ۔ وَفِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ لِلْمَلٰئِکَۃِ فَضَائِلُ عَلَیْنَا فِی الثَّوَابِ۔ وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ✦

مسئلہ ۲۱ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ کہ کوئی کہے۔ یعنی منّت مانے۔ کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائیں گے۔ اور اسی کو بعض یوں کہتے ہیں۔ کہ جان بچ جائے۔ یا کام بن جائے۔ تو نذر اللہ مصلی کو کھلائیں گے۔ کوئی کہے۔ کہ ہمارا کام پورا ہو جائے۔ تو مسجد میں شیرینی لے جا کر مصلی کو کھلائیں گے۔ تو یہ چیز ہر ایک کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ خواہ امیر ہو۔ یا غریب۔ بیّنوا۔ توجروا ✦

الجواب ۔ مسجد میں شیرینی لے جائیں گے۔ یا نمازیوں کو کھلائینگے یہ کوئی نذرِ شرعی نہیں۔ جب تک کہ خاص فقراء کے لئے نہ کہے۔ اسے امیر فقیر جس کو دے۔ سب کھا سکتے ہیں ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ✦

مسئلہ ۲۲ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مُردہ

کے نام کا کھانا جو امیر و غریب کو کھلاتے ہیں۔ کس کو کھانا چاہئے؟ اور کس کو نہیں؟۔ اور یوں بھی کہتے ہیں۔ کہ مُردہ کے نام کا کھانا مطلق امیر غریب سب کو کھلاتے ہیں۔ جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب ۔ مُردہ کا کھانا صرف فقراء کے لئے ہے۔ عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں۔ یہ منع ہے۔ غنی نہ کھائے۔ کما فی فتح القدیر و مجمع البرکات ۔ واللہ سبحانہٗ تعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۲۳ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ کہ سورج کدّو یعنی پیٹھا کھانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب ۔ پیٹھا حلال ہے ۔ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ ۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۲۴ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ختنہ کی تقریب میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ وہ درست ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب ۔ درست ہے۔ کہ یہ سرور ہے۔ اور سرور میں دعوت سُنّت ہے۔ بخلاف طعام موت کے ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۲۵ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص منّت کسی قسم کی نماز روزہ حج صدقہ مانے۔ اور بغیر ادا کئے ہوئے مر گیا۔ اُس کے اس حق کے ادا کی کیا صورت ہے؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب ۔ اگر وصیّت کر گیا۔ تو ادا واجب ہے۔ اور وصیّت تہائی مال میں نافذ ہوگی۔ حج کرائیں۔ صدقہ دیں۔ نماز روزہ کا فدیہ دیں۔ اور اگر وصیّت نہ کی۔ اور وارث بالغ اُس کی طرف سے حج کرے

یا کرائے۔ اور اپنے حصّہ میں سے صدقہ فدیہ دے۔ تو بہتر و موجبِ اجر و ثواب ہے۔ ورنہ مطالبہ نہیں ہے۔ میّت نے اگر ادا میں تقصیر و کوتاہی کی۔ تو اُس پر مطالبہ ہے۔ ورنہ اُس پر بھی نہیں۔ جوہرہ نیرہ و دُرِّ مختار میں ہے اِذَا مَاتَ مَنْ عَلَيْهِ زَكٰوةٌ اَوْ فِطْرٌ اَوْ كَفَّارَةٌ اَوْ نَذْرٌ لَمْ تُؤْخَذْ مِنْ تَرِكَتِهٖ عِنْدَنَا اِلَّا اَنْ يَّتَبَرَّعَ وَرَثَتُهٗ بِذٰلِكَ وَهُمْ مِنْ اَهْلِ التَّبَرُّعِ وَلَمْ يُجْبَرُوْا عَلَيْهِ وَاِنْ اَوْصٰى تُنْفَذُ مِنْ ثُلُثٍ ٭ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ ٭

مسئلہ ۲۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو بھائی کافر ہیں۔ ایک مسلمان ہو گیا۔ تو اب وہ بھائی کافر اس مسلمان بھائی کو حق حصّہ نہیں دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ تم ہمارے مذہب سے نکل گئے تمہارا حق کیسا ہے۔ تو اس مسلمان بھائی کا حق ہو گا۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ٭

الجواب۔ اگر باپ کا ترکہ دونوں بھائیوں نے پایا تھا۔ اب ایک مسلمان ہو گیا۔ تو وہ اپنے حصّہ کا مالک ہے۔ مسلمان ہو جانے سے ملک زائل نہ ہوئی۔ ہاں اُس کے اسلام کے بعد ان کافروں میں جو مرا اُس کا ترکہ اُسے نہ ملے گا لِاِخْتِلَافِ الدِّيْنِ ٭ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ٭

مسئلہ ۲۷ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار پر عرسوں میں۔ یا اُس کے علاوہ عورتیں جاتی ہیں پاکی یا ناپاکی کی حالت میں بھلائی کی طلب و حاجت برائی کے لئے اور وہاں بیٹھتی ہیں۔ تو اس قبرستان میں اُن کا ٹھیرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ باتیں بُری ہیں۔ تو اس بزرگ میں تصرف و قوت اُس کے روکنے کی ہے۔ یا

نہیں ؟ اور یہ کہا جاتا ہے کہ دربارِ بزرگان میں آنے والے اُن کی مہمان ہیں - یہ صحیح ہے - یا نہیں ؟ اور یہ جو بعض لوگ کہتے ہیں - کہ بزرگ لوگ اپنے مزار سے تصرّف نہیں کر سکتے ہیں - اور یہ دلیل لاتے ہیں - کہ اگر وُہ تصرف کر سکتے ہیں - تو وہاں رنڈیاں گاتی بجاتی ناچتی ہیں - عورتیں غیر محرم رہتی ہیں - اُن کے بچّے پیشاب وغیرہ کرتے ہیں - تو کیوں نہیں روک سکتے ؟ یہ کہنا اُن لوگوں کا - اور اُن کی یہ دلیل صحیح ہے - یا نہیں ؟ اور اِس کا کیا جواب ہے ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب - عورتوں کو مزاراتِ اولیاء و مقابرِ عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے - اولیائے کرام کا مزارات سے تصرّف کرنا بیشک حق ہے - اور وہ بیہودہ دلیل محض باطل - اصحابِ مزارات دائرۂ تکلیف میں نہیں - وہ اُسوقت محض احکامِ تکوینیہ کے تابع ہیں - سینکڑوں ناحفاظیاں لوگ مسجدوں میں کرتے ہیں - اللہ عزّوجلّ تو قادرِ مطلق ہے - کیوں نہیں روکتا - حاضرانِ مزار مہمان ہوتے ہیں - مگر عورتیں ناخواندہ مہمان ہیں ۔

واللہ سبحانہٗ و تعالٰے اعلم ۔

مسئلہ ۲۸ - کیا فرماتے ہیں - علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ قوالی جو عُرسوں میں یا اُن کے علاوہ ہوتی ہے - جس میں سوا نعتیہ غزلاتِ عاشقانہ آلات یعنی مزامیر کے ساتھ بجائے جاتے ہیں - جائز ہیں - یا نہیں ؟ بزرگ لوگ جو اس میں شریک ہوتے ہیں - بلکہ بعض کی نسبت وصال ہو جانا بھی سُنا جاتا ہے - یہ فعل اُن کا کیسا ہے ؟ اگر یہ بُرا ہے - تو گدیوں یعنی خانقاہوں میں پُشتہا پُشت سے ہوتی چلی آتی ہیں - خلاف ہے یا نہیں ؟ اور ایسی خانقاہوں میں جانا اور ارادت اختیار کرنا - اور اُنہیں

بہتر سمجھنا۔ اور اُن کے سامنے سرِ نیاز خم کرنا کیسا ہے؟ جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ خالی قوّالی جائز ہے۔ اور مزامیر حرام۔ زیادہ غلو اب منتسبانِ سلسلۂ عالیہ چشتیہ کو ہے۔ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں "مزامیر حرام است" حضرت مخدوم شرف الملۃ والدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار کیا ہے۔ اکابرِ اولیاء نے ہمیشہ فرمایا ہے۔ کہ مجرد شہرت پر نہ جاؤ۔ جب تک میزانِ شرع پر مستقیم نہ دیکھ لو۔ پیر بنانے کے لئے جو چار شرطیں لازم ہیں۔ اُن سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ مخالفت شرع مطہر آدمی خود اختیار نہ کرے۔ ناجائز فعل کو ناجائز ہی جانے۔ اور ایسی جگہ کسی ذاتِ خاص سے بحث نہ کرے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۹۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگوں کے مزار سے جو چراغ کی روشنی غیبی ہوتی ہے۔ یہ کیسی ہے؟ اور اس سے صاحبِ مزار کی بزرگی ثابت ہوتی ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ اگر منجانب اللہ ہے۔ تو ضرور بزرگی ثابت ہے۔ اور اگر بزرگی ثابت ہے۔ تو منجانب اللہ ہے۔ ورنہ امر محتمل ہے۔ شیطان ایسے کرشمے دکھاتا ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواجِ مطہرات سے ایک بی بی جب اندھیرے میں جاتیں۔ ایک شمع روشن ہو جاتی۔ ایک روز حضور نے ملاحظہ فرمایا۔ اُسے بجھا دیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ شیطان کی جانب سے ہے۔ پھر ایک ربانی نور اُن کے ساتھ فرما دیا۔ کما فی بہجۃ الاسرار و معدن الانوار۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۰ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ قبر پر درخت لگانا - دیوار کھینچنا - یا قبرستان کی حفاظت کے لئے اُس کے چاروں طرف کھود کر جس میں جدید قدیم قبریں بھی ہیں محاصرہ کرنا جائز ہے - یا نہیں؟ بیّنوا - توجروا ۔

الجواب:- حفاظت کے لئے حصار بنانے میں کوئی حرج نہیں اور درخت اگر سایۂ زائرین کے لئے ہوں - تو اچھا ہے - مگر قبر سے جُدا ہوں ۔ واللہ سبحانہٗ و تعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۳۱ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظاہر ولی اللہ یعنی زندہ اور صاحب مزار ولی اللہ کے مابین ظاہر طریقہ سے ہم کلام ہونے کی کوئی خبر ہے - یا نہیں؟ بیّنوا - توجروا ۔

الجواب - بکثرت ہیں - کہ امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور وغیرہ میں مذکور ہے ۔ واللہ سبحانہٗ و تعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۳۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اللہ عزوجل کے کتنے نام ہیں؟ اور شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے کتنے؟ بیّنوا - توجروا ۔

الجواب - اللہ عزوجل کے ناموں کا شمار نہیں کہ اُس کی شانیں غیر محدود ہیں - اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اسمائے پاک بھی بکثرت ہیں - کہ کثرتِ اسماء شرفِ مسمّٰی سے ناشی ہے - آٹھ سو سے زیادہ مواہب و شرح مواہب میں ہیں - اور فقیر نے تقریباً چودہ سو پائے - اور حصر نا ممکن ۔ واللہ سبحٰنہ و تعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۳۳ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں - کہ سورۂ

فاتحہ وسورۂ اخلاص میں خدا ہی کی تعریف ہے۔یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی بھی۔ بیّنوا توجروا ۔

الجواب:۔ سورۂ فاتحہ میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی صریح مدح ہے۔ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اُن کے صحابہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالےٰ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کے چاروں فرقوں کے سردار انبیا ہیں۔ انبیاء کے سردار مصطفےٰ ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیاء کی ایک تفسیر بتائی جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے۔ اُس میں سورۂ اخلاص بھی داخل ۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۳۴۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ جو بزرگ عالمِ حیات میں اپنے معتقدوں کو تعلیم دیتے ہیں اگر بعد وصال کے بھی خواب میں تعلیم کریں۔ تو اُس پر یعنی خواب کی باتوں پر شرع کی رُو سے چلنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب:۔ اچھے خواب پر عمل خوب ہے۔ اور اچھا خواب وُہ ہے جو موافقِ شرع ہو ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۳۴۵۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولا علی کرّم اللہ وجہہ نے لال کافر کو مارا۔ اور وُہ بھاگا۔ اور ہنوز زندہ ہے۔ آیا اُس کی خبر حدیث سے ہے۔ اور کب تک زندہ رہے گا۔ اور پھر ایمان لائے گا۔ یا نہیں۔ بیّنوا توجروا ۔

الجواب:۔ یہ بے اصل ہے ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۳۴۶۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس مسئلہ میں کہ حنّانہ

(ستون) لکڑی جو آپ (حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم) کے فراق میں نالاں تھی۔ قیامت کے دن اُس کا کیا حال ہوگا؟ بینوا توجروا +

الجواب:- وہ جنت کا ایک درخت کیا جائے گا۔ کما فی الحدیث والله سبحانہ وتعالٰے اعلم +

مسئلہ ۳۷ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس مسئلہ میں کہ حضرات منصور و تبریز و سرمد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہوتی ہے تو دار پر آئے۔ اور کھال کھینچی گئی۔ لیکن وُہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں۔ اور فرعون۔ شداد۔ ہامان۔ نمرود نے دعوٰے کیا۔ تو مخلد فی النار ہوئے۔ اِس کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا +

الجواب - اِن کافروں نے خود کہا۔ اور ملعون ہوئے۔ اور انہوں (اولیاء اللہ) نے خود نہ کہا۔ اُس نے کہا۔ جسے کہنا شایاں ہے۔ آواز بھی انہیں سے مسموع ہوئی۔ جیسے مُوسٰے علیہ السلام نے درخت سے سُنا اِنِّیْ اَنَا اللہُ میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہاں کا۔ کیا درخت نے کہا تھا۔ حاشا۔ بلکہ اللہ نے۔ یُوں ہی یہ حضرات اس وقت شجر مُوسٰے ہوتے ہیں + واللہ تعالٰے اعلم +

مسئلہ ۳۸ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ جس زمین سے مالگزاری مالک لیتا ہے۔ اُس میں اگر پانی ٹھیرا۔ اور مچھلی ٹھیری۔ تو مالک کہتا ہے۔ کہ یہ مچھلی ہماری ہے۔ اگر رعایا نہ دے۔ تو گنہگار تو نہیں؟ بینوا توجروا +

الجواب:- مباح مچھلی جو پکڑ لے۔ اُسی کی ہے۔ مالک کو اُس پر دعوٰے نہیں پہنچتا + واللہ سبحانہ وتعالٰے اعلم +

مسئلہ ۳۹۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:۔

(ا) طولِ قیام کثرتِ رکوع و سجود سے احب ہے۔ یا نہیں؟

(ب) نماز کے اندر اگر ٹوپی گر جائے۔ تو اُٹھانا چاہئے۔ یا نہیں؟

(ج) امام قرأت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے بقدر دراز کر سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ مقتدی وضو کر رہا ہو۔ یا مسجد میں آگیا ہو۔ اور یہ امام کو معلوم ہو گیا ہو۔ کہ کوئی شخص ہے۔ کہ عنقریب شریکِ نماز ہونا چاہتا ہے۔ بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کر دے۔ تو جائز ہے یا نہیں؟

(د) نمازِ وتر میں قبل دُعائے قنوت کے سہواً رکوع کیا۔ اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا ہے۔ اب خیال ہوا۔ اور کھڑے ہو کر قنوت پڑھی۔ تو اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہے۔ یا نہیں؟

(ہ) ایک آیت مَا یَجُوْزُ بِهِ الصَّلٰوةُ کی کتنی مقدار ہے؟

الجواب:۔ (ا) ہاں طولِ قیام احب ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔ اَلْمَذْهَبُ الْمُعْتَمَدُ اَنَّ طُوْلَ الْقِيَامِ اَحَبُّ۔ اسی میں ہے۔ قَوْلُ الْاِمَامِ هُوَ الْمُصَحَّحُ بَلْ هُوَ قَوْلُ الْكُلِّ۔

(ب) اُٹھالینا افضل ہے جب کہ بار بار نہ گرے۔ اور اگر تذلل و انکسار کی نیت سے سر برہنہ چاہے۔ تو نہ اُٹھانا افضل۔ درمختار میں ہے۔ سَقَطَتْ قَلَنْسُوَتُهٗ فَاِعَادَتُهَا اَفْضَلُ اِلَّا اِذَا احْتَاجَتْ بِتَكْوِيْرٍ اَوْ عَمَلٍ كَثِيْرٍ۔ رَدُّالْمُحْتَار۔ اَلظَّاهِرُ اَنَّ اَفْضَلِيَّةَ اِعَادَتِهَا حَيْثُ لَمْ يَقْصُدْ بِتَرْكِهَا التَّذَلُّلَ۔

(ج) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لئے

منظور ہو۔ تو پھر ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ یُخْشٰی عَلَیْہِ اَمْرٌ عَظِیْمٌ یعنی اُس پر شرک کا اندیشہ ہے۔ کہ نماز میں اِتنا عمل اُس نے غیر خدا کے لئے کیا۔ اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں۔ بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اُس صورت میں واضح ہوتی ہے۔ کہ یہ اُس آنے والے کو نہ پہچانتے یا پہچانتے۔ اور اُس کا کوئی تعلق خاص اُس سے نہ ہو۔ نہ کوئی غرض اُس سے اٹکی ہو)۔ تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز۔ بلکہ اگر حالت یہ ہو۔ کہ یہ ابھی سر اُٹھائے لیتا ہے۔ تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑ جائے گا۔ تو بڑھا دینا مطلوب۔ اور جو ابھی نماز میں نہ ملیگا مسجد میں آیا ہے۔ وضو وغیرہ کرے گا۔ یا وضو کر رہا ہے۔ اُس کے لئے قدر مسنون پر نہ بڑھائے۔ بلکہ اگر بڑھانا موجب ثقل حاضرین نماز ہو گا۔ تو سخت ممنوع و نا جائز۔ اَلْمَسْئَلَۃُ دَوَّارَۃٌ فِی الْکُتُبِ وَبَسَطَھَا الشَّامِیُّ فِیْ صِفَۃِ الصَّلٰوۃِ وَمَا قُلْتُہٗ خَطُّ التَّحْقِیْقِ ؎

(۵) تسبیح پڑھ چکا ہو۔ یا ابھی کچھ پڑھنے پایا ہو۔ اُسے قنوت کے لئے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ اگر قنوت کے لئے قیام کی طرف عود کیا۔ گناہ کیا۔ پھر قنوت پڑھے۔ یا نہ پڑھے۔ اُس پر سجدۂ سہو ہے۔ درمختار میں ہے لَوْ نَسِیَ الْقُنُوْتَ ثُمَّ تَذَکَّرَہٗ فِی الرُّکُوْعِ لَا یَقْنُتُ فِیْہِ لِفَوَاتِ مَحَلِّہٖ وَلَا یَعُوْدُ اِلَی الْقِیَامِ۔ فَاِنْ عَادَ وَقَنَتَ وَلَمْ یُعِدِ الرُّکُوْعَ لَمْ تَفْسُدْ صَلٰوتُہٗ وَیَسْجُدُ لِلسَّھْوِ قَنَتَ اَوْلَا لِزَوَالِہٖ عَنْ مَحَلِّہٖ اھ اَقُوْلُ وَقَوْلُہٗ وَلَمْ یُعِدِ الرُّکُوْعَ اَیْ

وَلَوْ لَمْ يُعِدْهُ لِاَنَّهٗ لَمْ يَنْتَقِضْ بِالْعَوْدِ لِلْقُنُوْتِ لَكَانَ لَوْ اَعَادَهٗ فَسَدَتْ لِاَنَّ زِيَادَةَ مَا دُوْنَ رَكْعَةٍ لَا تُفْسِدُ نَعَمْ لَا يَكْفِيْهِ اِذَنْ بِسُجُوْدِ السَّهْوِ لِاَنَّهٗ اَخَّرَ السَّجْدَةَ بِهٰذَا الرُّكُوْعِ عَمَدًا فَعَلَيْهِ الْاِعَادَةُ سَجَدَ لِلسَّهْوِ اَوْ لَمْ يَسْجُدْ ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ ۔

(۷) وہ آیت کہ چھ حرف سے کم ہو۔ اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی ہے۔ کہ صرف ایک کلمہ کی ہو۔ تو اُن کے نزدیک مُدْهَآمَّتٰنِ اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے۔ جوازِ نماز کو کافی نہیں۔ اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج وہاج و فتح القدیر و بحر الرائق و درمختار وغیرہا میں اصح کہا۔ اور امام الاجل علی اسبیجابی و امام ملک العلماء و ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا۔ کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صرف مُدْهَآمَّتٰنِ سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا۔ درمختار میں ہے:۔ اَقَلُّهَا سِتَّةُ اَحْرُفٍ كَلَمْ يَلِدْ اِلَّا اِذَا كَانَتْ كَلِمَةً فَالْاَصَحُّ عَدَمُ الصِّحَّةِ۔ ہندیہ میں ہے۔ اَلْاَصَحُّ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ كَذَا فِيْ شَرْحِ الْمَجْمَعِ لِابْنِ مَلَكٍ وَهٰكَذَا فِي الظَّهِيْرِيَّةِ وَالسِّرَاجِ الْوَهَّاجِ وَفَتْحِ الْقَدِيْرِ۔ فتح القدیر میں ہے:۔ لَوْ كَانَتْ كَلِمَةً نَحْوَ مُدْهَآمَّتٰنِ ص ق ن فَاِنَّ هٰذِهٖ اٰيَاتٌ عِنْدَ بَعْضِ الْقُرَّاءِ الْاَصَحُّ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ لِاَنَّهٗ يُسَمّٰى عَادًا لَا قَارِئًا۔ بحر الرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا۔ كَذَا ذَكَرَهُ الشَّارِحُوْنَ وَهُوَ مُسَلَّمٌ فِيْ ص وَنَحْوِهٖ اَمَّا فِيْ مُدْهَآمَّتٰنِ فَذَكَرَ الْاِسْبِيْجَابِيُّ وَصَاحِبُ

اَلْبَدَائِعِ اَنَّہٗ یَجُوْزُ عَلٰی قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ مِنْ غَیْرِ ذِکْرِ خِلَافٍ بَیْنَ الْمَشَائِخِ۔ بدائع میں ہے۔ فِیْ ظَاہِرِ الرِّوَایَۃِ قَدْرَ اَدْنٰی الْمَفْرُوْضِ بِالْاٰیَۃِ التَّامَّۃِ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی مُدْہَآمَّتٰنِ وَمَا قَالَہٗ اَبُوْحَنِیْفَۃَ اَقْیَسُ + اقول اظہر یہی ہے۔ مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے۔ تو احتراز ہی میں احتیاط ہے۔ خصوصًا اِس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدرِ واجب سے کم رہا ہو۔ ایسے وقت ثُمَّ نَظَرَ کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے۔ مُدْہَآمَّتٰنِ سے جلد ادا ہوجائے گا۔ کہ اُس میں حرف بھی زائد ہیں۔ اور ایک مد متصل ہے جس کا ترک حرام ہے۔ ہاں جسے یہی یاد ہو۔ اُس کے بارے میں وہ کلام ہوگا۔ اور احوط اعادہ + واللہ سبحانہٗ و تعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۴۰ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر عورت حج کو جانا چاہتی ہے۔ اور شوہر اُس کا اُس کو منع کرے کسی عذر سے تو کیا وہ عورت بغیر اجازت شوہر کے جاسکتی ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا +

الجواب:۔ اگر محرم ساتھ ہے اور حج اُس پر فرض ہے۔ تو جائے گی۔ ورنہ نہیں + واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۴۱ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ شوہر اگر کسی کام کرنے کا حکم کرے۔ اور وقت نماز اتنا ہے کہ اگر اُس کے حکم کی تعمیل کرے۔ تو پھر نماز کا وقت باقی نہیں رہے گا۔ تو اِس صورت میں عورت نماز پڑھے۔ یا حکمِ شوہر بجالائے؟ بیّنوا توجروا +

الجواب :- نماز پڑھے۔ ایسا حکم ماننا حرام ہے ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۲۴ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے قیامِ میلاد شریف اگر مطلقاً ذکرِ خیر کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ تو اوّل وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا۔ اِس لئے کہ اوّل سے ذکرِ خیر ہی ہوتا ہے۔ اور اگر اِس خیال سے کیا جاتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں۔ تو کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اوّل وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے۔ اگر ہوتے ہیں۔ تو ابتدائے مجلسِ مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا؟ اور اگر نہیں کیا۔ تو فظہر مولدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے۔ اور تا قیام تشریف فرما رہتے۔ اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے تشریف لے جاتے ہیں۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور کا آنا لوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے فظہر مولدہ کہنے پر موقوف ہے۔ کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے۔ یا نہیں؟ اور اِس کا کافی جواب کیا ہے؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب :- زید کی یہ سب حماقتیں۔ جہالتیں اور سفاہتیں ہیں جہل و لایعنی شقوق اپنی طرف سے ایجاد کئے۔ اور جو وجہ حقیقی ہے اُس کی طرف اُسے ہدایت نہ ہوئی۔ تعظیم ذکرِ اقدس مثل تعظیم ذاتِ انور ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ تعظیم ذات باختلافِ حالات مختلف ہوتی ہے معظم کے قدوم کے وقت قیام کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے حضور کے وقت بادب اُس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے۔ ذکر شریف میں بھی ذکرِ قدوم کی تعظیم قیام سے ہے۔ اور باقی وقت کی تعظیم بادب قعود سے۔ ولکنّ الوھابیۃ قوم لا

يَعْقِلُوْنَ ۝ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۴۳ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید معاذ اللہ یہ کہے۔ کہ میں عیسائی - یا وہابی - یا کافر ہو جاؤں گا - نام ایک فرقہ کا لیا - آیا وُہ انہیں میں سے ہوگا - یا نہیں ؟ یا یہ کہے - کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہو جاؤں - یا یہ کہے - کہ غیر مقلد ہونے کو جی چاہتا ہے - یہ قول کیسا ہے اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے - بَیِّنُوا تُوجَروا +

الجواب: جس نے جس فرقہ کا نام لیا - وُہ اُسی فرقہ کا ہو گیا - مذاق سے کہے - یا کسی دُوسری وجہ سے + واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۴۴ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز میں تعدیلِ ارکان نہ کرے - یعنی رکوع کے بعد سیدھا نہ کھڑا ہو - سجدہ کے بعد ٹھیک نہ بیٹھے - کہ دُوسرا سجدہ کرے - بلکہ ایسا دیکھا گیا - کہ اوّل سجدہ ہی

سا - اس پر کوئی اگر یہ کہے - کہ ہم نے کہا - کہ مٹھائی کھاؤں گا - تو کہنے سے ہم نے کھایا تو نہیں - اسی طرح سے اگر ہم کسی فرقۂ باطلہ کا نام لیں - (کہ اُس فرقہ سے ہو جاؤں گا) تو اُس فرقہ سے نہ ہونا چاہیئے + ج - صرف کہنے سے آدمی کھاتا تو نہیں - اور کُفر و دین و اسلام کہنے سے ہوتے ہیں +

(س) اس سے لازم آتا ہے - کہ اگر کافر کہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا - تو مسلمان ہو جائے - حالانکہ نہیں ہوتا - ج - کافر کے اس قول سے صرف اسلام کا پسند کرنا لازم آتا ہے - اور پسند سے مسلمان نہیں ہوتا جب تک اسلام نہ لائے - اور مسلمان کا دوسرا فرقہ باطلہ کو پسند کرنا خود کُفر ہے - لہٰذا یہاں کُفر پایا جائے گا - وہاں اسلام نہیں پایا جائے گا جب تک اسلام نہ لائے +

ایک دو بالشت سر اُٹھایا۔ بعدہٗ دُوسرا سجدہ کر لیا۔ ایسے شخص کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب:۔ ایسی نماز قریب نہ ہونے کے ہے۔ اور اُس کا پھیرنا واجب اور اس طرح نماز پڑھنا گناہ۔ حدیث میں فرمایا۔ کہ اگر ساٹھ برس ایسی نماز پڑھے گا۔ قبول نہ ہوگی۔ دُوسری حدیث شریف میں ہے:۔ اِنَّا نَخَافُ لَوْ مِتَّ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِتَّ عَلٰی غَیْرِ الْفِطْرَۃِ اَیْ غَیْرِ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہم خوف کرتے ہیں۔ کہ اگر تو اس حال پر مرا۔ تو محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین پر نہ مرے گا۔ واللہ سُبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۵۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بغیر اجازت شوہر کے مرید ہوسکتی ہے۔ یا نہیں؟ اگر بغیر اجازت ہوگئی۔ تو کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:۔ ہوسکتی ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۶۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی بالغہ ہوگئی۔ اور فی الحال کُفو نہیں ملتا۔ کہ جس کے یہاں نکاح ہو۔ غیر کُفو ملتے یعنی کم حیثیت والے۔ یا لڑکی کے والدین سے زائد حیثیت کے ملتے ہیں مگر ذاتاً کامل اچھے نہیں۔ مثلاً لڑکے کے آبا و اجداد اچھے تھے۔ لیکن اُن کی جورو طوائف تھی۔ بعد نکاح اُس سے یہ لڑکا ہوا۔ تو دونوں میں کس کے یہاں کرنا بہتر ہے۔ یا کُفو کا منتظر رہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:۔ فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءت نہیں ہے۔ کفو وہ نہیں ہے جس کے ساتھ اُس عورت کا نکاح اُس کے اولیاء

کے لئے باعثِ ننگ و عار ہو۔ باپ اگر شریف القوم ہے۔ اور طوائف سے بعد توبہ اُس نے نکاح کیا۔ تو اِس سے بچّے کے نسب پر حرف نہیں آتا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۷ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی۔ دوسری رکعت میں اگر اُس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے۔ تو اِسی کو پڑھے۔ یا مؤخر کی سورہ یا رکوع پڑھے۔ اُس کو چھوڑ دے۔ اگر پڑھکر نماز تمام کر لی۔ تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب - زبان سے سہواً جس سورۃ کا ایک کلمہ نکل گیا۔ اُسی کا پڑھنا لازم ہوگیا۔ مقدم ہو خواہ مؤخر۔ خواہ مکرر۔ ہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے۔ اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۸ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے کرام اِس مسئلہ میں کہ (۱) یہ کہ بعد اذانِ ثانی کے پہلے اردو اشعار پڑھ لئے جائیں بعدہٗ فوراً خطبہ شروع کر دیا جائے۔ (۲) یہ کہ بعد خطبہ پڑھنے کے فوراً اردو اشعار پڑھیں بعدہٗ نماز کو کھڑے ہوں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب :- دونوں صورتوں میں خلافِ سُنّت ہیں۔ غیر عربی کا خطبہ میں ملانا ترکِ سُنّت متوارثہ ہے نہ ترکِ واجب۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۴۹ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ قصر روزہ نماز کے لئے کہاں تک حد رکھی گئی ہے؟ بذریعہ ریل ۲ روز شب دو دن کے سفر میں قصر روزہ نماز ہوگا۔ یا نہیں؟ اگر نہیں۔ تو کتنے دن کے

سفر میں قصر چاہیئے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب:۔ ساڑھے ستاون میل مدتِ سفر ہے۔ ریل میں ہو۔ خواہ پیادہ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۰ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوقتِ زوال قرآن مجید پڑھنا چاہیئے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب:۔ آفتاب نکلتے۔ ڈوبتے اور ٹھیک دوپہر کو قرآن مجید کی تلاوت کی جگہ اور ذکر الٰہی درود شریف وغیرہ پڑھیں۔ مذکورہ بالا تین وقت تلاوت کے لائق نہیں۔ واللہ سبحانہٗ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۱ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے؟ کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر لا ہے۔ رکوع کر دیا۔ تو جائز ہے۔ یا نہیں۔ مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا۔ اور صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۵ لا پر رکوع کر دیا۔ تو جائز ہے۔ یا کچھ حرج بھی ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:۔ ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سُنّت سے مروی ہے۔ رہا رکوع اگر معنی تام ہو گئے۔ جیسے آیت مذکورہ بالا میں کہ اس کے بعد دوسری تمثیل مستقل ارشاد ہوئی ہے۔ جب تو اصلاً حرج نہیں۔ اور اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں۔ تو نہ چاہیئے خصوصاً امثال فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۵ لا میں کہ نہایت قبیح ہے۔ اور ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۵ لا میں قبح اس سے کم ہے۔ نماز بہر حال ہو جائے گی۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۲ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس

مسئلہ میں کہ سوائے شراب کے بھنگ۔ افیون۔ تاڑی چرس کوئی شخص اتنی مقدار میں پیئے۔ کہ اُس سے نشہ نہ آئے۔ تو وہ شخص حرام کا مرتکب ہؤا۔ یا نہیں؟ بینوا توجروا ؛

الجواب :۔ نشہ بذاتہ حرام ہے۔ نشہ کی چیزیں پینا جس سے نشہ بازوں کی مشابہت ہو۔ اگرچہ حدِ نشہ تک نہ بھی پہنچے۔ تو بھی یہ گناہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ خالص پانی دورِ شراب کیطرح پینا بھی حرام ہے۔ ہاں اگر دوا کے لئے کسی مرکب میں افیون یا بھنگ یا چرس کا اتنا جُزو ڈالا جائے۔ جس کا عقل پر اصلاً کوئی اثر نہ ہو۔ حرج نہیں بلکہ افیون میں اس سے بھی بچنا چاہیے۔ کہ اس خبیث کا اثر ہے کہ معدے میں سوراخ کر دیتی ہے۔ جو افیون کے سوا کسی بلا سے نہیں بھرتے۔ تو خواہی نخواہی بڑھانی پڑتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ ؛ واللہ تعالےٰ اعلم ؛

مسئلہ ۵۳ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گزرا۔ دوسرے سے کہا۔ صلوٰۃ ہو گئی۔ اور جماعت تیار ہے۔ اُس نے کہا۔ نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔ جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہؤا۔ اور لوگوں نے کہا۔ یہ کلمۂ کفر ہے۔ تو اُس نے کہا۔ کہ ایسی باتوں سے کُفر عائد نہیں ہؤا کرتا۔ حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے۔ ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا۔ توجروا ؛

الجواب ۔ اس کلمہ کے کہنے سے وہ شخص کافر ہو گیا۔ اُس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ اور یہ تیسرا بھی نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھے۔ اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے ؛ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؛

مسئلہ ۵۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ زید نے بعد مکان چھوڑنے اپنے دو سال کے ایک خط صرف بنامِ وارث زوجہ اپنی کے اِس مضمون کا لکھا۔ کہ ہم اپنی زوجہ کو طلاق دیتے ہیں۔ اب اس کو بے میرے چاہیئے کہ گھر سے میرے چلی جائے۔ اب ہمارا آنا نہیں ہوگا۔ اور اُس کا نشان و پتہ نہیں۔ کہ کہاں چلا گیا۔ حروف اس خط کا اس کے دُوسرے خطوں کے ساتھ ملتا جُلتا ہے۔ شبہ کو دخل نہیں ہے آیا طلاق ہوئی۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب - اگر عورت باور کرتی ہے۔ کہ یہ خط اُس کے شوہر ہی کا ہے تو اُسے اختیار ہے۔ کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ کَمَا نُصَّ عَلَیْہِ فِی الْہِنْدِیَّۃِ عَنْ مُحِیْطِ السَّرَخْسِیْ۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَم۔

مسئلہ ۵۵ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِس مسئلہ میں کہ ایامِ حمل میں طلاق دینا جائز ہے۔ یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اُس کی عدت کیا ہے؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب - حمل میں طلاق نہ دی جائے۔ اگر دیگا۔ ہو جائے گی۔ اور عدت وضعِ حمل ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶ - چہ مے فرمایند علمائے دین و مُفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ امام نے سورۂ الٓمّٓ پورے رکوع یعنی وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۵ تک پڑھی۔ جس میں الٓمّٓ ۵ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۵ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۵ تک ٹھیک پڑھی۔ بعدہٗ بجائے وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ کے وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ

بِالْغَیْبِ پڑھ کر آگے کو بڑھ گئے ۔ اور آگے بجائے اِنَّ الَّذِیْنَ کے وَالَّذِیْنَ پڑھی ۔ اور سجدۂ سہو بھی کیا ۔ نماز ہوئی ۔ یا نہیں ؟ صرف آیات مذکورہ کے پڑھنے سے نماز ہو گی ۔ یا نہیں ؟ بیّنوا ۔ توجروا ۔

الجواب ۔ نماز ہو گئی ۔ سجدۂ سہو کی بھی کوئی حاجت نہ تھی ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۵۷ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے اس مسئلہ میں کہ کسی پنواڑی یا کسی سُرمہ فروش کو دس یا پانچ روپے کوئی شخص دے ۔ اور اُس سے کہے کہ جب تک میرا روپیہ تمہارے ذمّہ رہے ۔ مجھے پان بقدر خرچ روزانہ کے دیا کرو ۔ اور جب روپیہ واپس دو گے ۔ تو مت دینا ۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں ؟ ۔ اور نہیں تو جواز کی کونسی صُورت ہے ؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب ۔ یہ صورت خاص سود اور حرام ہے ۔ سُود کے جواز کی کوئی شکل نہیں ۔ واللہ تعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۵۸ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ نصاب کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا بمقدار اس کے روپیہ موجود ہوں جب قربانی واجب ہے ۔ یا کہ اتنی مقدار کی مالیت ہو ۔ چاہے اس کے پاس کاشت ہو ۔ یا چوپائے ہوں ۔ اگر ایک شخص کے پاس ساٹھ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے ۔ تو اُس پر قربانی ہے ۔ یا نہیں ؟ کسی شخص کو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے ۔ لیکن بزمانۂ قربانی ایک روپیہ بھی اُس کے پاس موجود نہیں ۔ تو کیا وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا ۔ یا نہیں ؟ علیٰ ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے ۔ یا نہیں ؟ بیّنوا ۔ توجروا ۔

الجواب۔ قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضروری ہے۔ کہ وہ ایامِ قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ چھپّن روپیہ کے مال کا مالک ہو چاہے وہ مال نقد ہو۔ یا بیل بھینس۔ یا کاشت۔ کاشتکار کے ہل کے بیل اُس کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں۔ اُن کا شمار نہ ہو۔ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دن چھپّن روپیہ کے مال کا مالک نہ ہو۔ یہ صورت خلافِ واقعہ ہے۔ اور اگر ایسا فرض کیا جائے۔ کہ اُس وقت وہ فقیر ہے۔ تو ضرور اُس پر قربانی نہ ہوگی۔ اور جس پر قربانی ہے۔ اور اُس وقت نقد اُس کے پاس نہیں۔ وہ چاہے قرض لے کر کرے۔ یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹۔ کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد معنی میں فساد ہوگیا۔ جیسا کہ سورۂ یوسف کے شروع میں چار آیات کے بعد آتیتھم کی جگہ آتیتُھم پڑھا۔ اِس حالت میں نماز ہوگی۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ فسادِ معنی اگر بعد آیت کے بعد ہو۔ نماز جاتی رہیگی مگر یہاں آتیتھم میں ت کا زبر کے ساتھ پڑھنا مفسد نہیں نماز ہوگئی۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ اگر اذان نہ ہوئی ہو۔ یا ہوئی ہو۔ مگر غلط۔ تو نماز میں کیا خرابی ہے جبکہ اِن صورتوں میں نماز پڑھی۔ نمازِ تراویح حافظ نابالغ پڑھا سکتا ہے۔ یا نہیں؟ نابالغ اذان دے سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر دے دی ہو۔ تو لوٹانی چاہئے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ (۱) بغیر اذان کے جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اور نماز مکروہ ہوگی اور اذان اگر ایسی غلط ہوئی۔ کہ شرعاً اذان نہ ٹھیری۔ تو وہ بھی بغیر اذان ہی واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

(۲) نابالغ کے پیچھے بالغ کی کوئی نماز نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ تراویح یا نفل محض ہو۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

(۳) نابالغ اگر عاقل ہے کہ اُس کی اذان اذان سمجھی جائے۔ تو حرج نہیں۔ اور اگر اُس کی اذان کو اذان نہ سمجھیں۔ نقل گمان کریں گے۔ تو لوٹائی جائے واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۲۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بعد ختم ہونے وقت سحری کے حقہ پیا۔ بگمانِ شب کے یعنی وقت سحری کے۔ تو اُس کا روزہ ہُوا۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ اگر بعد طلوعِ صبح صادق پیا۔ تو روزہ نہ ہُوا۔ اُسے پورا کرے اور قضا رکھے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۳۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سونے چاندی پیتل کانسہ وغیرہ کی انگوٹھی یا بٹن یا گھڑی کی زنجیر مرد کو پہننا جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور پہنکر نماز پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ چاندی کی ایک انگوٹھی ایک نگ کی ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی مرد کو پہننا جائز ہے۔ اور دو انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشہ خواہ زائد چاندی کی۔ اور سونے کانسے پیتل لوہے تانبے کی مطلقاً ناجائز ہیں۔ گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دھاتوں کی ممنوع ہے۔ اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں۔ اُن کو پہنکر نماز اور امامت

مکروہ تحریمی ہیں ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۶۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ سونے۔ چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن مرد کو درست ہیں۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب بے زنجیر کے بٹن چاندی سونے کے مرد کو جائز ہیں اور زنجیر دار منع ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۶۵ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص چاندی کے زنجیر دار بٹن بہ نیتِ زیبائش نہ پہنے۔ بلکہ اس خیال سے پہنے کہ دوسری قسم کے بٹن جلد ٹوٹ جاتے ہیں۔ تو پہننا درست ہیں۔ یا نہیں ؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب - اس نیت سے ناجائز جائز نہیں ہوسکتا ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۶۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جس نے سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں۔ اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں۔ تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے۔ یا نہیں ؟ اسی طرح ظہر کی سنتیں بغیر پڑھے امامت کرسکتا ہے۔ یا نہیں ؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب - اگر وقت بقدر فرض ہی باقی ہے۔ تو آپ ہی سنتیں چھوٹ گئیں پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں۔ یا جس نے پڑھیں وہ قابلِ امامت نہیں۔ تو جس نے نہ پڑھیں۔ وہی امامت کرے گا - اور اگر وقت میں وسعت ہے۔ تو سنتِ قبلیہ کا ترک کرنا گناہ ہے - اور اُس کی امامت مکروہ - دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہوسکتے ہیں

سنتیں پڑھکر نماز پڑھائے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا

الجواب - جگانا ضرور ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۷ - کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اِس مسئلہ میں کہ تکبیر کھڑے ہوکر سُننا مسنون ہے۔ یا بیٹھکر۔ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب - بیٹھ کر سُننا مسنون ہے۔ کھڑے ہوکر سننا مکروہ ہے۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ سُنکر کھڑا ہوجانا چاہیئے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۸ - کیا فرماتےہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ امام رکوع میں ہے۔ اور ایک شخص صرف ایک تکبیر کہکر شاملِ جماعت ہوگیا۔ تو یہ تکبیر تحریمہ یعنی اُولیٰ ہوئی۔ یا مسنونہ؟ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب - اگر اُس نے تکبیر تحریمہ کہی۔ یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی۔ کہ ہاتھ پھیلائے۔ تو زانوؤں تک نہ جائے۔ تو نماز ہوگئی۔ اور اگر تکبیر انتقال یعنی جُھکتے ہوئے تکبیر کہی۔ تو نماز نہ ہوگی۔ اُسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ تکبیر تحریمہ۔ اور تکبیر انتقال۔ پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دُوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے۔ درمختار میں ہے۔ ولو وجد الامام راکعًا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح لغت نیتہ تکبیرۃ الرکوع۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۹ - کیا فرماتےہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے۔ اگر وہ غسل کرتا ہے۔ تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے

تو ایسی حالت میں کیا کرے؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب: تیمم کر کے نمازِ فجر پڑھ لے۔ اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے اور خشخشی کرانے والا اور حدِ شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے۔ یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور حدیث شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسقِ معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح۔ کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں۔ اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۱: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ داڑھی شرعی کتنی ہونی چاہیئے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہیئے۔ واللہ سبحانہٗ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۷۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ طلوعِ آفتاب سے کتنی دیر بعد نمازِ قضا پڑھنے کا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: طلوع کے بعد کم از کم ۲۰ منٹ کا انتظار واجب ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۳ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قبروں کا پختہ بنانا روا ہے۔ یا نہیں؟ بینوا۔ توجروا +

الجواب ۔ میت کے گرد پختہ نہ ہو۔ اوپر کا حصّہ پختہ کر دیں۔ تو حرج نہیں + واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۷۴ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی سُنّی مسلمان کسی وہابی یا یہودی یا نصرانی یا کسی کافر سے بات چیت کرے یا کسی کے پاس بیٹھے ۔ یا نوکری کرے۔ تو یہ مسلمان کافر ہو گیا۔ یا نہیں؟ اور اگر کافر نہ ہوا۔ تو دوسرا شخص اس کو کافر کہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا۔ توجروا +

الجواب ۔ کافر اصلی غیر مرتد کی نوکری جس میں کوئی امر ناجائز شرعی کرنا نہ پڑے۔ جائز ہے۔ اور کسی دُنیوی معاملہ کی بات چیت اس سے کرنا اور اس لئے کچھ دیر اس کے پاس بیٹھنا منع نہیں۔ اتنی بات پر کافر بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں مرتد کے ساتھ یہ سب مطلقاً منع ہیں۔ اور کافر اس وقت بھی نہ ہو گا۔ مگر یہ کہ اس کے مذہب و عقیدۂ کفر پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک کرے۔ تو البتہ کافر ہو جائے گا۔ بلا ثبوت وجہ کفر کے مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہ عظیم ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں فرمایا کہ وہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ + واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۷۵ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی زوجہ کو اس کے والدین کے یہاں جانے کو اس وجہ سے منع کرتا ہے کہ ایک مکان ہی جس کا دروازہ اور صحن بھی ایک ہے جس میں زید

کی زوجہ کے والدین ہیں۔ اور دو غیر شخص کرایہ دار ہیں۔ ایسی صورت میں زید کو اپنی زوجہ کے شرعاً روک لینے کا حکم ہے۔ یا نہیں؟ اگر بلا اجازت زید کے زوجہ چلی جائے۔ تو زید کیا سزا دے سکتا ہے؟ بیّنوا۔ توجروا ؛

الجواب۔ اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست ہو سکتا ہے۔ تو زید اُس کا بندوبست کرے۔ اور عورت کو آٹھویں دن ماں باپ کے پاس صرف دِن کے وقت جانے کی اجازت دے۔ رات وہاں نہ رہے۔ ایسی حالت میں اتنے جانے سے نہیں روک سکتا۔ اور اگر روکے۔ تو عورت آٹھویں بلا اجازت بھی بندوبست پردہ کے ساتھ دِن کے دِن جاکر واپس آ سکتی ہے۔ زید اگر اتنی بات پر سزا دے گا۔ تو ظالم ہوگا۔ اور اگر وہاں شرعی پردہ کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔ تو بلاشبہ زید روک سکتا ہے۔ بلکہ روکنے کا حکم ہے۔ اور اگر عورت بلا اجازت چلی جائے۔ تو جب تک واپس نہ آئے۔ اُس کا نان و نفقہ ساقط ہے۔ اور زید اُسے جائز سزا دے سکتا ہے کہ اوّلاً سمجھائے۔ نہ مانے تو اُس سے الگ سوئے۔ نہ مانے تو مارے۔ مگر نہ منہ پر۔ نہ ایسا کہ ضرب شدید ہو ؛ (سب سے بہتر تو یہ ہے۔ کہ خود زوجہ کے ہمراہ جاکر اسکو والدین سے ملاقات کرائے۔ اور خود بھی ملاقات کرے۔ تاکہ سب میں مصالحت بھی ہو۔ اور کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہ ہو) ؛ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؛

مسئلہ ۷۶۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذکر جلی کرنا جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور آواز کس قدر بلند کر سکتا ہے؟ کوئی حد معیّن ہے۔ یا نہیں؟ حلقہ باندھکر ذکر کرتے وقت ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا اور سینہ پر ہاتھ مارنا۔ ایک دُوسرے پر گر پڑنا لیٹ جانا رونا زاری کی دھوم مچانا کیسا ہے؟ بیّنوا۔ توجروا ؛

الجواب:- ذکر جلی جائز ہے۔ حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو۔ یا کسی نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے۔ اور ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا وغیرہ افعال مذکورہ اگر بحالت وجد ہوں صحیح ہیں۔ کوئی حرج نہیں۔ اور معاذ اللہ ریا کے لیئے بناوٹ ہیں۔ تو حرام بیّنہما وسّطہما لائذ الحرام۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۷:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص نماز نہیں جانتا۔ اور نہ کلمہ یاد ہے۔ اور جو اُس سے کہا جاتا ہے کہ کلمہ یاد کرو۔ اور نماز سیکھو۔ تو کہتا ہے کہ ہم نہیں سیکھیں گے۔ اور نہ ہم سے یاد ہو گا۔ اور نہ ہم سے ہو سکے گا پس شرعاً کیا حکم ہے۔ بتفصیل تحریر فرمایئے۔ اور وہ شخص ایک انگریز کے یہاں ملازم ہے بیّنوا توجروا

الجواب:- اُس کو نئے سرے سے مسلمان ہونا چاہیئے۔ جس سے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا جائے۔ اور وہ انکار کرے۔ اُس کی نسبت علمانے حکم کفر لکھا ہے۔ نہ کہ جو کلمہ سیکھنے ہی سے انکار کرے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۸:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ برائے تعلیم مناظرہ دو سُنی۔ ایک سُنی اور ایک وہابی بنکر مباحثہ کریں۔ یعنی ایک وہابیہ کے اعتراضات یا اُن کی طرف سے جوابات پیش کرے۔ اور دوسرا سنیوں کی طرف سے۔ تو جائز و بہتر ہے۔ یا نہیں؟ علیٰ ہذا القیاس دوسرے بد مذہبوں کے مباحث۔ مجلس عام نہ ہو گی نہ طلبہ ہونگے۔ اگرچہ مبتدی۔ بیّنوا۔ توجروا

الجواب:- بلا اکراہ وہابی بننا وہابی ہونا ہے۔ کافر بننا۔ کافر ہونا ہے

مناظرہ کا تمرن سانگ یا تھیٹر نہیں۔ کہ وہابی بن کر ہی ہو۔ ہاں اگر وہابی بنتا نہ ہو۔ اور تمرن کے لئے وہابیہ کے شبہات ایک دوسرے پر پیش کر کے جوابات سُنے۔ اور بحث کرے۔ تو تین شرطوں سے جائز ہے :۔

(ا) یہ شبہات پیش کرنے والا مُستقل مُستقیم متصلب سُنی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شبہ خود اُس کے قلب میں خدشہ ڈال کر متزلزل کر دے۔ کہ بحث بالائے طاق۔ ایمان ہی جائے ✦

(ب) جب جواب شافی پالے۔ بات نہ پالے کہ عناد مطلقاً حرام ہے۔ نہ کہ ایسی صورت میں ✦

(ج) وہاں طلبہ خواہ غیر کوئی ایسا نہ ہو جس پر اس سے فتنہ و تذبذب کا اندیشہ ہو ✦ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم ✦

مسئلہ ۷۹۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر مُسلمان اپنی لاعلمی سے مُشرکین کی بابت کہتے ہیں :۔ کہ فلاں شخص فلاں کام میں یا اخلاق میں اچھا ہے۔ یہ کہنا مُسلمان کا کس حد تک جائز ہے؟ اور کیا گناہ اُس کے ذمہ عائد ہوتا ہے؟ بیّنوا۔ توجروا ✦

الجواب۔ اخلاق میں اچھا کہنا گناہ ہے۔ اور کسی دُنیوی کام میں کہنا مثلاً تیرتا اچھا ہے۔ یا گھوڑے پر اچھا چڑھتا ہے۔ یا اچھا بھاگتا اور دوڑتا ہے۔ یا اچھا تولتا ہے۔ حرج نہیں ✦ واللہ تعالےٰ اعلم ✦

مسئلہ ۸۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک طالب علم جس کا عرصہ قریب تین سال کا ہُوا۔ انتقال ہوگیا۔ اُس کی تجہیز و تکفین اہلِ محلہ کی جانب سے ہوئی تھی۔ اُس کے پاس کچھ سامان جو کہ اُس کا ذاتی تھا۔ کنجی۔ بستر و چند کتابیں اور چار روپیہ نقد نکلے۔ جو کہ

اہلِ محلہ میں سے ایک شخص کے پاس بطورِ امانت اب تک جمع ہے۔ اِس سامان وغیرہ کی بابت اُس طالب علم کے ورثہ کو مدرسہ منظرِ اسلام کے طلباء کے ذریعہ سے اطلاع دی گئی۔ لیکن اِس وقت تک اُن کی طرف سے کوئی جواب نہیں پایا گیا۔ لہٰذا اِس سامان کو کسی دوسرے طالب علم کے صرف میں لانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ؂

الجواب۔ تلاش ورثہ میں کوشش بلیغ کی جائے۔ جب ناامیدی ہو جائے تو پھر کسی غریب سُنّی طالب علم کو دیدیا جائے۔ یا غریب محتاج سُنّی کو۔ اور کُتب غریب طالب علم کو۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؂

مسئلہ ۸۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثرہم اللہ تعالےٰ ونصرہم و ایدہم و ایدہم اس مسئلہ میں کہ ایک سُنّیوں کے محلہ میں بکر قادیانی آکر بسا۔ زید سُنّی نے مَردوں عورتوں کو اُس کے گھر جانے سے اور اُس سے خلا ملا میل جول حقہ بجرہ رکھنے سے منع کیا۔ ہندہ (عورت کا نام ہے) جس کے بیٹے وغیرہ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں) نے کہا۔ کہ بڑے نمزیہ پڑھکر مُلّا ہو گئے۔ ہم عذاب ہی بھگت لیں گے۔ اُس بیچارے قادیانی کو دِق کر رکھا ہے۔ تو اب ہندہ مذکورہ کے بارے میں کیا حُکم ہے؟ بیّنوا۔ توجروا ؂

الجواب۔ ہندہ نماز کی تحقیر کرنے اور عذابِ الٰہی کو ہلکا ٹھیرانے اور قادیانی کو اس فعل مُسلمانان سے مظلوم جاننے اور اُس سے میل جول چھوڑنے کو ناحق سمجھنے کے سبب سے اسلام سے خارج ہو گئی۔ اپنے مُسلمان شوہر پر حرام ہو گئی۔ جب تک نئے سرے سے مُسلمان ہو کر اپنے اُن کلمات سے توبہ نہ کرے ؂ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؂

مسئلہ ۸۲۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ

ہیں کہ ایک قادیانی مذہب ایسی جگہ آباد ہوا۔ جہاں بالکل قطعاً مسلمان رہتے ہیں۔ وہ قادیانی مسلمانوں کو بہکانا چاہتا ہے۔ نیز اُن کے یہاں کا اصول بھی یہی ہے۔ کہ ناسمجھ مسلمانوں کو اخلاق و نرمی سے اپنی طرف کھینچکر بہکا لیتے ہیں۔ اس خوف سے جمیع مسلمانوں نے اُس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور کسی نے اُس سے میل جول نہ رکھا۔ مگر اسی محلہ کا ایک سقہ اُس قادیانی سے مانوس ہو گیا۔ اُس کی بی بی نے اپنے شوہر سقہ کو منع کیا۔ اور کہا۔ ہم کو تم کو خدا و رسول سے کام پڑے گا۔ ایسے بد مذہب سے علیحدہ رہو۔ اور پانی بھی اُس کے یہاں نہ بھرو۔ ایک روپیہ مہینہ نہ سہی۔ اِس پر وُہ سقہ اپنی بی بی کو طلاق دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور کہنے لگا۔ تو میرے مکان سے نکل جا۔ مَیں تو اُس قادیانی سے ایسا ہی ملوں گا۔ اور پانی بھروں گا۔ گو میرے تمام ٹھکانے چھوٹ جائیں۔ مگر مَیں اُس کو نہ چھوڑوں گا۔ ہاں اگر سارے شہر کے بہشتی ایسا ہی کریں۔ اور چھوڑ دیں۔ تو میں بھی چھوڑ دوں۔ ورنہ میں اُس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بلکہ اگر وہ قادیانی سوئر کھائے گا۔ تو مَیں بھی سوئر کھاؤں گا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ جن مسلمانوں نے اُس قادیانی سے ترکِ سلام و کلام کر دیا۔ اُن کے واسطے از روئے شریعت کیا جزا ملے گی؟ اور سقہ کے واسطے شریعتِ پاک کا کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا ✧

الجواب ۔ مسلمانوں کے لئے ثوابِ عظیم۔ اور اس فعل سے اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی رضا ہے۔ اور وہ سقہ اشد گنہگار اور مستحقِ عذابِ نار ہے۔ سقاؤں اور اُن کے چودھری کو لازم ہے۔ کہ اگر وُہ توبہ نہ کرے۔ تو اُسے برادری سے نکال دیں۔ اللہ عزّ وجل فرماتا ہے

وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۔ وَاللهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۸۳ - کیا ارشاد ہے شریعتِ مقدسہ کا اِس مسئلہ میں۔ کہ زید بدمذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے۔ اور بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے۔ مگر خود سُنّی ہے۔ اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ اور اُس کی تراویح سُننا کیسا ہے؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

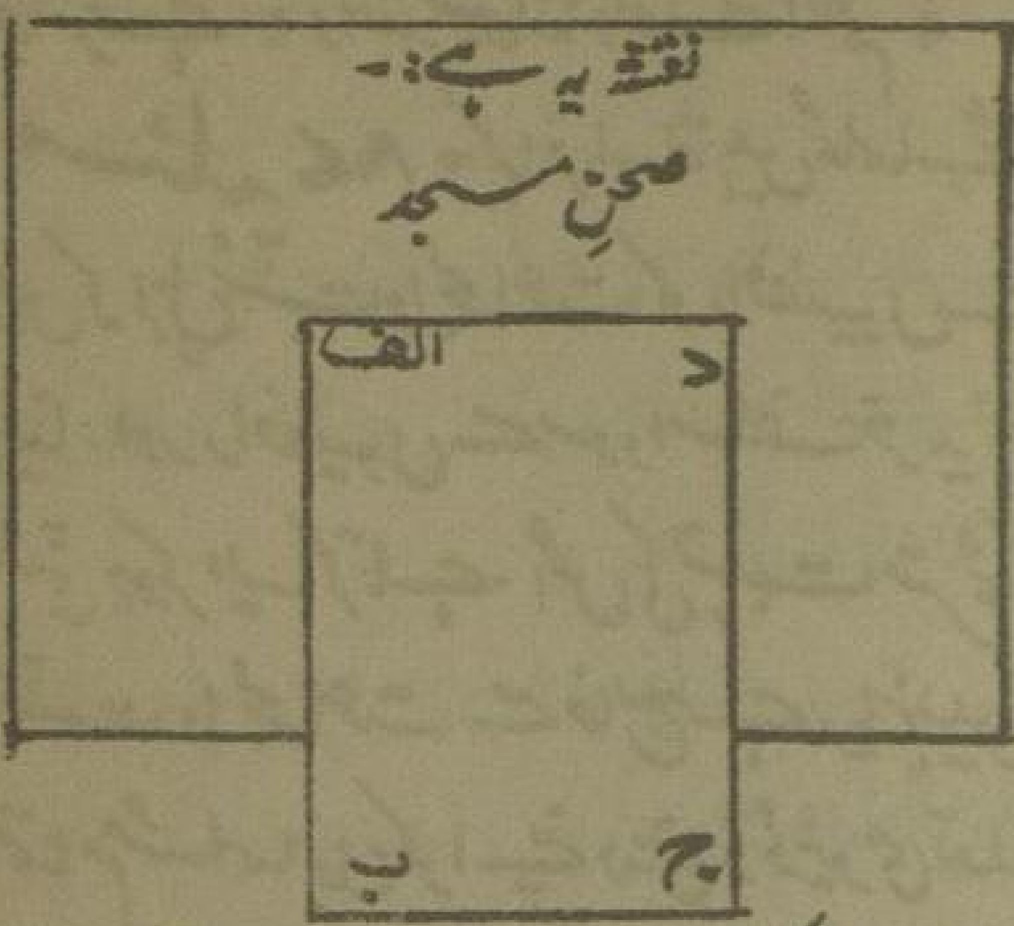
الجواب - اِس صُورت میں فاسقِ مُعلن ہے۔ اور امامت کے لائق نہیں ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۸۴ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومُفتیانِ شرعِ متین مسائل ذیل میں کہ جہیز کس کا حق ہوتا ہے؟ لڑکی والوں کا۔ یا لڑکے والوں کا؟ بعد وفاتِ زوجہ کے اُس کے جہیز میں تقسیم فرائض ہوگی یا نہیں؟ زید جو سلیمہ کا شوہر تھا سلیمہ کے مرنے کے بعد کہتا ہے۔ کہ مَیں نے اُس کو کھلایا پلایا ہے۔ لہٰذا جہیز میرا حق ہے یہ قول زید کا صحیح ہے یا باطل؟ اگر جہیز میں تقسیم فرائض نہ ہو۔ تو آیا صرف والدین کو ملے گا۔ یا اَور کس کس کو؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب - جہیز عورت کی مِلک ہے۔ اُس کے مرنے پر حسبِ شرائط فرائض وَرَثہ پر تقسیم ہوگا۔ زید کا دعوےٰ باطل محض ہے۔ نفقہ کے عوض میں وہ کچھ نہیں لے سکتا۔ کہ نفقہ اُس پر شرعاً واجب تھا ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۸۵ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے اہلِ سُنّت کہ ایک مسجد کا حوض اِس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحنِ مسجد ہے

اور نصف کے اِرد گرد صرف زمین
مقام الف میں اُس کی سیڑھیاں
ہیں۔ زید کو مرض ہی کہ اگر ڈھیلہ لیکر
فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا نہ
پاک کرے۔ تو قطرہ آجاتا ہے۔
اب وہ استنجا کرتا ہؤا آیا ہے۔ پانی
حوض میں بہت نیچا ہو گیا ہے۔



اور اِدھر اُدھر لوٹوں میں وضو کا بچا ہؤا پانی رکھا ہے۔ مقام ب سے فصیل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا ہے درحالیکہ رزائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہوئے جاکر پانی لا سکتا ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا +

الجواب۔ جبکہ حوض کی فصیل ہی پر گیا۔ اور چادر اوڑھے ہے صحنِ مسجد میں قدم نہ رکھا۔ یوں جاکر پانی لے آیا۔ اور غسلخانہ میں استنجا کیا۔ تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں۔ حوض مسجد سے خارج ہے۔ ولہٰذا اسپر وضو اور اذان بلا کراہت جائز ہیں + واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم +

مسئلہ ۸۶ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں؟ اور کن کن سے ناجائز ہے؟ مفصل تحریر فرماویں۔ بیّنوا۔ توجروا +

الجواب۔ شخص جن کی اولاد میں ہو۔ جیسے باپ دادا نانا یا جو اُس کی اولاد میں ہو۔ جیسے بیٹا پوتا نواسا ان کی بی بیوں سے نکاح حرام ہے۔ اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو۔ باقی رشتہ داروں کی بی بیوں سے اُن کی موت یا طلاق وانقضائے عدت کے بعد نکاح

جائز ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۷ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلہ میں کہ اہلِ سُنّت والجماعت کو رافضیوں سے مِلنا جُلنا۔ اور اُن کے ساتھ کھانا پینا۔ اور رافضیوں سے سودا سلف خریدنا جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور جو شخص سُنّی ہوکر ایسا کرتا ہے۔ اُس کی نسبت شرعًا کیا حکم ہوتا ہے؟ وہ شخص دائرہ اہلِ سُنّت والجماعت سے خارج ہے۔ یا نہیں؟ اور اُس شخص مذکورہ بالا سے تمام مُسلمانوں کو اپنے دینی و دُنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہیے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ روافضِ زمانہ علی العموم مرتد ہیں۔ کما بیّناہ فی ردّ الرفضۃ ان سے کوئی معاملہ اہلِ اسلام کا سا کرنا حلال نہیں۔ اُن سے میل جول اور نشست برخاست، سلام کلام سب حرام ہے۔ قال اللہ تبارک وتعالےٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ حدیث شریف میں نبی صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں:- سَیَاْتِیْ قَوْمٌ لَّھُمْ نَبَزٌ یُقَالُ لَھُمُ الرَّافِضَۃُ یَطْعَنُوْنَ السَّلَفَ وَلَا یَشْھَدُوْنَ جُمُعَۃً وَّلَا جَمَاعَۃً فَلَا تُجَالِسُوْھُمْ وَلَا تُؤَاکِلُوْھُمْ وَلَا تُشَارِبُوْھُمْ وَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ وَاِذَا مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْھُمْ وَاِذَا مَاتُوْا فَلَا تَشْھَدُوْھُمْ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْھِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَھُمْ۔ عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں۔ اُن کا ایک بدلقب ہوگا۔ اُنہیں رافضی کہا جائے گا۔ وہ سلفِ صالح پر طعن کریں گے۔ اور جُمعہ و جماعت میں حاضر نہ ہوں گے اُن کے پاس نہ بیٹھنا۔ اُن کے ساتھ نہ کھانا۔ نہ اُن کے ساتھ پانی پینا۔

نہ اُن کے ساتھ شادی بیاہ کرنا۔ بیمار پڑیں۔ تو اُنہیں پُوچھنے مت جانا۔ مرجائیں۔ تو اُن کے جنازے پر نہ جانا۔ نہ اُن پر نماز پڑھنا۔ نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھنا۔ پس جو سُنّی ہو کر اُن کے ساتھ میل جول رکھے۔ اگر خود رافضی نہیں ہے۔ تو کم از کم اشد فاسق ہے۔ مُسلمانوں کو اس سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۸ ۔ تبارک صرف رجب شریف میں ہو سکتی ہے۔ یا جب چاہیں کرلیں۔ اور اگر میّت پر اتنی قضا نمازیں یا روزے ہوں۔ کہ اُس کے غریب وُرثا ہر نماز کے بدلے ۱۷۵ ½ روپیہ بھر (قریبًا سوا دو سیر) گیہوں نہ دے سکیں۔ تو اسقاط کا کیا طریقہ ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب ۔ تبارک ہر مہینہ میں ہو سکتی ہے۔ یہ تعیّنات بغرض تحفّظ و یاد دہانی ہوتے ہیں۔ اور میّت کے وُرثا جس پر قادر ہوں۔ مسکین کو بہ نیّت کفارہ دے کر قابض کردیں۔ وہ بعد قبضہ اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کردے۔ وارث بعد قبضہ پھر بہ نیّت کفارہ مسکین کو دے۔ اسی طرح دور کریں۔ یہاں تک کہ مقدار مطلوب ادا ہوجائے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۸۹ ۔ علمائے اسلام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ کہ افیون کی تجارت اور اُس کی دُکان کرنا شرعًا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب ۔ افیون کی تجارت دوا کے لئے جائز۔ اور افیونی کے ہاتھ بیچنا ناجائز ہے۔ لِاَنَّ الْمَعْصِیَۃَ تَقُوْمُ بِعَیْنِہٖ وَکُلُّ مَاکَانَ کَذٰلِکَ کُرِہَ بَیْعُہٗ کَمَا فِیْ تَنْوِیْرِ الْاَبْصَارِ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ (۱) پیر سے پردہ ہے۔ یا نہیں؟ (۲) ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں۔ اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں۔ توجہ ایسی دیتے ہیں کہ عورتیں بیہوش ہو جاتی ہیں۔ اچھلتی کودتی ہیں۔ اور اُن کی آواز مکان سے باہر دُور تک سُنائی دیتی ہے۔ ایسی بیعت ہونا کیسا ہے؟ بیّنوا۔ توجروا +

الجواب۔ پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم (۲) یہ صُورت محض خلافِ شرع و خلافِ حیا ہے۔ ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیئے + واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۹۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زندگی کا بیمہ کرانا شرعاً جائز ہے یا حرام؟ صُورت اس کی یہ ہے کہ جو شخص زندگی کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اُس سے یہ قرار پایا جاتا ہے کہ ۵۵ سال یا ۶۰ سال یا ۵۰ سال کی عمر تک مبلغ دو ہزار روپیہ چار یا چھ روپیہ ماہوار کے حساب سے تنخواہ میں سے وضع ہوتے رہیں گے۔ اگر وہ ۵۵ سال تک زندہ رہا۔ تو خود اُس کو اور اگر میعاد مقررہ کے اندر مر گیا۔ تو اس کے وُرثاء کو دو ہزار روپیہ یکمشت ملیگا۔ خواہ وہ شخص بیمہ کرانے کے بعد اور اُس کی منظوری آنے کے بعد فوراً ہی مر جائے۔ اور اگر میعاد مقررہ تک زندہ رہا تو بھی وہی دو ہزار ملے گا۔ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اُس سے تعلق نہیں۔ بیّنوا۔ توجروا +

الجواب۔ جبکہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے۔ اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صُورت نہیں۔ تو جائز ہے۔ کوئی حرج نہیں۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ اُس

کے سبب اُس کے ذمّہ کسی خلافِ شرع احتیاط کی پابندی عائد نہ ہوتی ہو۔ جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس بارہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا۔ دادی اور والدہ سیدانی۔ اِس صُورت میں زید سیّد ہے۔ یا پٹھان؟ بینوا۔ توجروا۔

الجواب - شرعِ مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں۔ وہ انہیں قوموں سے ہوگا۔ اگرچہ اُس کی ماں اور دادی اور پردادی سب سیدانیاں ہوں۔ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا۔ مَنِ ادَّعیٰ غَیْرَ اَبِیْہِ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ھٰذَا مُخْتَصَرًا۔ جو اپنے باپ کے سوا دُوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اُس پر خدائے تعالیٰ اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اُس کا نہ فرض قبول کرے۔ اور نہ نفل۔ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی وغیرہم نے یہ حدیث شریف مولیٰ علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی۔ ہاں اللہ تعالےٰ نے یہ فضیلت خاص امام حسن و امام حُسین اور اُن کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔ کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بیٹے ٹھیرے۔ پھر جو اُن کی خاص اولاد ہے۔ اُن میں بھی وُہی قاعدۂ عام جاری ہوا۔ کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اسلیئے سبطین کریمین کی اولاد سیّد ہیں۔ نہ بنات فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائے گی۔ واللہ تعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۳ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس امر میں کہ ماہ صفر کے اخیر

چہار شنبہ کے متعلق عوام میں مشہور ہے۔ کہ اُس روز حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے مرض سے صحت پائی تھی۔ بنابراس کے اُس روز کھانا وشیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔ اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علی ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں۔ کہیں اُس روز کو نحس ونامبارک جان کر گھر کے پُرانے برتن گلی توڑ ڈالتے ہیں۔ اور تعویذ وچھلہ چاندی کے اُس روز کی صحت بخشی جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں مریضوں کو استعمال کراتے ہیں وغیرہ۔ یہ جملہ امور بربنائے صحت پانے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم عمل میں لائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اصل اس کی شرع میں ثابت ہے۔ یا کہ نہیں؟ اور فاعل عامل اس کا بربنائے ثبوت یا عدم مرتکب معصیت ہوگا۔ یا قابل ملامت وتادیب۔ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب ۔ آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں۔ نہ اُس دن صحت یابی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ثبوت۔ بلکہ مرضِ اقدس جس میں وفات مبارک ہوئی۔ اُس کی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث شریف مرفوع میں آیا ہے اٰخِرُ اَرْبِعَاءَ مِنَ الشَّھْرِ یَوْمُ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۔

اور مروی ہوا۔ کہ ابتدائے ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و التسلیم اسی دن تھی۔ اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتنوں کو توڑ دینا گناہ۔ و اضاعت مال ہے۔ بہر حال یہ سب باتیں بالکل بے اصل وبے معنی ہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۴ ۔ نماز کے وقت مسجد میں تمام نمازیوں کا کسی شخص

کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہونا۔ اور مثل سجدے کے قدموں پر سر رکھ کر بوسہ دینا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ عالم دین اور سلطان الاسلام اور علم دین میں اپنا اُستاذ ان کی تعظیم مسجد میں بھی کی جائے گی۔ اور مجالس خیر میں بھی۔ اور تلاوت قرآن عظیم میں بھی عالم دین کے قدموں پر بوسہ دینا سُنّت ہے۔ اور قدموں پر سر رکھنا جہالت۔ واللہ سبحانہ، وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۹۵۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے ومُفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ کے اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز دار اُٹھاتا ہو۔ اور وُہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے۔ تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے۔ اور عورت بلا اجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی۔ یا زوج کو روکنا جائز نہیں ہے؟ اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی۔ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ اگر مہر معجّل نہ تھا۔ یا جس قدر معجّل تھا۔ ادا ہوگیا۔ تو چند مواضع حاجتِ شرعیہ جن کا استثنا فرما دیا گیا۔ مثلاً والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیر ذٰلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذنِ شوہر جانے کی اجازت نہیں۔ اگر جائے گی۔ گنہگار ہوگی۔ شوہر روکنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اگرچہ نفقہ کا بار دُوسرا شخص اُٹھاتا ہو۔ اور وہ دُوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو۔ اُس کی اجازت مُہمل ہوگی۔ اور شوہر کی ممانعت واجب العمل۔ عُلماء تصریح فرماتے ہیں۔ کہ بعد ادائے مہر معجّل عورت مطلقاً پابندِ شوہر ہے۔ اُس میں کوئی قید وتخصیص ادائے نفقہ

وتکفّل حوائج کی نہیں فرماتے۔ درِّ مختار میں ہے:- لَهَا الْخُرُوْجُ مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا لِلْحَاجَةِ وَ لَهَا زِيَارَةُ اَهْلِهَا بِلَا اِذْنِهٖ مَا لَمْ تَقْبِضِ الْمُعَجَّلَ فَلَا تَخْرُجُ اِلَّا بِالْحَقِّ لَهَا اَوْ عَلَيْهَا اَوْ زِيَارَةِ اَبَوَيْهَا كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً اَوِ الْمَحَارِمِ كُلَّ سَنَةٍ وَ لِكَوْنِهَا قَابِلَةً اَوْ غَاسِلَةً لَا فِيْمَا عَدَا ذٰلِكَ ۔ ردّ المحتار میں ہے۔ قَوْلُهٗ جَوَابُ شَرْطٍ مُقَدَّرٍ اَیْ فَاِنْ قَبَضَتْهُ فَلَا تَخْرُجُ الخ والد کا متکفّل نفقۂ پسر و زنِ پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے۔ اور دیگر بعض اعزا بھی تبرّعاً تکفّل کریں۔ تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو۔ علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلماً اتفاق سے درست کشی کی۔ یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تا آنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کے لئے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنّت دیکھ کر اسے قید کر دیا۔ اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں۔ کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے۔ بلکہ عورت پر واقعی فساد کا اندیشہ ہو۔ تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کر سکتا ہے اور محبس میں مکان تنہائی ہو۔ تو حاکم عورت کو حکم دیگا۔ کہ وہیں اس کے پاس رہے۔ ہندیہ میں ہے:- لَوْ فَرَضَ الْحَاكِمُ النَّفَقَةَ عَلَى الزَّوْجِ فَامْتَنَعَ مِنْ دَفْعِهَا وَ هُوَ مُوْسِرٌ وَ طَلَبَتِ الْمَرْاَةُ حَبْسَهٗ لَهٗ اَنْ يَّحْبِسَهٗ كَذَا فِي الْبَدَائِعِ وَ اِذَا حَبَسَهٗ لَا تَسْقُطُ عَنْهُ النَّفَقَةُ وَ تُؤْمَرُ بِالْاِسْتِدَانَةِ حَتّٰى تَرْجِعَ عَلَى الزَّوْجِ فَاِنْ قَالَ لِلْقَاضِيْ اِحْبِسْهَا فَاِنَّ لِيْ مَوْضِعًا فِي الْمَحْبَسِ خَالِيًا فَالْقَاضِيْ لَا يَحْبِسُهَا مَعَهٗ وَ لٰكِنَّهَا تَصِيْرُ فِيْ مَنْزِلِ الزَّوْجِ وَ يُحْبَسُ الزَّوْجُ لَهَا۔ كَذَا فِي الْمُحِيْطِ ۔ درِّ مختار میں ہے۔ وَ فِي الْبَحْرِ عَنْ مَآلِ الْفَتَاوٰى

وَ لَوْ خِیْفَ عَلَیْھَا الْفَسَادُ تُحْبَسُ مَعَہٗ عِنْدَ الْمُتَاَخِّرِیْنَ۔

توجب صریح ظلمًا نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابندِ شوہر ہی رہی۔ تو صورتِ سوال میں کیونکر خود مختار ہو سکتی ہے۔ نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہو۔ تو نفقہ نہ دینا مُسقطِ نفقہ ہو جائے۔ اور عورت کو ہرگز دعوٰیٔ نفقہ کا اختیار نہ رہے۔ کہ نفقہ جزائے پابندی ہے۔ جب پابندی نہیں۔ نفقہ کس بات کا۔ در مختار میں ہے۔ اَلنَّفَقَۃُ جَزَاءُ الْاِحْتِبَاسِ وَکُلُّ مَحْبُوْسٍ لِمَنْفَعَۃِ غَیْرِہٖ یَلْزَمُہٗ نَفَقَتُہٗ کَمُفْتٍ وَ قَاضٍ وَ وَصِیٍّ زَیْلَعِی الخ اَقُوْلُ وَ اِیَّاکَ اَنْ تَتَوَھَّمَ اَنَّ النَّفَقَۃَ اِذَا کَانَتْ جَزَاءَ الْحَبْسِ فَاِذَا عَدِمَتْ عَدِمَ وَ ذٰلِکَ لِاَنَّ وُجُوْبَھَا مُتَفَرِّعٌ عَنْہُ لِوُجُوْبِ الْاِحْتِبَاسِ عَلَیْھَا مُتَقَدِّمٌ عَلٰی وُجُوْبِ النَّفَقَۃِ عَلَیْہِ لَا اَنَّ الْاِحْتِبَاسَ مُتَفَرِّعٌ عَلَی الْاِنْفَاقِ فَاِنْ عَدِمَ عَدِمَ وَ بِالْجُمْلَۃِ اِنْ کَانَ اللَّازِمُ لِوُجُوْبِ الْاِنْفَاقِ لَا وُقُوْعَہٗ فَیَرْتَفِعُ الْوُقُوْعُ لَا یَرْفَعُ الْمَلْزُوْمَ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کاشتکاروں پر بابت بقایا لگان یا کسی قرضدار پر بابت قرض نالش کرنے پر جو خرچ کچہری بابت محنتانہ وغیرہ علاوہ اصل رقم کے دلاوے۔ وہ لینا سوائے سود کے کیسا ہے؟ (ب) زید سے خالد پندرہ ہزار روپیہ تجارت کے لئے مانگتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں سو روپیہ ماہوار نفع دوں گا۔ خواہ نفع ہو۔ یا نہ ہو۔ زید کو یہ نفع لینا کیسا ہے؟ سود تو نہ ہوگا۔ اس طرح نفع لینے کے جواز کی کوئی صورت شرعًا ہو سکتی ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب - (الف) خرچہ جو مدعی کو دلایا جاتا ہے۔ اسے لینا حرام ہے

وَالْمَسْئَلَۃُ فِی الْعُقُوْدِ الدُّرِّیَّہ - ہاں قرضدار کاشتکار یا کفار ہوں - تو لے سکتا ہے - لِعَدَمِ الْعِصْمَۃِ - وَاللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؁

(ب) یہ صورت حرام قطعی - اور خاص سُود ہے - نفع لینا چاہے تو مضاربت کرے - کہ اتنے روپے تمہیں دیئے - ان سے تجارت کرو - جو نفع ہو - وہ نصف یا ثلث یا رُبع یا اس قدر جو حصّہ نامعین قرار پایا - مجھے دیا کرو جو اُسے نفع ہوگا - اُتنا حصّہ اُسے دینا ہوگا ؁ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم

مسئلہ ۹۷ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی - اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی - زید کا انتقال ہوگیا - وہ اولاد زید کی اولاد شرعًا متصوّر ہو کر زید کا ترکہ پائے گی - یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے - بیّنوا - توجروا ؁

الجواب - بچہ اپنی ماں کا یقینی جُز ہے جس میں شک واحتمال کو اصلًا گنجائش نہیں - یہ نہیں کہہ سکتے - کہ یہ بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا - شاید کسی دُوسرے کا ہو - اور باپ کی جُزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قائم ہو - نظر بحقیقت ظنّی ہے - اگر بحسب حُکم شرعی دعرفی کالقطعی ہے - جس میں تشکیک مخذول - نامقبول - اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَالنَّاسُ اُمَنَاءُ عَلٰی اَنْسَابِھِمْ ولہذا نسب پر شہادت بتسامع و شہرت روا ہے - پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے - کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی - اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف نسبت کرکے پکارے جائیں گے - یہی فرق ہے

کہ قرآن عظیم نے اُمہات کے حق میں تو اخباراً فرمایا۔ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ۔ اُن کی مائیں تو وُہی جن سے وہ پیدا ہیں۔ اور حقِ آباء میں صرف انشاءً فرمایا۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ انہیں اُن کے باپ کی طرف نسبت کر کے پکارو۔ یہ زیادہ انصاف کی بات ہے۔ اللہ کے یہاں نیز اس فرق کے ثمرات سے ہے کہ جانوروں میں نسب ماں سے ہے۔ زید کا گھوڑا اور عمرو کی گھوڑی ہو۔ تو بچہ عمرو کی ملک ہوگا۔ نہ زید کی۔ وَاِنْ کَانَ هٰنَا وَجْهُ اِخْوَانِهٖ یَنْفَصِلُ مِنْهَا حَیَوَانًا وَّمِنْهُ مَاءً مَّهِیْنًا مگر کرامت انسان کے لئے ربّ عزّ وجلّ نے نسب باپ سے رکھا ہے۔ کہ بچہ محتاج پرورش ہے۔ محتاج تربیت ہے۔ محتاج تعلیم ہے۔ اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے۔ نہ عورتوں کو جن کی عقل بھی ناقص۔ دین بھی ناقص۔ اور خود دوسرے کی دست نگر۔ لہٰذا بچہ پر رحمت کے لئے اثباتِ نسب میں ادنیٰ بعید سے بعید ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی۔ کہ آخر امر فی نفسہ عند الناس محتمل ہے۔ قطع کی طرف انہیں راہ نہیں۔ نہایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں۔ کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا۔ اس قدر امر بھی یہی کہ اُس کا نطفہ اُس کے رحم میں گرا پھر اُس سے بچہ اُس کا ہونے پر کیونکر یقین ہوا۔ ہزار بار جماع ہوتا ہے۔ نطفہ رحم میں گرتا ہے۔ اور بچہ نہیں بنتا۔ تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیرِ تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے۔ اور شوہر کہ دُور ہو۔ احتمال اُس کی طرف سے بھی قائم ہے۔ ممکن ہے کہ وہ طیّ ارض پر قدرت رکھتا ہو۔ کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے۔ ممکن کہ جن اُس کے تابع ہوں۔ ممکن کہ صاحب کرامت ہو۔ ممکن کہ کوئی عمل ایسا جانتا ہو۔ ممکن کہ رُوحِ انسانی کی طاقتوں سے

کوئی باب اُس پر کھُل گیا ہو۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں۔ مگر وہ پہلا احتمال شرعاً و اخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں۔ تو بچے اولادِ زانی نہیں ٹھہر سکتے۔ اولاد اُس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے۔ جسے قرآنِ عظیم نے بلفظ ہبہ تعبیر کیا کہ یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ ۱۵ اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحقِ غضب و سزا ہے۔ نہ کہ مستحقِ ہبہ و عطا۔ و لہٰذا ارشاد ہوا۔ وَلِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ زانی کے لئے پتھر۔ تو اگر اُس احتمالِ بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں۔ بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے۔ کہ اُن کا کوئی باپ مربی معلم پرورش کنندہ نہ ہوگا۔ لہٰذا ضرور ہوا۔ کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب اور شرعاً و اخلاقاً بہت بعید سے بعید اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعاً و اخلاقاً بہت قریب سے قریب اسی احتمالِ ثانی کو ترجیح بخشیں۔ اور بعد عادی کے لحاظ سے بعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے۔ اختیار نہ کریں۔ اس میں کونسا خلافِ عقل و درائت ہے۔ بلکہ اس کا عکس ہی خلافِ عقل و شرع و اخلاق و رحمت ہے۔ لہٰذا عام حکم ارشاد ہوا۔ کہ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَ لِلْعَاھِرِ الْحَجَرُ۔ و لہٰذا اگر زید اقصٰی مشرق میں ہے۔ اور ہندہ منتہائے مغرب میں۔ اور بذریعۂ وکالت اُن میں نکاح منعقد ہوا۔ اور اُن میں بارہ ہزار میل سے زیادہ فاصلہ۔ اور صدہا دریا اور پہاڑ سمندر حائل ہیں۔ اور اسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ ہوا۔ بچہ زید ہی کا ٹھیریگا۔ اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا۔ درمختار میں ہے۔ قَدِ اکْتَفَوْا بِقِیَامِ الْفِرَاشِ بِلَا دُخُوْلٍ کَتَزَوُّجِ الْمَغْرِبِیِّ

بِمَشْرِقِيَّةٍ بَيْنَهُمَا سَنَةٌ فَوَلَدَتْ لِسِتَّةِ اَشْهُرٍ مُذْ تَزَوَّجَهَا لِتَصَوُّرِهٖ كَرَامَةً وَاِسْتِخْدَامًا فتح ردّ المحتار میں ہے قوله بِلَا دُخُوْلٍ اَلْمُرَادُ نَفْيُهٗ ظَاهِرًا وَاِلَّا فَلَا بُدَّ مِنْ تَصَوُّرِهٖ وَاِمْكَانِهٖ فتح القدیر میں ہے۔ وَالتَّصَوُّرُ ثَابِتٌ فِى الْمَغْرِبِيَّةِ لِثُبُوْتِ كَرَامَاتِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاِسْتِخْدَامَاتِ فَيَكُوْنُ صَاحِبَ خُطْوَةٍ اَوْ جِنِّيٍّ۔ صحیحین میں اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے۔ كَانَ عُتْبَةُ ابْنُ اَبِىْ وَقَّاصٍ (اَىِ الْكَافِرُ الْمَيِّتُ عَلٰى كُفْرِهٖ) عَهِدَ اِلٰى اَخِيْهِ سَعْدِ بْنِ اَبِىْ وَقَّاصٍ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ ابْنَ وَلِيْدَةِ زَمْعَةَ مِنِّىْ فَاقْبِضْهُ اِلَيْكَ (اَىْ كَانَ زَنٰى بِهَا فِى الْجَاهِلِيَّةِ فَوَلَدَتْ فَاَوْصٰى اَخَاهُ بِالْوَلَدِ) فَلَمَّا كَانَ عَامُ الْفَتْحِ اَخَذَهٗ سَعْدٌ۔ فَقَالَ اِنَّهُ ابْنُ اَخِىْ۔ وَقَالَ عَبْدُ ابْنُ زَمْعَةَ اَخِىْ ابْنُ وَلِيْدَةِ اَبِىْ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِهٖ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ وَفِىْ رِوَايَةٍ هُوَ اَخُوْكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ مِنْ اَجْلِ اَنَّهٗ وُلِدَ عَلٰى فِرَاشِ اَبِيْهِ اھ مُخْتَصَرًا مَزِيْدًا مَا بَيْنَ الْهِلَالَيْنِ ٭

بالجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا چار مہینے دس دن پر عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔ تو موت زید سے دو برس کے اندر یا اقرار انقضائے عدت کر چکی ہو۔ تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں۔ وہ سب شرعًا اولادِ زید قرار پائیں گے۔ اور زید کا ترکہ اُن کو

ملے گا۔ ہاں جو میّت زید سے دو برس کے بعد یا بصورتِ اقرارِ زن بانقضائے عدّت اُس دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے۔ وہ نہ اولادِ زید ہیں۔ نہ اُس کا ترکہ پائیں۔ درِ مختار میں ہے۔ یَثْبُتُ نَسَبُ وَلَدِ مُعْتَدَّةِ الْمَوْتِ لِاَقَلَّ مِنْهُمَا (اَیْ مِنْ سَنَتَیْنِ ش) مِنْ وَقْتِ الْمَوْتِ اِذَا کَانَتْ کَبِیْرَةً وَ لَوْ غَیْرَ مَدْخُوْلٍ بِھَا وَ اِنْ کَانَ اَکْثَرَ مِنْھُمَا مِنْ وَقْتِہٖ لَا یَثْبُتُ بَدَائِع وَ کَذَا الْمُقِرَّةُ بِمُضِیِّھَا لَوْ لَاقَلَّ مِنْ اَقَلِّ مُدَّتِہٖ مِنْ وَقْتِ الْاِقْرَارِ لِلْمُتَیَقِّنِ بِکَذِبِھَا وَ اِلَّا لَا لِاِحْتِمَالِ حُدُوْثِہٖ بَعْدَ الْاِقْرَارِ امہ ملخصًا ہ وَ اللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَ عِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَ اَحْکَمُ ۔

مسئلہ ۹۸ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اِن مسائل میں آیا رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں عقیقہ و ختنہ میں لوگوں کو بغرض ادائے اُن سنن کے بلاتے تھے۔ یا نہیں؟ اگر نہیں بلاتے تھے۔ تو یہ بدعتِ سیئہ ہے۔ یا نہیں؟ وقت رخصتی جیسا کہ ہندوستان میں رسم بھات کی ہے۔ آیا اُن کی کچھ اصلیت ثابت ہے۔ اور بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی رخصتی کے وقت بھی کچھ کھانا تقسیم کیا گیا تھا۔ یا نہیں؟ اور نیوتے کی رسم شرعًا جائز ہے۔ یا نہیں؟ آیا یہ بات کہ شارع علیہ السلام نے دعوتِ ولیمہ کی بابت فرمایا۔ اور خود بھی حضور نے متعدد بار اس پر عمل کیا۔ اور کبھی صاحبزادیوں کی رخصتی میں کھانے کی بابت نہ فرمایا۔ اور نہ کیا اس کے بدعتِ سیئہ ہونے کے لئے کافی نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب - حقیقۃً شکرِ نعمت ہے۔ اور نعمت کے لئے اعلانِ کا حکم

قال اللہ تبارک وتعالٰے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اور دعوت موجب اعلان - اور بدعت سیئہ وہ ہے - کہ ردِّ سنّت کرے - نہ وہ کہ تائید کَمَا نَصَّ عَلَيْهِ الْاَئِمَّةُ قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا مِنْهُمْ حُجَّةُ الْاِسْلَامِ فِي الْاِحْيَاءِ وَالْعَلَّامَةُ سَعْدٌ فِي شَرْحِ الْمَقَاصِدِ وَالسَّيِّدُ الْعَارِفُ بِاللّٰهِ عَبْدُ الْغَنِيِّ فِي الْحَدِيْقَةِ النَّدِيَّةِ لَاجَرَمَ - ردّ المحتار میں فرمایا يحق عقيقه منق لحمانيا اَوْ مَطْبُخِهٖ مَعَ اِتِّخَاذِ دَعْوَةٍ اَوْلَا - یوں ہی ختنہ کا اعلان سُنّت ہے كَمَا اَنَّ السُّنَّةَ فِي الْخِفَاضِ الْخُلَفَاءِ علماء نے دعوتیں گیارہ گنائیں - اُن میں دعوتِ ختنہ و دعوتِ عقیقہ بھی ہے - بعض نے آٹھ گنیں - اُن میں یہ دونوں داخل - شرح شرعۃ الاسلام میں ہے :- قِيْلَ الضِّيَافَةُ ثَمَانِيَةٌ اَلْوَلِيْمَةُ لِلْعُرْسِ وَالْاِعْذَارُ لِلْخِتَانِ وَالْعَقِيْقَةُ لِسَابِعِ الْوِلَادَةِ الخ علماء نے مطلقاً اجابت دعوت کو سنت فرمایا - ولیمہ ہو - یا اور - بنا یہ پھر طحطاوی - پھر ردالمحتار میں ہے اِجَابَةُ الدَّعْوَةِ سُنَّةٌ وَلِيْمَةٌ اَوْ غَيْرُهَا - نکاح کے اعلان کا بھی حکم ہے - قَالَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْلِنُوْا النِّكَاحَ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابْنُ حِبَّانَ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْحَاكِمُ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا سند احمد صحیح وَزَادَ التِّرْمِذِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ - اور وہ لڑکے والوں ہی کے ساتھ خاص نہیں - دونوں طرف اعلان چاہیے - ابن ماجہ عن ابن عباس

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا - قَالَ کَانَتْ عَائِشَۃُ ذَاتَ قَرَابَۃٍ لَھُمَا مِنَ الْاَنْصَارِ فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - فَقَالَ اَھْدَیْتُمُ الْفَتَاۃَ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَرْسَلْتُمْ مَعَھَا مَنْ تُغَنِّی الحدیث اور طعام موجب جمع ہے - اور جمع موجب اعلان معہذا اطعام حاضرین سنن اہل کرم و مروت سے ہے - خصوصًا جبکہ طول اقامت ہو اتباع فعل میں ہے - علی تفصیل فیہ - نہ عدم فعل میں فَاِنَّہٗ غَیْرُ مَامُوْرٍ بَلْ وَلَا مَقْدُوْرٍ کَمَا فِی الْغَمْزِ الْعُیُوْنِ خصوصًا امور عادیہ میں اور حکم ہے خالقوا الناس باخلاقھم علماء فرماتے ہیں - اَلْخُرُوْجُ عَنِ الْعَادَۃِ شُھْرَۃٌ وَمَکْرُوْہٌ - رب عزوجل فرماتا ہے :- مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ - وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا - جو نہ اتی ہے - نہ نہی - وہ نہ خُذُوْا میں داخل - نہ اِنْتَھُوْا میں - یعنی نہ واجب - نہ منع - بلکہ مباح ہے - یہ تمام مباحث ہمارے رسائل ردّ وہابیت میں طے ہو چکے - ہاں نیت مذموم یا باعث مذموم یا طور مذموم پر ولیمہ بھی ہو - تو وہ بھی مذموم ہو جائیگا - قَالَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ معہذا فرمایا - مَنْ لَّمْ یُجِبِ الدَّعْوَۃَ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ - رَوَاہُ مُسْلِمٌ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔ نیوتے کی رسم ایک محمود قصد یعنی معاونت اخوان سے رکھی گئی - کہ وقت حاجت ایک کا کام سب کی اعانت سے نکل جائے - نہ اُس پر سارا بار ہو - نہ سوال وغیرہ حرج و عار ہو - پھر معاونوں میں جسے یہ معاملہ پیش آئے - وہ معاون اور باقی اخوان اُس کی اعانت کریں - وہکذا - اس میں جبکہ عرفًا معاوضہ مقصود

ہو۔ قرض ہے۔ اور اُس کی ادا واجب۔ فَاِنَّ الْمَعْرُوْفَ کَالْمَشْرُوْطِ

فتاوٰے خیریہ میں ہے۔ سُئِلَ فِیْمَا اعْتَادَهُ النَّاسُ فِی الْاَعْرَاسِ

وَالْاَفْرَاحِ وَالرُّجُوْعِ مِنَ الْحَجِّ مِنْ اِعْطَاءِ الثِّیَابِ وَالدَّرَاهِمِ

وَیَنْتَظِرُوْنَ بِهٖ لَهٗ عِنْدَ مَا یَقَعُ لَهُمْ مِثْلُ ذٰلِكَ مَا

حُکْمُهٗ اَجَابَ اِنْ کَانَ الْعُرْفُ شَائِعًا فِیْمَا بَیْنَهُمْ اِنَّهُمْ یُعْطُوْنَ

ذٰلِكَ لِیَاْخُذَ بَدَلَهٗ کَانَ حُکْمُهٗ حُکْمَ الْقَرْضِ الخ اُسی میں

ہے:۔ اِنْ کَانَ الْعُرْفُ قَاضِیًا بِاَنَّهُمْ یَدْفَعُوْنَهٗ عَلٰی وَجْهِ

الْهِبَةِ وَلَا یَنْظُرُوْنَ فِیْ ذٰلِكَ اِلٰی اِعْطَاءِ الْبَدَلِ فَحُکْمُهٗ

حُکْمُ الْهِبَةِ ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۹۹۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کی بابت اُن کے پیر بھائی نے مجھ سے کہا۔ کہ وہ اب سابق افعال و کوشش متعلق ندوہ سے تائب ہوگئے ہیں۔ واللہ تعالٰے اعلم۔ متعلق حالات مولینا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے۔ کہ بخاری شریف کے سبق حضرت سلیمان علیٰ نبیّنا و علیہ السّلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا۔ کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں۔ اس پر مولانا مرحوم نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ مسلمان تھے۔ اور مصنف نے اس کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ کسی مُردے کے کُفر پر تا وقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو۔ حکم نہ لگانا چاہیے۔ اور اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے لِکُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اس تقدیر پر ہو سکتا ہے کہ رام چندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں۔ لہٰذا فتاوٰے مکلّف خدمت

فیضدر رحبت ہے۔ کہ کیا حضرت مرزا جان جاناں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے۔ اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ قول مذکور متعلق رام چندر و کرشن مرزا صاحب علیہ الرحمۃ نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے۔ یہ بھی اُسی کتاب میں مرقوم ہے ✦

(۲) جو پتّہ یا درخت بوجہ غفلت تسبیح گر جاتا ہے۔ یا جانور ذبح کر دیا جاتا ہے۔ تو پھر بعد سزائے غفلت اُن کا تسبیح میں مشغول ہونا ثابت ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ✦

الجواب ۔ مولوی محمد علی صاحب نہ خیالاتِ سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل۔ جو مولٰنا فضل الرحمٰن صاحب کی طرف منسوب ہوئی ۔ نہ یہ بات مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی ۔ بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے۔ اس میں ہنود کے دین کو محض بربنائے ظن و تخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے۔ بلکہ معارف ہر مکاشفات و علومِ عقلی و نقلی میں اُن کا یدطولیٰ مانا ہے۔ اور اُن کے اعتقادِ تناسخ کو کفر سے جُدا بلکہ اُن کی بُت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیائے کرام کے تصوّر برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم لِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ہندوستان میں بھی بعثت انبیاء ہونا اور اُن کے بزرگوں کا مرتبہ کمال و تکمیل رکھنا لکھا ہے۔ مگر رام یا کرشن کسی کا نام نہیں۔ با این ہمہ فرمایا ہے:۔ درشانِ آنہا سکوت اولیٰ است نہ مارا جزم بکفر و ہلاک اتباع آنہا لازم است و نہ یقین بہ نجاتِ آنہا برما واجب۔ و ماوہ حسن ظنّ متحقق است ✦ یہ اُس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے۔ اِن حضرات کا حال قبلِ اظہار خود آشکار۔ اگر یہ مکتوب مرزا صاحب

کا ہے۔ اور اگر اُن کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ تو اُن سے بدرجہا اقدم و اعلم حضرت زبدۃ العارفین سید نا میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش۔ اور سرکار کو مقبول ہو چکی۔ ص۱۷۰ میں فرماتے ہیں۔ "مخدوم شیخ ابو الفتح جون پوری را در ماہِ ربیع الاول بجہت رسول علیہ الصلوٰۃ و السلام از دہ جاہ استدعا آمد۔ کہ بعد از نماز پیشین حاضر شوند۔ ہر دہ استدعا قبول کردند۔ حاضران پرسیدند۔ اے مخدوم ہر دہ استدعاء را قبول فرمودید۔ و ہر جا بعد از نماز پیش حاضر باید شد۔ چگونہ میسّر خواہد آمد۔ فرمود کرشن کہ کافر بود۔ چند صد جا حاضر میشد۔ اگر ابو الفتح دہ جا حاضر شود۔ چہ عجب"۔ بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل نہیں۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا۔ ہم اُن پر تفصیلاً ایمان لائے اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً۔ لِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ۔ اس سے مستلزم نہیں۔ کہ ہر رسول کو ہم جانیں۔ یا نہ جانیں۔ تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو۔ شاید یہ ہو۔ کا ہے کے لئے ٹٹولنا۔ اور کا ہے کے لئے شاید اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ہزاروں اُمتوں کا ہمیں نام و مقام تک معلوم نہیں۔ وَ قُرُوْنًا بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا ۔ قرآنِ عظیم یا حدیث کریم میں رام و کرشن کا ذکر تک نہیں۔ اُن کے نفس وجود پر سواء تواتر ہنود کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ کہ یہ واقعی کچھ اشخاص تھے بھی۔ یا محض انیاب اغوال و رجال بوستانِ خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں۔ تواتر ہنود اگر حجت نہیں۔ تو اُن کا

وجود ہی ناثابت - اور اگر حجّت ہے. تو اُسی تواتر سے اُن کا فسق و فجور و لہو و لعب ثابت - پھر کیا معنے کہ وجود کے لئے تواترِ ہنود مقبول اور احوال کے لئے مردود مانا جائے - اور اُنہیں کامل و مکمل بلکہ ظلِّ معاذاللہ انبیاء و رسل جانا جائے ❖ واللہ الہادی - واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ❖

(۲) ربّ عزّوجل فرماتا ہے:۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَا فِیْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ اُس کی تسبیح کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں - اور کوئی چیز ایسی نہیں - جو اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح نہ کرتی ہو - مگر تم اُن کی تسبیح کو نہیں سمجھتے ❖ یہ کلیہ عامہ جمیع اشیاءِ عالم کو شامل ہے - ذی رُوح ہوں - یا بے رُوح - اجسام محضہ جن کے ساتھ کوئی رُوح نباتی بھی متعلق نہیں - دائم التسبیح ہیں کہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ کے دائرے سے خارج نہیں - مگر اُن کی تسبیح بے منصب ولائیت نہ مسموع - نہ مفہوم - اور وہ اجسام جن سے رُوحِ انسی - یا ملکی - یا جنّی - یا حیوانی - یا نباتی متعلق ہے - اُن کی دو تسبیحیں ہیں - ایک تسبیح جسم کہ اُس رُوح متعلق کے اختیار نہیں - وہ اُسی اِنْ مِّنْ شَیْءٍ کے عموم میں اُس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے - دوسری تسبیح رُوح - یہ ارادی - اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم - اِس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان و نبات کو قتل و قطع سے دی جاتی ہے - اور اُس کے بعد یا جب جانور مر جائے - یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے و لہٰذا ائمہ دین نے فرمایا ہے - کہ تر گھاس مقابر سے نہ اُکھیڑیں فَاِنَّهٗ مَا دَامَ رَطْبًا یُسَبِّحُ لِلّٰهِ تَعَالٰی فَیُؤْنِسُ الْمَیِّتَ - کہ وہ جب تک

تر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ تو میت کا دل بہلتا ہے۔ مگر قتل و قطع و موت و یُبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفسِ جسم کی تھی۔ جب تک اُس کا ایک جُزو لایتجزی بھی باقی رہیگا منقطع نہ ہوگی۔ کہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ اُسے رُوح سے تعلق نہ تھا کہ تعلقِ رُوح نہ رہنے سے منقطع ہو۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

الرّمز المرصف علٰی سوالِ مولٰینا السیّد اٰصف

۱۳۳۹ھ

مسئلہ ۱۰۰

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

یَا حَبِیْبَ مَحْبُوْبِ اللّٰہِ رُوْحِیْ فِدَاکَ!

قبلۂ کونین و کعبۂ دارین دامت برکاتہم۔ بعد تسلیمات فدویانہ و تمنائے حصولِ سعادتِ آستانہ بوسی۔ التماس اینکہ بفضلہ تعالیٰ کمترین بخیریت ہے۔ اور صحتوری ملازمانِ سامی کی مدام بارگاہِ احدیت سے مطلوب۔

اشتہار اسلامی پیام میں عبدالماجد کے اس لکھنے پر کہ "مسلمان ڈوب رہا ہے۔ نامسلم تیراک ہاتھ دے۔ تو جان بچانا چاہیے۔ یا نہیں" یوں درج ہے۔ کہ مسلمان کو اگر ڈوبنے پر یقین نہ ہو۔ اور ہاتھ پاؤں مار کر بچ جانے کی امید ہو۔ یا کوئی مسلمان فریادرس۔ خواہ کوئی رخت وغیرہ ملنے کا ظن ہو تو کافر کو اپنا ہاتھ دینے کی اجازت نہیں الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار سے معاملت کی بھی اجازت نہ ہو۔ اُن سے علاج بھی نہ کرائے۔

لَا یَأْلُوْنَکُمْ خَبَالًا سے کیا مقصود ہے؟ آیا دین کے معاملہ میں کفار محارب فی الدین نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کریں گے۔ یا ہر معاملہ میں اور ہر وقت جب موقع پائیں۔ اور ایک کافر کہ غیر محارب ہو تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ اِلیٰ آخرالآیۃ کے متعلق لکھا ہے وَ قَالَ اَھْلُ التَّاوِیْلِ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ تَدُلُّ عَلیٰ جَوَازِ الْبِرِّ بَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاِنْ کَانَتِ الْمُوَالَاۃُ مُنْقَطِعَۃً رسالۂ الرضا بابت ماہ ذی قعدہ حصۂ ملفوظات صفحہ ۸۶ میں ہے۔ "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں سے خلق فرماتے جو رجوع لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے۔ اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ سختی فرماتے۔ الخ بعض کفار کی آنکھوں میں سلائی پھروانا تو قصاصًا تھا۔ کیا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم قبل نزول آیت یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ نرمی نہ فرماتے تھے۔ اور کیا جو رجوع نہ لاتے تھے۔ ان سے بشدت پیش آتے تھے۔ یا پہلے ان سے بھی نرمی سے پیش آتے۔ نیز کفار مختلف طبائع کے تھے۔ اور ہیں۔ بعض کو اسلام اور مسلمانوں سے سخت عداوت ہے۔ اور بعض کو بہت کم۔ کیا سب سے یکساں حکم ہے؟ یا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں ان سے حسب مراتب تدریجًا سختی کرنے کا حکم ہے۔ اور محارب و غیر محارب کا فرق کیا ہے؟ حضور فدوی کو اس مسئلہ میں کہ مرتدہ کا نکاح باقی رہتا ہے۔ فتاوے کی کتابوں کے خلاف ہونے کی وجہ سے خلجان رہتا ہے۔ حضور کے فتاوے میں اور کتابوں کے خلاف لکھا ہے۔ گو بعض احکام بوجہ اختلاف زمانہ مختلف ہوجاتے ہیں۔ لیکن فتاوے ہندیہ

جو قریب زمانہ کی ہے۔ اس میں بھی نہیں ہے۔ اگرچہ بوجہ سلطنت اسلامیہ ہونے کے مرتدہ پر احکامِ شریعت نہیں جاری کئے جا سکتے۔ مثلاً ضرب وغیرہ کے۔ لیکن جب وہ اسلام سے خارج ہو گئی۔ تو نکاح کا باقی رہنا کیسا؟ کیا وہ ترکہ بھی اپنے سابق شوہر کا شرعاً پائے گی۔ اور اس کے مرنے پر اس کا جو پہلے شوہر تھا۔ ترکہ اس کا شرعاً پائے گا؟ اگر کفّار غیر محارب کے ہمراہ محارب کفّار کا مقابلہ کیا جاوے۔ اور محارب کفّار کو غیر محارب کی امداد سے نقصان پہنچایا جائے۔ تو کیا گناہ ہے؟ اسی اسلامی پیغام میں ہے۔ ع اب جو قرآن کو جھٹلائے۔ وہ مشرک و مرتد کو ڈوبتے سے نجات دینے والا حامی و مددگار جانے" کیا نعوذ باللہ جتنے مسلمان کفّار سے علاج کراتے ہیں اور معاملات میں ان سے مدد لیتے ہیں۔ سب قرآن کو جھٹلاتے ہیں؟ فقط والتسلیم۔ عریضہ ادب فدوی محمد آصف یغفر اللہ لہٗ ولوالدیہ ولجمیع المؤمنین والمؤمنات بحرمۃ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

الجواب ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ط مولٰنا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ارشادِ الٰہی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا عام و مطلق ہے۔ کافر کو راز دار بنانا مطلقاً ممنوع ہے۔ اگرچہ امورِ دنیویہ میں ہو۔ وہ ہرگز تا قدرِ قدرت ہماری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۔ سیّدنا امام اجل حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث لَا تَسْتَضِيْئُوْا بِنَارِ الْمُشْرِكِيْنَ (مشرکین کی آگ سے روشنی نہ لو) کی تفسیر فرمائی۔ کہ اپنے کسی کام میں ان سے مشورہ نہ لو۔ اور اسے اسی

آیۂ کریمہ سے ثابت بتایا۔ ابویعلیٰ مسند اور عبدبن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم تفاسیر اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق ازہر بن راشد انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے راوی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَضِیْئُوْا بِنَارِ الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ فَلَمْ نَدْرِ مَا ذٰلِکَ حَتّٰی اَتَوُا الْحَسَنَ فَسَاَلُوْہُ فَقَالَ نَعَمْ یَقُوْلُ لَا تَسْتَشِیْرُوْھُمْ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اُمُوْرِکُمْ قَالَ الْحَسَنُ وَتَصْدِیْقُ ذٰلِکَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی ثُمَّ تَلَا ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِنْ دُوْنِکُمْ ۔ امیرالمؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ نے اسی آیۂ کریمہ سے کافر کو محرر بنانا منع فرمایا۔ ابن ابی شیبہ مصنف اور ابن ابی حمید و ابی حاتم رازی تفاسیر میں ابن خطاب سے راوی اِنَّہٗ قِیْلَ لَہٗ اِنَّ ھٰھُنَا غُلَامًا مِنْ اَھْلِ الْحِیْرَۃِ حَافِظًا کَاتِبًا فَلَوِ اتَّخَذْتَہٗ کَاتِبًا قَالَ اِتَّخَذْتُ اِذَنْ بِطَانَۃً مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ تفسیر کبیر میں انہیں امور دنیویہ میں اُن سے مشاورت و موانست کو سبب نزول کریمہ اور اُس سے نہی مطلق کے لئے بنایا اور اُسے اس گمان کا کہ اُن سے مخالفت تو دین میں ہے دنیوی امور میں بدخواہی نہ کریں گے۔ رد ٹھیرایا۔ کہ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ کَانُوْا یُشَاوِرُوْنَھُمْ فِیْ اُمُوْرِھِمْ وَیُؤَانِسُوْنَھُمْ لِمَا کَانَ بَیْنَھُمْ مِنَ الرَّضَاعِ وَالْحِلْفِ ظَنًّا مِنْھُمْ اَنَّھُمْ وَاِنْ خَالَفُوْھُمْ فِی الدِّیْنِ فَھُمْ یَنْصَحُوْنَ لَھُمْ فِیْ اَسْبَابِ الْمَعَاشِ فَنَھَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ عَنْہُ فَمَنَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ یَتَّخِذُوْا بِطَانَۃً مِنْ غَیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فَیَکُوْنُ ذٰلِکَ نَھْیًا عَنْ جَمِیْعِ الْکُفَّارِ وَقَالَ

تعالیٰ یٰایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء۔ ومما یؤکد ذٰلک ما روی انہ قیل لعمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھٰھنا رجل من اھل الحیرۃ نصرانی لا یعرف اقوی حفظا ولا احسن خطا منہ فان رایت ان تتخذہ کاتبا فامتنع عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ من ذٰلک وقال اذن اتخذت بطانۃ من غیر المؤمنین فقد جعل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھٰذہ الاٰیۃ دلیلا علی النھی عن اتخاذ النصرانی بطانۃ۔ اس سے جملہ انواع معاملت کیوں ناجائز ہو گئی۔ بیع وشرا واجارہ واستجارہ وغیرہا میں کیا راز دار بنانا یا اُس کی خیر خواہی پر اعتماد کرنا ہے۔ جیسے چمار کو دام دے۔ جوتا گٹھوا لیا۔ بھنگی کو مہینہ دیا۔ پاخانہ کموا لیا۔ بزاز کو روپے دیئے۔ کپڑا مول لے لیا۔ آپ تاجر ہے۔ کوئی جائز چیز اُس کے ہاتھ بیچی۔ دام لے لئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہر کافر حربی کافر محارب ہے۔ حربی ومحارب ایک ہی ہے۔ جیسے جدلی ومجادل وذمی ومعاہد کا مقابل ہے۔ راز دار بنانا ذمی ومعاہد کو بھی جائز نہیں۔ امیر المؤمنین کا وہ ارشاد ذمی ہی کے بارے میں ہے یوں ہی موالات مطلقاً جملہ کفار سے حرام ہے۔ حربی ہوں۔ یا ذمی۔ ہاں صرف در بارۂ بر واحسان ان میں فرق ہے۔ معاہد سے جائز ہے کہ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین عبارت کبیر منقولۂ سوال کا یہی مطلب ہے۔ یہی قول اکثر اہل تاویل ہے۔ اور اسی پر اعتماد و تعویل ہے۔ اور ائمۂ حنفیہ کے یہاں تو اس پر اتفاق جلیل ہے۔ خود کبیر میں زیر کریمہ لا ینھٰکم اللہ ہے۔

اَلْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّھُمْ اَھْلُ الْعَھْدِ وَ ھٰذَا قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ الْمُقَاتِلِیْنَ وَ الْکَلْبِیْ ہم نے الحجۃ المؤتمنہ میں یہ مطلب نفیس جامع صغیر امام محمد و ہدایہ و درر الحکام و غایۃ البیان و کفایہ و جوہرہ نیرہ و مستصفٰے و نہایہ و فتح القدیر۔ بحر الرائق و کافی و تبیین الحقائق و تفسیر احمدی۔ و فتح اللہ المعین و غنیہ و ذی الاحکام و معراج الدرایہ و عنایہ و محیط برہانی و جوئی زادہ و بدائع ملک العلماء سے ثابت کیا۔ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ قبل ارشاد وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ انواع انواع کے نرمی و عفو و صفح فرمائے۔ خود اموال غنیمت میں مؤلفۃ القلوب کا ایک سہم مقرر تھا۔ مگر اس ارشاد کریم نے ہر عفو و صفح کو نسخ فرما دیا۔ اور مؤلفۃ القلوب کا سہم ساقط ہو گیا۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِھِمْ سُرَادِقُھَا سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰے عنہ کے افضل الاساتذہ امام عطار بن ابی رباح رضی اللہ تعالٰے عنہ کی نسبت امام فرماتے ہیں۔ میں نے اُن سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ وہ آیہ کریمہ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ کو فرماتے ہیں۔ نَسَخَتْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ کُلَّ شَیْءٍ مِّنَ الْعَفْوِ وَالصَّفْحِ قرآن عظیم نے یہود و مشرکین کو عداوت مسلمین میں سب کافروں سے سخت تر فرمایا۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا مگر ارشاد یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْھِمْ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ عام آیا۔ اِس میں کسی کا استثناء نہ فرمایا۔ کسی

وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس کی علیت کا مشعر ہوتا ہے۔ یہاں اُنہیں وصفِ کفر سے ذکر فرما کر اُس پر جہاد و غلظت کا حکم دیا۔ تو یہ سزا اُن کے نفس کفر کی ہے۔ نہ کہ عداوتِ مومنین کی۔ اور نفس کفر میں وہ سب برابر ہیں۔ اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ ہاں معاہد کا استثناء دلائل قاطعہ متواترہ سے ضرورۃً معلوم و مستقر فی الاذہان کہ حکم جاہد سن کر اُس کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔ فَنَفْسُ النَّصِّ لَمْ یَتَعَلَّقْ بِہٖ اِبْتِدَاءً کَمَا اَفَادَہٗ فِی الْبَحْرِ الرَّائِقِ۔ تفاوتِ عداوت بر بنائے کار ہوتی۔ تو یہود کا حکم مجوس سے سخت تر ہوتا۔ حالانکہ امر بالعکس ہے اور نصاریٰ کا حکم یہود سے کمتر ہوتا۔ حالانکہ یکساں ہے۔ ذمی و حربی کافر کا فرق میں بتا چکا ہوں۔ اور یہ کہ ہر حربی محارب ہے۔ حسب حاجت ذلیل و قلیل ذمیوں سے حربیوں کے مقاتلہ و مقابلہ میں مدد لے سکتے ہیں۔ ایسی جیسے سدھائے ہوئے مسخر کتے سے شکار میں۔ امام سرخسی نے شرح صغیر میں فرمایا اَلْاِسْتِعَانَۃُ بِاَہْلِ الذِّمَّۃِ بِالْکِلَابِ۔ اور بروایت امام طحاوی ہمارے ائمہ مذہب امام اعظم صاحبین وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اس میں بھی کتابی کی تخصیص فرمائی۔ مشرک سے استعانت مطلقاً ناجائز رکھی۔ اگرچہ ذمی ہو۔ ان مباحث کی تفصیل جلیل الحجۃ المؤتمنہ میں ملاحظہ ہو۔ رہا کافر طبیب سے علاج کرانا خارجی یا ظاہر مکشوف علاج۔ جس میں اُس کی بدخواہی نہ چل سکے۔ وہ تو لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا سے بالکل بے علاقہ ہے۔ اور دنیوی معاملات بیع و شرا و اجارہ و استیجار کی مثل ہے ہاں اندرونی علاج جس میں اُس کے فریب کو گنجائش ہو۔ اُس میں اگر کافر دلی پر یوں اعتماد کیا۔ کہ اُن کو اپنی مصیبت میں ہمدرد نہ اپنا دلی خیر خواہ اپنا مخلص باخلاص خلوص کے ساتھ ہمدردی کر کے اپنی دلی دوست بنانیوالا

اس کی بیکسی میں اس کی طرف اتحاد کا ہاتھ بڑھانے والا جاتا۔ تو بیشک
آیۂ کریمہ کا مخالف ہے۔ اور ارشادِ آیت جانکر ایسا سمجھا۔ تو نہ صرف اپنی
جان بلکہ جان و ایمان و قرآن سب کا دشمن اور انہیں اس کی خبر ہو جائے
اور اس کے بعد واقعی دل سے اس کی خیر خواہی کریں۔ تو کچھ بعید نہیں۔ وہ
تو مسلمان کے دشمن ہیں۔ اور یہ مسلمان ہی نہ رہا۔ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ہو گیا
ان کی تو دلی تمنا یہی تھی۔ قَالَ تَعَالٰی وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا
فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً ان کی آرزو ہے۔ کہ کسی طرح تم بھی ان کی طرح
کافر بنو۔ تو تم اور وہ ایک جیسے ہو جاؤ۔ والعیاذ باللہ تعالےٰ۔ مگر الحمد للہ
کہ کوئی مسلمان آیۂ کریمہ پر مطلع ہو کر ہرگز ایسا نہ جانیگا۔ اور جانے تو
آپ ہی اس کی تکذیب قرآن کی۔ بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ ان کا پیشہ
ہے۔ اس سے روٹیاں کماتے ہیں۔ ایسا کریں۔ تو بدنام ہوں۔ دکان
پھیکی پڑے۔ گھٹ جائے۔ تو حکومت کا مواخذہ ہو۔ سزا ہو۔ یوں
بدخواہی سے باز رہتے ہیں۔ تو اپنے خیر خواہ ہیں۔ نہ کہ ہمارے۔ اس میں
تکذیب نہ ہوئی۔ پھر بھی خلافِ احتیاط و تشنیع ضرور ہے۔ خصوصًا
سربرآوردہ مسلمان کو جس کے کم جینے میں وہ اشقیا اپنی فتح سمجھیں
وہ جسے جان و ایمان دونوں عزیز ہیں۔ اس بارے میں کریمہ متلوہ
لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۔
کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کرینگے۔ وکریمہ
وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً
اللہ و رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو خیلکار نہ بنایا۔ وحدیث مذکور
لَا تَسْتَضِيْئُوْا بِنَارِ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔

بس ہیں۔ اپنی جان کا معاملہ اُس کے ہاتھ میں دیدینے سے زیادہ اور کیا راز دار و دخیلکار و مشیر بنانا ہوگا۔ امام محمد عبدری ابن الحاج مکی قدس سترہٗ مدخل میں فرماتے ہیں۔ وَ اَشَدُّ فِی الْقُبْحِ وَ اَشْنَعُ مَا ارْتَکَبَہٗ بَعْضُ النَّاسِ فِیْ ھٰذَا الزَّمَانِ مِنْ مُعَالَجَۃِ الطَّبِیْبِ وَ الْکَحَّالِ الْکَافِرِیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُرْجٰی مِنْھُمَا نُصْحٌ وَ لَا خَیْرٌ بَلْ یُقْطَعُ بِغِشِّھِمَا وَ اَذِیَّتِھِمَا لِمَنْ ظَفِرَا بِہٖ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ سِیَّمَا اِنْ کَانَ الْمَرِیْضُ کَبِیْرًا فِیْ دِیْنِہٖ اَوْ عِلْمِہٖ۔ یعنی سخت تر قبیح و شنیع ہے وہ جس کا ارتکاب آجکل بعض لوگ کرتے ہیں۔ کافر طبیب اور سنیبے سے علاج کرانا جن سے خیرخواہی اور بھلائی کی امید درکنار یقین ہے کہ جس مسلمان پر قابو پائیں۔ اُس کی بدسگالی کریں گے۔ اور اُسے ایذا پہنچائیں گے۔ خصوصاً جبکہ مریض دین یا علم میں عظمت والا ہو۔ پھر فرمایا۔ اِنَّھُمْ لَا یُعْطُوْنَ لِاَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْئًا مِّنَ الْاَدْوِیَۃِ الَّتِیْ تَضُرُّہٗ ظَاھِرًا لِاَنَّھُمْ لَوْ فَعَلُوْا ذٰلِکَ لَظَھَرَ غِشُّھُمْ وَ انْقَطَعَتْ مَادَّۃُ مَعَاشِھِمْ لٰکِنَّھُمْ یَصِفُوْنَ لَہٗ مِنَ الْاَدْوِیَۃِ لِمَا یَلِیْقُ بِذٰلِکَ الْمَرَضِ وَ یُظْھِرُوْنَ الصَّنْعَۃَ فِیْہِ وَ النُّصْحَ وَ قَدْ یَتَعَافَی الْمَرِیْضُ فَیَنْتَسِبُ ذٰلِکَ اِلٰی حِذْقِ الطَّبِیْبِ وَ مَعْرِفَتِہٖ لِیَقَعَ عَلَیْہِ الْمَعَاشُ کَثِیْرًا لِسَبَبِ مَا یَقَعُ لَہٗ مِنَ الثَّنَاءِ عَلٰی نُصْحِہٖ فِیْ صَنْعَتِہٖ لٰکِنَّہٗ یَدُسُّ فِیْ اَثْنَاءِ وَصْفِہٖ حَاجَۃً لَا یُعْطِیْ فِیْھَا مِنَ الضَّرَرِ غَالِبًا وَ تَکُوْنُ تِلْکَ الْحَاجَۃُ مِمَّا تَنْفَعُ ذٰلِکَ الْمَرِیْضَ وَ یَنْتَعِشُ مِنْہُ فِی الْحَالِ وَ لٰکِنَّہٗ یَعُوْدُ عَلَیْہِ بِالضَّرَرِ فِیْ اٰخِرِ الْحَالِ وَ قَدْ یَدُسُّ

حَاجَتُهٗ كَمَا تَقَدَّمَ اِنْ جَامَعَ اِنْتَكَسَ وَمَاتَ وَحَاجَتُهٗ أُخْرٰى يَصِحُّ بَعْدَ اِسْتِعْمَالِهَا لٰكِنَّهٗ اِذَا دَخَلَ الْحَمَّامَ اِنْتَكَسَ وَمَاتَ وَحَاجَتُهٗ اِذَا اسْتَعْمَلَهَا صَحَّ وَقَامَ مِنْ مَرَضِهٖ لٰكِنْ لَهَا مُدَّةٌ اِذَا انْقَضَتْ عَادَتْ بِالضَّرَرِ وَتَخْتَلِفُ الْمُدَّةُ فِيْ ذٰلِكَ فَمِنْهَا مَا يَكُوْنُ مُدَّتُهَا سَنَةً اَوْ اَقَلَّ اَوْ اَكْثَرَ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنْ غِشِّهِمْ وَهُوَ كَثِيْرٌ ثُمَّ يَتَعَلَّلُ عَدُوُّ اللّٰهِ اِنَّ هٰذَا مَرَضٌ اٰخَرُ لَيْسَ لَهٗ فِيْهِ حِيْلَةٌ وَ يُظْهِرُ اَنَّهٗ اَسَفٌ عَلٰى مَا اَصَابَ الْمَرِيْضَ ثُمَّ يَصِفُ اَشْيَاءَ تَنْفَعُ لِمَرَضِهٖ لٰكِنَّهَا لَا تُفِيْدُ بَعْدَ اِنْ فَاتَ الْاَمْرُ فِيْهِ فَيَنْصَحُ حَيْثُ لَا يَنْفَعُ نُصْحُهٗ فَمَنْ يَرٰى ذٰلِكَ مِنْهُ يَعْتَقِدُ اَنَّهٗ مِنَ النَّاصِحِيْنَ وَهُوَ مِنْ اَكْبَرِ الْخَاشِيْنَ ؎

كُلُّ الْعَدَاوَةِ قَدْ تُرْجٰى اِزَالَتُهَا ۔ اِلَّا عَدَاوَةَ مَنْ عَادَاكَ فِي الدِّيْنِ

یعنی وہ مسلمان کھلے ضرر کی دوا نہیں دیتے ۔ کہ یوں تو اُس کی بدخواہی ظاہر ہو جائے گی ۔ اور اُن کی روزی خلل آئے گا ۔ بلکہ مناسب دیتے ہیں ۔ اور اُس میں اپنی خیر خواہی و فن دانی ظاہر کرتے ہیں ۔ اور کبھی مریض اچھا ہو جاتا ہے ۔ جس میں اُن کا نام ہو ۔ اور معاش خوب چلے اور اسی کے ضمن میں ایسی دوا دیتے ہیں کہ فی الحال مریض کو نفع دے اور آئندہ ضرر لائے ۔ یا ایسی دوا کہ اُس وقت مرض کھو دے ۔ مگر جب مریض جماع کرے ۔ تو مرض لوٹ آئے ۔ اور مر جائے ۔ یا ایسی کہ سردست تندرست کر دے ۔ مگر جب حمام کرے ۔ مرض پلٹے ۔ اور موت ہو ۔ یا ایسی کہ اُس وقت مریض کھڑا ہو جائے ۔ تو ایک مدت

سال بھر یا کم وبیش کے بعد وہ اپنا رنگ لائے۔ اور ان کے سوا ان کے فریبوں کے بہت طریقے ہیں پھر جب مرض پلٹا۔ تو اللہ کا دشمن یوں بہلنے بناتا ہے۔ کہ یہ جدید مرض ہے۔ اس میں میرا کیا اختیار ہے۔ اور مریض کی حالت پر افسوس کرتا ہے۔ پھر صحیح نافع نسخے بتاتا ہے۔ مگر جب بات ہاتھ سے نکل گئی۔ کیا فائدہ۔ تو اس وقت خیر خواہی دکھاتا ہے جب اس سے نفع نہیں۔ دیکھنے والے اُسے خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ وہ سخت تر بد خواہ ہے۔

تمام دشمنیوں کا زوال ممکن ہے مگر عداوت دینی کہ نہیں جاتی

پھر فرمایا۔ قَدْ یَسْتَعْمِلُوْنَ النُّصْحَ فِیْ بَعْضِ النَّاسِ مِمَّنْ لَا خَطَرَ لَهُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَا عِلْمٍ وَ ذٰلِكَ اَیْضًا مِنَ الْغِشِّ لِاَنَّهُمْ لَوْ لَمْ یَنْصَحُوْا لَمَا حَصَلَتْ لَهُمُ الشُّهْرَةُ بِالْمَعْرِفَةِ بِالطِّبِّ وَلِتَعَطَّلَ عَلَیْهِمْ مَعَاشُهُمْ وَ قَدْ یَفْطُنُ لِغِشِّهِمْ وَمِنْ غِشِّهِمْ نُصْحُهُمْ لِبَعْضِ اَبْنَاءِ الدُّنْیَا لِیَشْتَهِرُوْا بِذٰلِكَ وَتَحْصُلُ لَهُمُ الْحُظْوَةُ عِنْدَهُمْ وَعِنْدَ کَثِیْرٍ مِّمَّنْ شَابَهَهُمْ وَ یَتَسَلَّطُوْنَ بِسَبَبِ ذٰلِكَ عَلٰی قَتْلِ الْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَهٰذَا النَّوْعُ مَوْجُوْدٌ ظَاهِرٌ وَ قَدْ یَنْصَحُوْنَ الْعُلَمَاءَ وَ الصَّالِحِیْنَ وَ ذٰلِكَ مِنْهُمْ غِشٌّ اَیْضًا لِاَنَّهُمْ یَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ لِکَیْ تَحْصُلَ لَهُمُ الشُّهْرَةُ وَ تُظْهِرُهُ صَنْعَتُهُمْ فَیَکُوْنُ سَبَبًا اِلٰی اِتْلَافِ مَنْ یُرِیْدُوْنَ اِتْلَافَهُ مِنْهُمْ وَهٰذَا مِنْهُمْ مَکْرٌ عَظِیْمٌ۔ یعنی وہ کبھی عوام کے علاج میں خیر خواہی کرتے ہیں اور یہ بھی ان کا مکر ہے۔ کہ ایسا نہ کریں۔ تو شہرت کیسی ہو۔ روٹیوں میں فرق آئے

اور کبھی اُن کی فریب پر لوگ چرپ جائیں - یُوں ہی یہ فریب ہے کہ بعض رئیسوں کا علاج اچھا کرتے ہیں کہ شُہرت اور اُس کے نزدیک اس جلسوں کی نگاہ میں وقعت ہو - پھر علماء و صلحاء کے قتل کا موقع ملے - اور ایسے اب موجود و ظاہر ہیں - اور کبھی علماء و صلحاء کے علاج میں بھی خیر خواہی کرتے ہیں - اور یہ بھی فریب ہو - کہ مقصود ساکھ بندھنی ہی - پھر جس عالم یا دیندار کا قتل مقصود ہے اس کی راہ ملنا - اور یہ اُن کا بڑا مکر ہے - پھر اپنے زمانہ کا ایک واقعہ ثقہ معتمد کی زبانی بیان فرمایا - کہ مصر میں ایک رئیس کے یہاں ایک یہودی طبیب تھا - رئیس نے کسی بات پر ناراض ہو کر اُسے نکال دیا - وہ خوشامدیں کرتا رہا - یہانتک کہ رئیس راضی ہو گیا - کافر وقت کا منتظر رہا - پھر رئیس کو کوئی سخت مرض ہوا - مَیں طبیبِ مغربی سے طب پڑھ رہا تھا - لوگ اُنہیں بلانے آئے - اُنہوں نے عُذر کیا - لوگوں نے اِصرار کیا - گئے - اور مجھے فرما گئے - کہ میرے آنے تک بیٹھے رہنا - تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کانپتے تھرتھراتے واپس آئے - مَیں نے کہا خیر - فرمایا - میں نے پوچھا کہ یہودی نے کیا نسخہ دیا؟ معلوم ہوا - کہ وہ رئیس کا کام تمام کر چکا - مَیں اندر گیا - دیکھا کہ ایک تو اُس کے بچنے کی اُمید نہیں - پھر یہ اندیشہ کہ کہیں یہودی میرے ذمہ نہ رکھدے - رئیس کل تک نہ بچیگا - وہی ہوا - کہ صبح تک اُس کا انتقال ہو گیا + پھر فرمایا - بعض لوگ کافر طبیب کے ساتھ مُسلمان طبیب کو بھی شریک کرتے ہیں - کہ جو نسخہ وہ بنائے مُسلمان کو دکھا لیں - یُوں اُس کے مکر سے امن سمجھتے ہیں - اور اس میں کچھ حرج نہیں جانتے - فرمایا - وَهٰذَا لَيْسَ بِشَيْءٍ اَيْضًا مِنْ وُجُوْهٍ اَلْاَوَّلُ اَنَّ الْمُسْلِمَ قَدْ يَغْفَلُ عَنْ بَعْضِ مَا وَصَفَهٗ - اَلثَّانِيْ نَفِيْرُ اِقْتِدَاءٍ

اَلْغَيْرِيَهِ - اَلثَّالِثُ فِيْهِ الْاِعَانَةُ لَهُمْ عَلٰی كُفْرِهِمْ بِمَا يُعْطِيْهِ لَهُمْ - اَلرَّابِعُ فِيْهِ ذِلَّةُ الْمُسْلِمِ لَهُمْ اَلْخَامِسُ فِيْهِ تَعْظِيْمُ شَأْنِهِمْ لَا سِيَّمَا اِنْ كَانَ الْمَرِيْضُ رَئِيْسًا - وَقَدْ اَمَرَ الشَّارِعُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ بِتَصْغِيْرِ شَأْنِهِمْ وَهٰذَا عَكْسُهُ - اور یہ بھی بچند وجہ کچھ نہیں - اوّل تو ممکن ہے کہ جو دوا کافر نے بتائی - اُسوقت مسلمان طبیب کے خیال میں اُس کا فر نہ آئے - دُوم اُس کی دیکھا دیکھی اور مسلمان بھی کافر سے علاج کرائیں گے - سوم فیس وغیرہ جو اُسے دی جائے گی - وُہ اُس کے کفر پر مدد ہو گی - چہارم مسلمان کو اُس کے لئے تواضع کرنا پڑے گی - پنجم علاج کی ناموری سے کافر کی شان بڑھے گی - خصوصًا جبکہ مریض رئیس ہو - رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کی تحقیر کا حکم دیا ہے - اور یہ اُس کا عکس اُلٹ ہے - پھر فرمایا - ثُمَّ مَعَ ذٰلِكَ مَا يَحْصُلُ مِنَ الْاُنْسِ وَالْوُدِّ لَهُمْ وَاِنْ قَلَّ اِلَّا مَنْ عَصِمَ اللّٰهُ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ وَلَيْسَ ذٰلِكَ مِنْ اَخْلَاقِ اَهْلِ الدِّيْنِ پھر اُن سب وجوہ کے ساتھ یہ ہے کہ اِس سے اُن کے ساتھ اُنس اور کچھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اگرچہ تھوڑی ہی سہی - سوا اس کے کہ جسے اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے - اور وہ بہت کم ہیں - اور کافر سے اُنس و محبت اہل دین کی شان نہیں پھر فرمایا - وَمَعَ ذٰلِكَ يُخْشٰى عَلٰى دِيْنِ بَعْضِ مَنْ يَسْتَطِبُّهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ پھر اِن سب قباحتوں کے ساتھ سخت آفت یہ ہے کہ کبھی اُن سے علاج کرانے والے کے ایمان پر اندیشہ ہوتا ہے ٭

پھر اپنے بعض ثقہ معتمد برادران دینی کا واقعہ بیان فرمایا - کہ اُن کے

یہاں بیماری ہوئی۔ مریض نے ایک یہودی طبیب کی طرف رجوع پر اصرار کیا۔ انہوں نے اُسے بُلایا۔ وُہ علاج کرتا رہا۔ ایک دن اُسے خواب میں دیکھا۔ کہ اُن سے کہتا ہے۔ مُوسٰی علیہ الصّلٰوۃ والسّلام کا دین قدیم ہے اُسی کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور یُوں ہی کیا کیا بکتا رہا۔ یہ ترسان ولرزاں جاگے۔ اور عہد کر لیا۔ کہ اب وہ میرے گھر نہ آنے پائے۔ راستے میں بھی وُہ جہاں ملتا۔ یہ اور راہ ہو جاتے۔ کہ مبادا اِس کا وبال انہیں پہنچے۔ امام فرماتے ہیں۔ وَھٰذَا قَدْ رُحِمَ بِسَبَبِ اَنَّہٗ کَانَ مُعْتَنیً بِہٖ فَیَخَافُ مِنِ اسْتِطْبَابِھِمْ وَ لَمْ یَکُنْ مُعْتَنیً بِہٖ اَنْ یَّھْلِکَ مَعَھُمْ وَ لَوْ لَمْ یَکُنْ فِیْہِ اِلَّا الْخَوْفُ مِنْ ھٰذَا الْاَمْرِ الْخَطِرِ لَکَانَ مُتَعَیِّنًا تَرْکُہٗ فَکَیْفَ مَعَ وُجُوْدِ مَا تَقَدَّمَ۔ ان صاحب پر تو یُوں رحمت ہوئی۔ کہ زیرِ نظرِ عنایت تھے۔ جو ایسا نہ ہو۔ اور اُن سے علاج کرائے۔ اُسپر خوف ہے۔ کہ اُن کے ساتھ ہلاک ہو جائے۔ اِن کے علاج میں اِس شدید خطرناک خوف کے سوا اور کچھ نہ ہوتا۔ تو اسی قدر سے اُس کا ترک لازم ہوتا۔ نہ کہ اور شناعتوں کے ساتھ جن کا ذکر گُذرا۔ اِن امام ناصح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان نفیس بیانوں کے بعد زیادت کی حاجت نہیں۔ اور بالخصوص علمائے وعظمائے دین کے لئے زیادہ خطر کا مؤید۔ امام مازری رحمۃ اللہ تعالےٰ کا واقعہ ہے۔ ایک یہودی معالج تھا۔ اچھے ہو جاتے۔ پھر مرض عود کرتا۔ کئی بار یُوں ہی ہُوا۔ آخر اُسے تنہائی میں بُلاکر دریافت کیا۔ اُس نے کہا۔ اگر آپ سچ پُوچھتے ہیں تو ہمارے نزدیک اس سے زیادہ کوئی کارِ ثواب نہیں۔ کہ آپ جیسے امام کو مُسلمانوں کے ہاتھ سے کھودوں۔ امام نے اُسے دفع فرمایا۔ مولٰے

تعالیٰ نے شفا بخشی۔ پھر امام نے طب کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اس میں تصانیف کیں۔ اور طلبہ کو حاذق اطبا کر دیا۔ اور مسلمانوں کو ممانعت کر دی کہ کافر طبیب سے کبھی علاج نہ کرائیں۔ یہود کہ مثل مشرکین ہیں کہ قرآن عظیم نے دونوں کو ایک ساتھ مسلمانوں کا سب سے سخت تر دشمن بتایا۔ اور لَا یَأْلُوْنَکُمْ خَبَالًا تو عام کفار کے لئے فرمایا۔

عورت کا مرتدہ ہو کر نکاح سے نہ نکلنا تمام کتب ظاہر الروایۃ وجملہ متون وعامۂ شروح وفتاوائے قدیمہ سب کے خلاف ہے۔ اور سب کے موافق۔ خلاف ہے قول صوری کے۔ اور موافق ہے قول ضروری کے۔ قول صوری وضروری کا فرق میرے رسالہ اجلی الاعلام بان الفتویٰ مطلقًا علیٰ قول الامام میں ملیگا۔ کہ میرے فتاوٰے جلد اول میں طبع ہوا۔ اور اس کا قول ضروری کے موافق ہونا میرے فتوے سے کہ بجواب سوال علیگڈھ لکھا۔ ظاہر اس کی نقل حاضر ہوگی۔ اور یہ حکم صرف نکاح میں ہے۔ باقی تمام احکام ارتداد جاری ہونگے۔ نہ وہ شوہر کا ترکہ پائے گی۔ نہ شوہر اس کا۔ اگر اپنے مرض الموت میں مرتدہ نہ ہوئی۔ نیز جب تک وہ اسلام نہ لائے شوہر کو اسے ہاتھ لگانا حرام ہوگا۔ عالمگیری منشاء مسئلہ مذکورہ سے خالی نہیں باب نکاح الکفار میں دیکھئے۔ لَوْ جَرَتْ کَلِمَۃُ الْکُفْرِ عَلٰی لِسَانِہَا مُغَایَظَۃً لِزَوْجِہَا اَوْ اِخْرَاجًا لِنَفْسِہَا عَنْ حِبَالَتِہٖ اَوْ لِاسْتِیْجَابِ الْمَہْرِ عَلَیْہِ بِنِکَاحٍ مُسْتَانِفٍ تَحْرُمُ عَلٰی زَوْجِہَا فَتُجْبَرُ عَلَی الْاِسْلَامِ وَلِکُلِّ قَاضٍ اَنْ یُّجَدِّدَ النِّکَاحَ بِاَدْنٰی شَیْئٍ وَلَوْ بِدِیْنَارٍ سَخِطَتْ اَوْ رَضِیَتْ وَلَیْسَ لَہَا اَنْ تَتَزَوَّجَ اِلَّا بِزَوْجِہَا قَالَ الْہِنْدُوَانِیُّ اٰخُذُ بِہٰذَا قَالَ اَبُوالَّلیْثِ وَبِہٖ نَاْخُذُ کَذَا فِی التُّمُرْتَاشِیِّ

اسی کے بیان میں درمختار میں ہے۔ صَرَّحُوْا بِتَعْزِيْرِهَا خَمْسَةً وَّسَبْعِيْنَ وَتُجْبَرُ عَلَى الْاِسْلَامِ وَعَلٰى تَجْدِيْدِ النِّكَاحِ بِمَهْرٍ يَسِيْرٍ كَدِيْنَارٍ وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى وَالْوَالِجِيَّة۔ یہ احکام اسی طرح مذہب کے خلاف ہیں جب مرتدہ ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ ہو گیا۔ کہ ارتداد اَحَدِهِمَا فَسْخٌ فِی الْحَالِ۔ پھر بعد عدت دوسرے سے اُسے نکاح ناجائز ہونا کیا معنی اور پہلے سے تجدید نکاح پر جبر کیا معنی۔ کیوں نہیں جائز کہ وہ کسی سے نکاح نہ کرے۔ اور اس تجدید میں زبردستی ادنےٰ سے ادنےٰ مہر باندھنے کا ہر قاضی کو اختیار ملنا کیا معنی۔ مہر عوض بضع ہے۔ اور معاوضات میں تراضی شرط۔ اقول بلکہ اُن اکابر کے قول ماخوذ ومفتی بہ کو کہ قول ائمہ بخارا ہے۔ فتوائے ائمہ بلخ رحمہم اللہ تعالےٰ سے جسے فقیر نے باتباع نہر الفائق وغیرہ اختیار کیا۔ بعد نہیں تجدید نکاح بنظر احتیاط ہے۔ اور شوہر پر حرام ہو جانا موجب زوال نکاح نہیں۔ بارہا عورت ایک مدت تک حرام ہو جاتی ہے۔ اور نکاح باقی ہے۔ جیسے بحال نماز وروزہ رمضان واعتکاف واحرام و حیض ونفاس یوہیں جب کہ زوجہ کی بہن سے نکاح کر کے قربت کر لے۔ زوجہ حرام ہو گئی۔ یہانتک کہ اُس کی بہن کو جدا کرے۔ اور اُس کی عدت گذر جائے۔ بلکہ کبھی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ اور نکاح زائل نہیں۔ جیسے حرمت مصاہرت طاری ہونے سے کہ متارکہ لازم ہے تو نکاح قائم ہے۔ اور زن مفضاۃ کہ سبیلین ایک ہو جائیں۔ نکاح میں اصلاً خلل نہیں۔ اور حرمت ابدی دائم ہے والمسائل منصوص علیہا فی الدر وغیرہ من الاسفار الخ واللہ تعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جمعہ

کی اذانِ ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی۔ یا باہر؟ (۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟ (۳) فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا۔ اور مکروہ لکھا ہے۔ یا نہیں؟ (۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے۔ تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے۔ یا رسم و رواج پر۔ اور جو رسم و رواج حدیث شریف اور احکامِ فقہ سب کے خلاف پڑ جائے۔ تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے۔ یا رسم و رواج پر اڑا رہنا؟ (۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکامِ ائمہ کے مطابق ہو۔ یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو؟ (۶) مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے۔ یا اس کے خلاف ہوتی ہے؟ اگر خلاف ہوتی ہے۔ تو وہاں کی علمائے کرام کے ارشادات دربارۂ عقائد حجت ہیں۔ یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کے فعل اگرچہ خلافِ شریعت و حدیث و فقہ ہوں؟ (۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے۔ اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے۔ یا نہیں؟ ہے تو سنت زندہ کی جائے گی۔ یا سنتِ مردہ۔ سنت اس وقت مردہ کہلائیگی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے۔ یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی؟ (۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنتِ مردہ زندہ کریں۔ اگر ہے۔ تو کیا اسوقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا۔ کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے؟ اگر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے؟ اگر وہ اعتراض ہو سکیگا تو سنت زندہ کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ (۹) جن مسجدوں کے بیچ میں حوض

ہے۔ اُس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو۔ تو بیرونِ مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا۔ یا نہیں ؟ (۱۰) جن مسجدوں میں ایسے منبر بنے ہیں۔ کہ اُن کے سامنے دیوار ہے۔ اگر موذن باہر اذان دے۔ تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا۔ وہاں کیا کرنا چاہیئے ؟ اُمید کہ دسوں مسئلوں کا جُدا جُدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو بیّنوا۔ توجروا ؞

الجواب

اَللّٰھُمَّ ھِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جواب سوالِ اوّل ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اوّل صفحہ ۱۵۶ میں ہے :- عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ کَانَ یُؤَذَّنُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ وَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ ۔ یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے ۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے مسجد شریف کے دروازے پر اذان ہوتی ۔ اور ایسا ہی ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے زمانہ میں ۔ اور کبھی منقول نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اگر اس کی اجازت ہوتی ۔ تو بیان جواز کے لئے کبھی ایسا ضرور فرماتے ؞

جواب سوالِ دوم ۔ جواب اوّل سے واضح ہو گیا۔ کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بھی مسجد کے باہر ہونا مروی ہے

اور یہیں سے ظاہر ہوگیا۔ کہ بعض صاحب جو بَیْنَ یَدَیْہِ سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں۔ غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں بَیْنَ یَدَیْ ہی۔ اور ساتھ ہی عَلٰی بَابِ الْمَسْجِدِ ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی تھی بس اسی قدر بَیْنَ یَدَیْہِ کے لئے درکار ہے۔

جواب سوال سوم۔ بیشک فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا۔ اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاوےٰ قاضی خاں طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۷۸ میں ہی۔ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ۔ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔ فتاویٰ خلاصہ قلمی صفحہ ۲۳ میں ہی۔ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ۔ مسجد میں اذان نہ ہو۔ خزانۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ مسجد کے اندر اذان نہ کہیں۔ فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۵۵ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ مسجد کے اندر اذان منع ہے۔ بحر الرائق طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۲۶۸ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ۔ مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے۔ شرح نقایہ علامہ برجندی صفحہ ۸۴۔ فِیْہِ اِشْعَارٌ بِاَنَّہٗ لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ۔ امام صدر الشریعۃ کے کلام میں اسپر تنبیہ ہی۔ کہ اذان مسجد میں نہ ہو۔ غُنیہ شرح مُنیہ صفحہ ۳۷۷ اَلْاَذَانُ اِنَّمَا یَکُوْنُ فِی الْمِئْذَنَۃِ اَوْخَارِجَ الْمَسْجِدِ وَالْاِقَامَۃُ فِیْ دَاخِلِہٖ۔ اذان نہیں ہوتی مگر منارہ یا مسجد سے باہر اور تکبیر مسجد کے اندر۔ فتح القدیر طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۱۷۱۔ قَالُوْا لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ۔ علماء نے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے۔ اَیْضًا باب الجمعہ صفحہ ۴۱۴۔ ھُوَ ذِکْرُ اللّٰہِ فِی الْمَسْجِدِ اَیْ فِیْ حُدُوْدِہٖ لِکَرَاھَۃِ الْاَذَانِ فِیْ دَاخِلِہٖ جمعہ کا خطبہ مثل اذان ذکر الٰہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں۔ اس لئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہی

طحطاوی علی مراقی الفلاح طبع مصر جلد اوّل صفحہ ۱۲۸ يُكْرَهُ اَنْ يُؤَذَّنَ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا فِي الْقُهُسْتَانِيْ عَنِ النَّظْمِ یعنی نظم امام زندویستی و قہستانی میں ہی۔ کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اب زمانۂ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اوّل صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں۔ قَوْلُهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ اَيْ مُسْتَقْبِلَ الْاِمَامِ فِي الْمَسْجِدِ كَانَ اَوْ خَارِجَهٗ وَالْمَسْنُوْنُ هُوَ الثَّانِيْ یعنی بَيْنَ يَدَيْهِ کے معنی صرف اسقدر ہیں۔ کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر۔ اور سُنّت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔ جب وہ تصریح کر چکے۔ کہ باہر ہی ہونا سُنّت ہے تو اندر ہونا خلافِ سُنّت ہوا۔ تو اِس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے۔ کہ چاہے سُنّت کے مطابق کرو۔ چاہے سُنّت کے خلاف۔ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔ ایسا کون عاقل کہے گا۔ بلکہ معنی وہی ہیں۔ کہ بَيْنَ يَدَيْهِ سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو۔ غلط ہے۔ اِس کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ امام کے روبرو ہو۔ اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی۔ لفظ دونو صُورتوں پر صادق ہے۔ اور سُنّت یہی ہے۔ کہ اذان مسجد کے باہر ہو۔ تو ضرور ہے کہ وُہی معنی لئے جائیں جو سُنّت کے مطابق ہیں۔ بہرکیف اتنا ان کے اِس ذکر کلام میں بھی صاف مصرح ہے۔ کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابقِ سُنّت ہے۔ تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلافِ سُنّت ہے وَلِلّٰہِ الْحَمْد ÷

جواب سوالِ چہارم۔ ظاہر ہے کہ حُکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اڑا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیئے ÷

جواب سوالِ پنجم۔ ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم

وخلفائے راشدین واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو ۔ وُہی نئی بات ہے ۔ اسی سے بچنا چاہئے ۔ نہ کہ سُنّت وحُکم حدیث وفقہ سے ؛

جواب سوالِ ششم ۔ مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی ۔ مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰ ۔ اَلْمَطَافُ هُوَ مَا كَانَ فِيْ زَمَنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسْجِدًا تو حاشیہ مطاف بیرونِ مسجد ومحلِ اذان تھا ۔ اور مسجد جب بڑھائی جائے تو پہلے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مُستثنیٰ رہے گی ۔ ولہٰذا اگر مسجد بڑھا کر کنُواں اندر کر لیا ۔ وُہ بند نہ کیا جائے گا ۔ جیسے زمزم شریف ۔ حالانکہ مسجد کے اندر کنُواں بنانا ہرگز جائز نہیں ۔ فتاوٰے قاضی خاں ۔ وفتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی عالمگیریہ صفحہ ۴۰ ۔ يُكْرَهُ الْمَضْمَضَةُ وَالْوُضُوْءُ فِي الْمَسْجِدِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ ثَمَّ مَوْضِعٌ اُعِدَّ لِذٰلِكَ وَلَا يُصَلّٰى فِيْهِ ۔ وہیں ہے لَا يُحْفَرُ فِي الْمَسْجِدِ بِئْرُ مَاءٍ وَلَوْ قَدِيْمَةً تُتْرَكُ كَبِئْرِ زَمْزَمَ تو مکہ معظمہ میں اذان ٹھیک محل پر ہوتی ہے ۔ مدینہ طیبہ میں خطیب سے بیس بلکہ زائد زراع کے فاصلہ پر ایک بلند کنگرہ پر کہتے ہیں ۔ طریق ہندیہ کے تو یہ بھی خلاف ہوا ۔ اور وہ جو بَیْنَ یَدَیْہِ وغیرہ سے منبر کے متّصل ہونا سمجھتے تھے ۔ اِس سے بھی رد ہو گیا ۔ تو ہندی فہم وطریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جُدا ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ کنگرہ قدیم ہے ۔ یا بعد کو حادث ہوا ۔ اگر قدیم ہے ۔ تو مثلِ منارہ ہوا ۔ کہ وہ اذان کے لئے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گذرا ۔ اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے ۔ کہ اذان منارہ پر ہو ۔ یا مسجد سے باہر مسجد کے

کے اندر نہ ہو۔ اسکی نظیر موضع وضو وچاہ ہیں۔ کہ قدیم سے بھلا کرتے ہوں۔ نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام۔ اور اگر حادث ہے۔ تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجیے۔ کہ وسطِ مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے۔ قطع صف بلاشبہ حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللّٰهُ جو صف کو قطع کرے۔ اللہ اسے قطع کر دے۔ رَوَاهُ النَّسَائِی وَالْحَاكِمُ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا۔ نیز علماء نے تصریح فرمائی۔ کہ مسجد میں پیڑ بونا منع ہے۔ کہ نماز کی جگہ گھیریگا۔ نہ کہ یہ کثیرہ کہ چار جگہ سے گھیرتا ہے۔ اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے۔ بالجملہ اگر وہ جائز طور پر بنا۔ تو مثل منارہ ہی جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہو۔ اور ناجائز طور پر ہے۔ تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہی۔ اب ہمیں افعالِ مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں۔ مگر جواب سوال کو گزارش کہ ان کا فعل کیا حجت ہو۔ حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے۔ اور یہ بولتے جاتے ہیں۔ جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا نام لیتا ہے یہ باواز ہر نام پر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے جاتے ہیں۔ جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے۔ یہ بآوازِ بلند دعا کرتے ہیں۔ اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے۔ صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں۔ کہ خطبہ کے وقت بولنا حرام ہے۔ درمختار در دالمحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹ اَمَّا مَا يَفْعَلُهُ الْمُؤَذِّنُ حَالَ الْخُطْبَةِ مِنَ التَّرَضِّیْ وَنَحْوِهٖ فَمَكْرُوْهٌ اِتِّفَاقًا۔ یعنی وہ جو یہ موذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے جاتے ہیں۔ یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔ یہی موذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں۔ اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے۔ مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر انکار کا کیا اختیار۔

علمائے کرام نے تو اسپر یہ حکم فرمایا۔ کہ تکبیر در کنار۔ اس طرح تو ان کی نماز دل کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و درمختار و ردالمحتار صفحہ ۶۱۵۔ خود مفتی مدینہ منورہ علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالے نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں۔ دیکھو فتاوے اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے۔ اَمَّا حَرَکَاتُ الْمُکَبِّرِیْنَ صَنْعَھُمْ فَاَنَا اَبْرَءُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰے مِنْہُ۔ یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں۔ میں اُن سے اللہ تعالے کی طرف برأت کرتا ہوں۔ اور اوپر اس سے بڑھکر لفظ لکھا۔ پھر کسی عاقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ نہ وہ علماء ہیں۔ نہ علماء کے زیر حکم ٭

جواب سوال ہفتم۔ بیشک احادیث میں زندہ کرنے کا حکم اور اس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں۔ انس رضی اللہ تعالے عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے محبت ہے۔ اور جسے مجھ سے محبت ہے۔ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا) رواہ السجزی فی الابانۃ و الترمذی بلفظ مَنْ احب بلال رضی اللہ تعالے عنہ کی حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ اَحْیَا سُنَّۃً مِنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلَ اُجُوْرِ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا۔ جو میری کوئی سنت زندہ کرے۔ کہ لوگوں نے میرے بعد چھوڑ دی ہو جتنے اُسپر عمل کریں سب کے برابر اُسے

ثواب ملے۔ اور اُن کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ رَوَاہُ التِّرمَذِیُّ وَرَوَاہُ ابْنُ مَاجَۃَ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ۔

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَہِیْدٍ ۔ جو فسادِ اُمّت کے وقت میری سُنّت مضبوط تھامے اُسے سو شہیدوں کا ثواب ملے۔ رَوَاہُ الْبَیْہَقِیُّ فِی الزُّہْدِ ۔ اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سُنّت کی جائے گی۔ جو مُردہ ہو گئی۔ اور سُنّت مُردہ جبھی ہو گی۔ کہ اُس کے خلاف رواج پڑ جائے ۔

جواب سوالِ ہشتم ۔ احیائے سُنّت علماء کا تو خاص فرضِ منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو۔ اُس کے لئے حکم عام ہے۔ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہیے۔ کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سُنّت کو زندہ کریں۔ اور سَو سَو شہیدوں کا ثواب لیں۔ اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یُوں ہو۔ تو کوئی سُنّت زندہ ہی نہ کر سکے۔ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں۔ اس پر ان کی مدح ہوئی۔ نہ کہ اُلٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم ۔

جواب سوالِ نہم ۔ حوض کے بانی مسجد نے قبلِ مسجدیت بنایا۔ اگرچہ وسطِ مسجد میں ہو۔ اور اس کی فصیل ان احکام میں خارجِ مسجد ہے۔ لِاَنَّہٗ مَوْضِعٌ اُعِدَّ لِلْوُضُوْءِ کَمَا تَقَدَّمَ ۔

جواب سوالِ دہم ۔ لکڑی کا منبر بنائیں۔ کہ یہی سُنّتِ مُصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔ اُسے گوشۂ محراب میں رکھکر محاذ ات

ہو جائیگی - اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے - تو اُسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں +

مُسلمان بھائیو! یہ دین ہے - کوئی دُنیوی جھگڑا نہیں - دیکھ لو - کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سُنّت کیا ہے - تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے؟

حضرات عُلمائے اہلسنت سے معروض

حضرات! اِحیائے سُنّت آپ کا کام ہے - اِس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے اسے شروع کیا - وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے - آپ کے رب کا حُکم ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى - اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں - تو غصّہ کی حاجت نہیں - بے تکلف بیان حق فرمائیے - اور اسوقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جُدا جُدا جواب ارشاد ہوں - اور ان کے ساتھ ان پانچوں سوالوں کے بھی :-

(۱۱) اشارت مرجوح ہے یا عبارت - اور ان میں فرق کیا ہے؟ (۱۲) کیا محتمل و صریح کا مقابلہ ہو سکتا ہے؟ (۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصًا استنباط بعید - یا جس کا منشا بھی غلط (۱۴) حنفی کو تصریحاتِ فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے؟ (۱۵) قرآن مجید فرض عین ہو - یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجا لاتے ہیں - یا سَو میں کتنے؟ بیّنوا توجروا - واللہ تعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۱۰۹ - زید کہتا ہے - مولٰنا احمد رضا خاں صاحب ہر کتاب اور ہر خط میں لکھتے ہیں " راقم عبد المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم " خدا جل

جلالہٗ کے سوا دوسرے کا عبد کیسے بن سکتا ہے۔ فقیر نے جواب دیا۔ بھائی! یہاں عبد المصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے مراد یہ لی جاتی ہے۔ کہ غلامِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ نہ کہ بندہ۔ بیّنوا۔ توجروا ✤

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ۔ ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا۔ کہ تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں۔ اُنہیں بیاہ دو۔ اور تمہارے بندوں اور تمہاری باندیوں میں جو لائق ہوں۔ اُن کا نکاح کر دو ✤ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَيْسَ عَلَى الْمُسْلِمِ فِيْ عَبْدِهٖ وَلَا فَرَسِهٖ صَدَقَةٌ۔ مسلمان پر اس کی بندے اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم اور باقی سب صحاح میں ہے ✤ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجمع صحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع فرما کر علانیہ برسرِ منبر فرمایا كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ عَبْدَهٗ وَخَادِمَهٗ۔ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں حضور کا بندہ تھا۔ اور حضور کا خدمتگار تھا ✤ یہ حدیث وہابیہ کے امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی کے دادا۔ اور زعمِ طریقت میں پردادا جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ازالۃ الخفاء میں بحوالہ ابوحنیفہ وکتاب الریاض النضرہ لکھی۔ اور اس سے سند لی۔ اور مقبول رکھی ✤

مثنوی شریف میں قصۂ خریداری حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں ہے۔ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور پر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کیا عرض کی ہے

گفت اے بندگانِ کوئے تو گردش آزاد ہم بر رُئے تو

اللہ عزوجل فرماتا ہے:۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ اے محبوب! تم اپنی تمام اُمّت سے یُوں خطاب فرماؤ۔ کہ "اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اللہ تعالےٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بیشک اللہ تعالےٰ سب گناہ بخشدیتا ہے۔ بیشک وہی ہے بخشنے والا مہربان" + حضرت مولوی معنوی قدس سرہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

بندۂ خود خواند احمد در رشاد جملہ عالم را بخواں قُلْ یٰعِباد

طرفہ یہ کہ وہابیۂ حال کے حکیم الاُمّت اشرف علی صاحب تھانوی بھی جب تک مسلمان کہلاتے تھے۔ حاشیہ شمائم امدادیہ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے۔ کہ تمام جہان رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا بندہ ہے۔ اب گنگوہی اصطباغ پاکر شاید اسے ہر شرک سے بدتر شرک کہیں گے۔ حالانکہ ہر شرک سے بدتر شرک کے مُرتکب خود گنگوہی صاحب ہیں۔ براہین قاطعہ میں صاف صاف شیطان کو خدا کا شریک مانا ہے۔ جس کا بیان علمائے حرمین الشریفین کے فتاوے مسمّٰی بہ حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین میں ہے۔ اور اس مسئلہ عبد المصطفےٰ کی تمام تفصیل ہمارے رسالہ بذل الصفا لعبد المصطفیٰ میں ہے اے مسکین عبداللہ بمعنی خلق خدا وملک خدا تو ہر مومن وکافر ہے۔ مومن وہی ہے جو عبد المصطفےٰ ہے۔ امام الاولیاء ومرجع العلماء حضرت سیدنا سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں مَنْ لَمْ یَرَ نَفْسَہٗ

رَأَى مِلْكَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَذُوقُ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ - جو اپنے آپ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا مملوک نہ جانے وہ ایمان کا مزا نہ چکھے گا + آخر نہ دیکھا - جب اللہ عزّوجلّ نے محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کا نور سیدنا آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیشانی میں ودیعت رکھا اور اسی نور کی تعظیم کے لئے تمام ملائکہ کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کو سجدہ کا حکم دیا - سب نے سجدہ کیا - ابلیس لعین نے نہ کیا - کیا وہ اس وقت عبد اللہ ہونے سے نکل گیا تھا - اللہ کا مخلوق - اللہ کا مملوک نہ رہا تھا - حاشا یہ تو نا ممکن ہے - بلکہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کی تعظیم کو نہ جھکا - عبد المصطفےٰ نہ بنا - لہٰذا مردود ابدی و ملعونِ سرمدی ہوا - آدمی کو اختیار ہے - چاہے عبد المصطفےٰ بنے - اور ملائکہ مقربین کا ساتھی ہو - یا اُس سے انکار کرے - اور ابلیس لعین کا ساتھ دے - والعیاذ باللہ رب العالمین - واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۱۰۳ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اِس مسئلہ میں کہ جمے ہوئے گھی میں حرام جانور مثلاً چوہا - بلی یا کُتّا مر گیا - یا جھوٹا کر گیا - وہ گھی یا تیل کیسے پاک ہوگا؟ اور وہ کھانا درست ہوگا - یا نہیں + بیّنوا توجروا +

الجواب

گھی اگر جما ہوا ہے - تو اُس جانور یا اُس کے منہ لگنے کی جگہ سے کھرچ کر تھوڑا سا پھینک دیں + باقی پاک ہے - احمد و ابوداؤد و ابوہریرہ اور دارمی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے راوی - رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے فرمایا - إِذَا وَقَعَتِ الْفَأْرَةُ فِي السَّمْنِ فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقُوهَا وَمَا حَوْلَهَا - اگر جمے ہوئے گھی

میں بچوہا گر جائے۔ تو چوہا اور اُس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو

واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ✦

مسئلہ ۱۰۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گھی گرم تھا۔ اُس میں مُرغی کا بچہ گرا۔ اور فوراً مر گیا۔ یہ گھی کھانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ✦

الجواب

گھی ناپاک ہوگیا۔ بے پاک کئے اُس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک[۱] یہ کہ اُتنا ہی پانی اس میں ملا کر جُنبش دیتے رہیں۔ یہاں تک کہ سب گھی اُوپر آجائے۔ اُسے اُتار لیں۔ اور دوسرا پانی اُسی قدر ملا کر یُوں ہی کریں۔ پھر اُتار کر تیسرے پانی سے اِسی طرح دھوئیں۔ اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو۔ تو تینوں بار اُس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں۔ یہاں تک کہ گھی اُوپر آجائے تو پھر اُتار لیں۔ بلکہ جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے۔ پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا۔ اور پانی ملا کر جُنبش دینا کفایت کرے گا۔ دوم[۲] ناپاک گھی جس برتن میں ہے۔ اگر جمنے کی طرف مائل ہو گیا ہو۔ آگ پر پگھلا لیں۔ اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں۔ یہاں تک کہ گھی سے بھر کر اُبل جائے۔ سب گھی پاک ہو جائے گا ✦

سوم[۳] - دوسرا گھی پاک لیں۔ اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں۔ اور پرنالے کے مثل کسی چیز میں وُہ پاک گھی ڈالیں۔ اور اس کے بعد یہ ناپاک گھی اُس پرنالے میں ڈالیں۔ یُوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہو کر پرنالے سے برتن میں گریں۔ اِسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں۔ یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک

دھار بہو کر برتن میں پہنچ جائے۔ سب پاک ہو گیا۔ پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع ہو جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے۔ مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے۔ کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک سے پہلے پہنچے۔ نہ بعد کو گرے۔ نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ برتن میں جتنا پہنچا یا اب پہنچیگا۔ سب ناپاک ہو جائے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسلمان کو مونچھ بڑھانا یہاں تک کہ منہ میں آوے۔ کیا حکم ہے؟ زید کہتا ہے۔ ترکش (ترکی) لوگ بھی مسلمان ہیں۔ وہ کیوں مونچھ بڑھاتے ہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب

مونچھیں اتنی بڑھانا کہ منہ میں آئیں۔ حرام وگناہ۔ وسنّتِ مشرکین ومجوس ویہود ونصاریٰ ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم اعلیٰ درجہ کی حدیثِ صحیح میں فرماتے ہیں۔ اِحْفُوا الشَّوَارِبَ وَ اَعْفُوا اللُّحٰی وَلَا تَشَبَّھُوْا بِالْیَھُوْدِ رَوَاہُ الْاِمَامُ الطَّحَاوِیُّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ وَ لفظ مسلم عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰی وَ خَالِفُوا الْمَجُوْسَ۔ مونچھیں کتر کر خوب پست کرو۔ اور داڑھیاں بڑھاؤ یہودیوں اور مجوسیوں کی صورت نہ بنو۔ فوجی جاہل ترکوں کا فعل حجت ہے

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۰۶۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز سلطان المسلمین کے لئے خطبہ میں دعاء مانگنا فرض ہے۔ تو مثلاً اتنی دعاء مانگی جائے۔ تو درست ہے۔ یا نہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ بِالْاِمَامِ الْعَادِلِ نَاصِرِ الْاِسْلَامِ وَالْمِلَّۃِ وَالدِّیْنِ زید کہتا ہے نہیں درست سلطان المعظم کا نام لے کر دعاء مانگنا چاہئے۔

الجواب

سلطان اسلام کے لئے خطبہ میں دعاء فرض نہیں۔ ایک مستحب ہے اور وہ اتنی دعاء سے کہ سوال میں لکھی۔ بیشک حاصل ہے۔ زید کا اسے نا درست کہنا محض غلط و باطل ہے۔ بلکہ درمختار میں ہے یُنْدَبُ ذِکْرُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ وَالْعَمَّیْنِ لَا الدُّعَاءُ لِلسُّلْطَانِ وَجَوَّزَہُ الْقُھُسْتَانِیُّ۔ خاص نام کی ضرورت ان شہروں میں ہے جو سلطان کی سلطنت میں ہیں۔ کہ سکہ و خطبہ شعار سلطنت ہے۔ ردالمحتار میں ہے اَلدُّعَاءُ لِلسُّلْطَانِ عَلَی الْمَنَابِرِ قَدْ صَارَ الْاٰنَ مِنْ شِعَارِ السَّلْطَنَۃِ فَمَنْ تَرَکَہٗ یُخْشٰی عَلَیْہِ الخ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۷۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیش امام سر پر شال ڈال کر نماز پڑھائے۔ تو کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

شال اگر ریشمین یا زری کی مغرق ہے۔ یا اس کا کوئی بوٹا زری یا ریشم کا چار انگل سے زیادہ چوڑا ہے۔ تو مرد کو مطلقاً ناجائز ہے۔ اگرچہ غیر نماز میں۔ اور نماز اس کے باعث خراب و مکروہ۔ خواہ امام ہو۔ یا۔

مقتدی - یا تنہا - اور اگر ایسی نہیں - تو دو صورتیں ہیں - اگر سر پر ڈال کر دونوں پلو لٹکتے چھوڑ دیئے - تو مکروہ تحریمی وگناہ ہے - اور نماز کا پھیرنا واجب - درمختار میں ہے (کُرِهَ سَدْلُ) تَحْرِيْمًا لِلنَّهْيِ (ثَوْبَهٗ) اِرْسَالُهٗ بِلَا لُبْسٍ مُعْتَادٍ كَشَدٍّ وَمِنْدِيْلٍ يُرْسِلُهٗ مِنْ كَتِفَيْهِ۔ ردالمحتار میں ہے وَذٰلِكَ نَحْوُ الشَّالِ ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۱۰۸ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھنا - اور مسلمانوں کے قبرستان میں اُسے دفن کرنا جائز ہے - یا نہیں ؟ ولد الزنا کی ماں کافرہ ہے - اور باپ مسلمان - بیّنوا - توجروا -

الجواب

جب وہ مسلمان ہے - تو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے - اور مسلمانوں کے مقابر میں اُسے دفن کرنا بیشک جائز ہے - اگرچہ اُس کی ماں یا باپ یا دونوں کافر ہوں - بلکہ یہ اَور بھی اَولیٰ ہے - کہ ولد الزنا ہونے میں اُس کا اپنا کوئی قصور نہیں ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم ۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ملفوظات حضور پُر نور امام اہلسنت

اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

عرض - حضور ۱۳ سال میں میری اہلیہ کے ۴ لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئے ۔ جن میں سے پانچ اولادیں انتقال کر گئیں ۔ کسی کی عمر ۳ سال ۔ کسی کی دو سال ۔ کسی کی ایک سال ہوئی ۔ اور سب کو ایک ہی بیماری لاحق ہوئی ۔ یعنی پسلی اور اُمّ الصبیان فی الحال صرف ایک لڑکی ۳ سالہ حیات ہے ۔ حضور دعا فرمائیں ۔ اور ان امراض کے واسطے کوئی عمل جو مناسب ہو ۔ ارشاد فرمائیں +

ارشاد - مولےٰ تعالےٰ اپنی رحمت فرمائے ۔ اب جو حمل ہو ۔ اُسے دو مہینے گذرنے نہ پائیں ۔ کہ یہاں اطلاع دیجئے ۔ اور زوجہ اور اُن کی والدہ کا نام بھی معلوم ہونا چاہئے ۔ اُس وقت سے انشاء اللہ تعالےٰ بندوبست کیا جائے گا ۔ اپنے گھر میں پابندیٔ نماز کی تاکید شدید رکھئے ۔ اور پانچوں نمازوں کے بعد آیۃ الکرسی ایک ایک بار ضرور پڑھا کریں ۔ اور علاوہ نمازوں کے ایک ایک بار صبح سورج نکلنے سے پہلے اور شام کو سورج ڈوبنے سے پہلے اور سوتے وقت ۔ جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں ۔ اُن میں بھی ان تین وقت آیۃ الکرسی نہ چھوٹے ۔ مگر ان دنوں میں آیت قرآن مجید کی نیت سے نہ پڑھے ۔ بلکہ اس نیت سے کہ اللہ تعالےٰ کی تعریف کرتے ہیں اور جن دنوں میں نماز کا حکم ہے ۔ ان میں اس کا بھی التزام رکھیں ۔ کہ تینوں قل تین تین بار صبح و شام ۔ اور سوتے

وقت پڑھیں۔ صُبح سے مراد یہ ہے کہ آدھی رات ڈھلنے سے سورج نکلنے تک۔ اور شام سے مراد یہ ہے۔ کہ دوپہر ڈھلے سے غروب آفتاب تک۔ اور سوتے وقت اِس طور پر پڑھیں۔ کہ چت لیٹ کر دونوں ہاتھ دُعاء کی طرح پھیلا کر ایک ایک بار تینوں قُل پڑھ کر ہتھیلیوں پر دم کر کے سارا مُنہ اور سینے اور پیٹ پاؤں آگے اور پیچھے جہاں تک ہاتھ پہنچ سکے سارے بدن پر ہاتھ پھیریں۔ دوبارہ ایسے ہی۔ سہ بارہ ایسے ہی۔ اور جن دنوں میں عورتوں کو نماز کا حکم نہیں اُن دنوں میں آپ اسی طرح پڑھ کر تین بار اُن کے بدن پر ہاتھ پھیر دیا کیجیے۔ بڑا چراغ یہاں ایک صاحب بناتے ہیں۔ وہ منگا لیجیے۔ اور ایّام حمل میں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد جس ترکیب سے بتایا جائے۔ اُسے روشن کیجیئے۔ اور یہ لڑکی جو موجود ہے اِس کو اگر ناسازی لاحق ہو۔ تو اُس کے لئے بھی روشن کیجئے۔ اور وہ چراغ باذنہٖ تعالےٰ سحر اور آسیب و مرض تینوں کے دفع میں مجرّب ہے۔ بچہ جو پیدا ہو۔ پیدا ہوتے ہی معًا سب سے پہلے اُس کے کانوں میں ۷ بار اذانیں دی جائیں۔ چار بار اذان سیدھے (دائیں) کان میں۔ اور تین بار تکبیر بائیں میں۔ اِس میں ہرگز دیر نہ کی جائے۔ دیر کرنے میں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ چالیسؔ روز تک بچہ کو کسی اناج سے تول کر خیرات کیا جائے۔ پھر سال بھر تک ہر مہینہ پر۔ پھر دو برس کی عمر تک ہر دو مہینے پر۔ پھر تیسرے سال ہر تین مہینے پر۔ پھر چوتھے سال ہر چار مہینے پر۔ پھر پانچویں سال بھی ہر چار مہینے پر۔ پھر چھٹے سال ہر چھ مہینے پر۔ ساتویں سال سالانہ یہ تول اس لڑکی کے لئے بھی کیجئے چوتھے میں ہے تو ہر چار مہینے پر۔ تبلئے۔ مکان میں سات دن تک

مغرب کے وقت سات سات بار اذان
باآوازِ بلند کہی جائے - اور تین شب کسی
صحیح خواں سے پوری سورۂ بقر ایسی
آواز سے تلاوت کرائی جائے - کہ مکان
کے ہر گوشے میں پہنچے - شب کو مکان
کا دروازہ بسم اللہ کہکر بند کیا جائے
اور صبح کو بھی بسم اللہ کہکر کھولا جائے
آپ کے گھر میں جب پاخانہ کو جائیں
اُس کے دروازے سے باہر بِسْمِ اللهِ
اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ
پڑھکر بایاں پیر پہلے رکھ کر جائیں - اور
جب نکلیں - تو داہنا پاؤں پہلے نکالیں
اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہیں - اور کپڑے بدلنے
یا نہانے کے لئے جب کپڑے اُتاریں
پہلے بسم اللہ کہہ لیں - اور قُربت کے
وقت نہایت اہتمام کے ساتھ یاد
رکھئے کہ شروعِ فعل کے وقت آپ
اور وہ دونوں بسم اللہ کہہ لیں - اور
اِن باتوں کا التزام رہیگا - تو انشاءاللہ
تعالےٰ کوئی خلل نہ ہونے پائیگا ؛

عرض - حضور بڑا چراغ روشن
کرنے کی کیا ترکیب ہے ؟

اِرشاد (۱) یہ چراغ معلق روشن
کیا جائیگا - کسی چھینکے یا قندیل میں -
(۲) روشن کرتے وقت لَو کے پاس
سونے کا چھلّہ یا انگوٹھی یا بالی ڈال
دیا کریں - چلہ ختم ہونے پر وہ ساکین
مسلمین پر تصدق کریں ؛ (۳)
چراغ باوضو نمازی آدمی روشن کرے
اگرچہ عورت ہو - اور مرد بہتر ہے (۴)
مرض ہلکا ہو - تو چراغ ہر روز ڈیڑھ
گھنٹہ روشن ہو - اور سخت ہو - تو دو
گھنٹہ تین گھنٹہ - اور بہت سخت
ہو - تو شب بھر (۵) مریض اُس
کی روشنی میں بیٹھے خواہ لیٹے -
مگر مُنہ اُس کی طرف رکھے - اور اکثر
اوقات اُس کی لَو کو دیکھے - (۶)
جتنی دیر تک جلانا منظور ہو - اُسی
حساب سے اعلیٰ درجہ کا پھلیل اُس
میں ڈالیں - اور اُسے ڈال کر چراغ
کے سب طرف پھرالیں - کہ تمام
نقوش پر دورہ کر آئے - پھر جھکاکر

رکھ دیں ۔ اور جس طرف بتی کا نشان ہے ۔ بسم اللہ کہکر اُس طرف روشن کریں ÷ (۷) اگر مرض نہائت شدید ہو ۔ تو چاروں گوشوں میں چار بتیاں جلائیں ۔ اور چراغ سیدھا رکھیں ۔ اور ہر گو کے پاس سونا رکھیں (۸) جس مکان میں یہ چراغ روشن ہو ۔ وہاں نہ کوئی تصویر ہو ۔ نہ کُتا آنا پائے ۔ نہ سوائے مریضہ کے کوئی عورت حیض یا نفاس والی ۔ یا کوئی ناپاک مرد ۔ یا عورت (۹) اُس جگہ بیٹھکر سب ذکرِ الٰہی و درود شریف میں مشغول رہیں جو بات ضرورت کی ہو ۔ بقدرِ ضرورت آہستگی سے کہدیں چپقاش نہ کریں نہ کوئی لغو بیہودہ بات وہاں ہونے پائے ۔ (۱۰) جتنی عورتیں وہاں بیٹھیں یا آئیں ۔ جائیں ۔ سب سنگین کپڑے پہنے ہوں ۔ نماز کی طرح سوا مُنہ کی ٹکلی یا ہتھیلیوں کے سر کا کوئی بال یا گلے یا کلائی یا بازو یا پیٹ یا پنڈلی کا کوئی حصّہ اصلاً نہ کھلنے پائے

(۱۱) چراغ پہلے دن جس وقت روشن ہو ۔ وہ گھنٹہ منٹ یاد رکھیں ۔ کہ کسی دن اُس سے زیادہ دیر روشن کرنے میں نہ ہونے پائے ۔ اُس کے مؤکلات اپنی حاضری کا وُہی وقت مقرر کر لیتے ہیں جس وقت پہلے دن روشن ہوا تھا ۔ پھر اگر کسی دن آئے ۔ اور چراغ اسوقت روشن نہ پایا ۔ تو اُن کو تکلیف ہوتی ہے ۔ لہٰذا چاہئے ۔ کہ پہلے دن کچھ دیر قصداً کر کے روشن کریں ۔ کہ اگر کسی دن اتفاقیہ دیر ہو جائے ۔ تو اُس وقت سے زیادہ دیر نہ ہونے پائے ۔ گر پہلے دن اتنی دیر بھی نہ کریں ۔ کہ اور کسی دن چراغ روشن ہو کر اُسوقت کے آنے سے پہلے ختم ہو جائے ۔ (۱۲) جب چراغ بڑھانے کا وقت آئے ۔ کوئی باوضو شخص بڑھائے ۔ اور اُس وقت یہ کہے :۔ السّلام علیکم ارجعوا ماجورین (۱۳) ہر روز نیا پھلیل ڈالیں ۔

کل کا بچا ہوا آج مریضہ (بیمار) کے سر اور بدن پر مل دیں۔ (۱۴) جس کے لیے چراغ روشن ہوا ہو۔ اس کے سوا اور ہر مریض بھی بہ نیت شفا مذکورہ شرائط کی پابندی سے بیٹھ سکتے ہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

عرض - ایک صاحب کی لڑکی بلاناغہ کچھ عرصہ سے سورۂ مزمل شریف پڑھا کرتی تھی۔ بلکہ قریب نصف کے حفظ بھی تھی۔ اب اُس صاحبزادی کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ ارشاد فرمائیں کیا کیا جائے۔

ارشاد - لاحول شریف ۶۰ بار۔ الحمد شریف اور آیۃ الکرسی شریف ایک ایک بار۔ تینوں قل تین تین بار پانی پر دم کرکے پلائیے۔

عرض - کیا آیاتِ قرآنی بھی یہ اثر رکھتی ہیں؟

ارشاد - جو قیود عامل بتاتے ہیں اُن کی پابندی نہ کرنے سے ایسا ہوتا ہے۔

عرض - حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کمبل اوڑھنا ثابت ہے۔ یا نہیں؟

ارشاد - ہاں حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عرض - پیراہن اقدس میں کیا کیا کپڑے ہیں؟

ارشاد - ردا۔ تہ بند۔ عمامہ یہ تو عام طور سے ہوتا تھا۔ اور کبھی قمیص اور ٹوپی۔ پاجامہ ایک بار خریدنا لکھا ہے۔ پہننے کی روایت نہیں۔ عورتیں بھی تہ بند ہی باندھتی تھیں۔ ایک بار حضور تشریف لیے جاتے تھے۔ راہ میں ایک بیوی کا پاؤں پھسلا۔ رُوئے مبارک اُس طرف سے پھیر لیا۔ صحابہ نے عرض کیا۔ حضور وہ پاجامہ پہنے ہوئے ہے۔ ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُتَسَرْوِلَاتِ۔ اے اللہ بخشدے اُن عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں۔ اور غالبًا پاجامہ تنگ تھا۔ یہ اسلئے کہ اگر ڈھیلا ہوتا۔ تو اس میں بھی تہ بند کی طرح کھل جانے کا احتمال ہوسکتا تھا

عرض - مرہم بتی جس میں چربی پڑتی

ہے مسجد میں جلانا جائز ہے۔ یا نہیں؟
ارشاد - اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہو تو جائز ہے۔ ورنہ مسجد ہی میں نہیں بلکہ بھی جلانا نہ چاہیئے +

عرض - یہ جو چربی جرمن وغیرہ ولایتوں سے آتی ہے۔ اُس کا کیا حکم ہے؟
ارشاد - اس کا بھی وہی حکم ہے۔ اسواسطے کہ چربی اور گوشت کا ایک حکم ہے۔ اگرچہ گلے ہو۔ یا بکری کسی مسلمان سے کوئی ہندو یا نصرانی چربی لے گیا۔ اور تھوڑی دیر میں واپس لائے۔ اور کہے کہ یہ وہی چربی ہے جو ابھی تم سے لیگیا ہوں۔ اُس کا لینا حرام اَلنَّصرَانیۃُ اِلّا ذَبِیحَۃَ لَہ۔ بخلاف یہودیوں کے کہ اُن کے یہاں ابتک ذبح کرنیکا اہتمام ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے :- الیھودیۃ یذبح او یأکل ذبیحۃ المسلم۔ نصرانی و یہودی کافر دونوں ہیں کہ ایک محبوبانِ خدا کی محبت میں اور دُوسرے عداوت میں۔ قرآن عظیم میں یہودیوں کو مَغضُوبِ عَلَیھِم اور نصاریٰ کو ضَالِّین فرمایا یہی وجہ ہے کہ آج رُوئے زمین پر کوئی یہودی ایک گاؤں کا بھی حاکم نہیں۔ بخلاف نصاریٰ کے کہ اُن کی سلطنت ظاہر ہے۔ اور بعینہ یہی مثال روافض و وہابیہ کی ہے۔ کہ روافض و وہابیہ کی ہے۔ کہ روافض مثل نصاریٰ کے محبت میں کافر ہوئے اور وہابیہ مثل یہود کے عداوت میں۔ چنانچہ روافض کی حکومت ایران کا تخت موجود ہے۔ اور وہابیہ کی کہیں ایک شہر یہ بھی نہیں +

عرض - امام مسافر کے پیچھے مقتدی مقیم کو ایک رکعت ملی۔ تو بقیہ نماز میں قرأت کس طرح کرے؟
ارشاد - پہلی دو رکعت مثل لاحق کے بغیر قرأت بقدر سورہ فاتحہ قیام کرکے قعدہ کرے۔ اور پچھلی رکعت میں قرأت کرے +

عرض - جماعت ثانیہ جب وقت شروع ہو۔ سُنّت ظہر اُس وقت

پڑھنا جائز ہے۔ یا نہیں؟ یا فجر کی سُنت جماعت ثانیہ کے قعدہ نہ ملنے کی وجہ سے چھوڑ دی جائیں۔ یا کیا کیا جائے؟

ارشاد - جماعت ثانیہ فقط جائز ہے اس کے لئے سنتیں نہ چھوڑے۔ اصل نماز جماعت اُولیٰ ہے جس کے لئے حدیث شریف میں ارشاد ہے۔ کہ اگر مکانوں میں بچے اور عورتیں نہ ہوتیں تو جو لوگ جماعت میں شریک نہیں ہوتے ہیں۔ اُن کے مکانوں کو جلوا دیتا جو ایک دفعہ مولوی عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے تھے۔ کہ مارہرہ مطہرہ میں اتفاقاً مجھے نماز میں دیر ہو گئی۔ جب میں مسجد کی سیڑھیوں پر پہنچا۔ حضرت میاں صاحب قبلہ نماز پڑھکر تشریف لا رہے تھے۔ ارشاد فرمایا۔ عبدالقادر! نماز تو ہو گئی۔ نہ اصل نماز جماعت اُولیٰ ہی ہے +

عرض - نماز جنازہ میں تو تین صف کرنے کی فضیلت ہے۔ اُس کی ترکیب درمختار و کبیری میں یہ لکھی ہے کہ پہلی صف میں تین۔ دُوسری میں دو۔ اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ کہ ہر صف میں دو دو کھڑے ہو سکتے تھے؟

ارشاد - اقل درجہ صف کامل کا تین آدمی ہیں۔ اس واسطے صفِ اوّل کی تکمیل کر دی گئی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کے برابر دو آدمیوں کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی۔ اور تین کا مکروہ تحریمی۔ کیونکہ صف کامل ہو گئی۔ اور اس صورت میں امام کا صف میں کھڑا ہونا ہو گیا۔ اور پنجوقتہ نماز میں بھی۔ بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا جائز نہیں ہے۔ مثلاً دو مرد اور ایک عورت ہے۔ تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہوگی +

عرض - ایام وبا میں بعض جگہ دستور ہے۔ کہ بکرے کے داہنے کان میں سورۂ یٰسین شریف اور بائیں میں سورۂ مزمل شریف پڑھکر دم کرتے ہیں۔ اور شہر کے ارد گرد پھرا کر چوراہے پر

لیجاکر ذبح کرتے ہیں۔ اور اُس کی کھال سری زمین میں دفن کردیتے ہیں۔ یہ کیسا ہے؟

ارشاد - کھال دفن کرنا حرام ہے کہ اضاعتِ مال ہے۔ اور چوراہے پر لیجاکر ذبح کرنا جہالت اور بیکار بات ہے۔ اللہ تعالےٰ کے نام پر ذبح کرکے مساکین کو تقسیم کردے +

عرض - کیا خطبہ نکاح بھی کھڑے ہو کر قبلہ رُو پڑھنا چاہئے؟

ارشاد - ہاں کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے۔ اور قبلہ رُو ہونا کچھ ضرور نہیں۔ سامعین کی طرف منہ ہونا چاہئے۔ خُطبہ جُمعہ بھی تو قبلہ کی جانب پُشت کرکے پڑھا جانا مشروع ہے +

عرض - معلّم کی اگر تنخواہ مقرر ہو۔ تو بچّوں سے کام لے سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد - اگر والدین کو ناگوار نہ ہو اور بچّہ کو تکلیف نہ ہو۔ تو حرج نہیں تنخواہ مقرر ہو۔ یا نہ ہو +

عرض - میلادخواں کے ساتھ اگر امرد شامل ہوں یہ کیسا ہے؟

ارشاد - نہیں چاہئے +

عرض - نوشہ کے اوبٹن ملنا جائز ہے۔ یا نہیں؟

ارشاد - خوشبو ہے۔ جائز ہے +

عرض - اگر بیسلپور سے بدایوں جانا ہے۔ اور راستہ میں بریلی اُترا۔ تو قصر کرے گا۔ یا نہیں؟

ارشاد - اس صورت میں قصر نہیں کہ سفر کے دو ٹکڑے ہو گئے +

عرض - ایک شخص بریلی کا ساکن مرادآباد میں دُکان کھولے۔ اور وہاں تجارت کا ارادہ ہو۔ اور کبھی کبھی اپنے اہل وعیال کو بھی لے جایا کرے اس صورت میں مرادآباد وطن اصلی ہوگا۔ یا وطن اقامت؟

ارشاد - وطن اصلی نہ ہوگا۔ ہاں اگر وہاں نکاح کرلے۔ تو ہو جائیگا +

عرض - اگر وہاں نکاح پڑھالے تو ہو جائے گا۔ یا نہیں؟

ارشاد - نکاح تو ہو ہی جائے گا

اِسواسطے کہ نکاح نام باہمی ایجاب و قبول کا ہے۔ اگرچہ برہمن پڑھاوے مگر چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اُسکی تعظیم ہوتی ہے۔ جو حرام ہے۔ لہٰذا احتراز لازم ہے ✣

عرض۔ ولیمہ نکاح کی سُنّت ہے یا زفاف کی۔ اور نابالغ کا نکاح ہو۔ تو ولیمہ کب اور کس دن کرے؟

ارشاد۔ ولیمہ زفاف کی سُنّت ہے۔ اور نابالغ بھی بعد زفاف کے ولیمہ کرے۔ اور ولیمہ شب زفاف کی صبح کو کرے ✣

عرض۔ نکاح کے بعد چھوہارے لُٹانے کا جو رواج ہے۔ کہیں ثابت ہے۔ یا نہیں؟

ارشاد۔ حدیث شریف میں لُٹنے کا حکم ہے۔ اور لُٹانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ اور یہ حدیث شریف دار قطنی و بیہقی و طحاوی سے مروی ہے ✣

عرض۔ خضاب سیاہ اگر وسمہ سے ہو تو کیسا ہے؟

ارشاد۔ وسمہ سے ہو یا قسمہ سے سیاہ خضاب حرام ہے ✣

عرض۔ کوئی صُورت بھی اِس کے جواز کی ہے؟

ارشاد۔ ہاں جہاد کی حالت میں جائز ہے ✣

عرض۔ اگر جوان عورت سے ضعیف نکاح کرنا چاہے۔ تو خضاب سیاہ کر سکتا ہے۔ یا نہیں؟

ارشاد۔ بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا ✣

عرض۔ بعض کتب میں ہے کہ وقت شہادت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسمہ کا خضاب تھا ✣

ارشاد۔ حضرت امام حسن و حسین و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم خضاب وسمہ کا کیا کرتے تھے۔ کہ یہ سب حضرات مجاہدین تھے ✣

عرض۔ نماز قصر نہ تھی۔ اور قصر پڑھی تو اِعادہ ہوگا۔ یا نہیں؟

ارشاد۔ ضرور اعادہ ہوگا۔ کہ بسرے

سے نماز ہی نہ ہوئی ۔

عرض ۔ ایک گاؤں میں مسجد بالکل ویرانہ میں ہے اس کے متصل ایک کمہار کا مکان ہے۔ مسجد مذکور میں نماز بھی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے اردگرد لوگ کوڑہ وغیرہ ڈالتے ہیں۔ وہ کمہار زمینِ مسجد کو خریدنا چاہتا ہے۔ آیا اُس کی بیع ہو سکتی ہے۔ یا نہیں؟

ارشاد ۔ حرام ہے اگرچہ زمین کے برابر سونا دے۔ مسجد کے لئے جو لوگ ایسا کریں اُنکی نسبت قرآن عظیم فرماتا ہے لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۔ دُنیا میں اُن کے لئے رسوائی ہے۔ اور آخرت میں بڑا عذاب ۔

عرض ۔ نمازِ جنازہ کی تعجیل سے کیا مراد ہے؟

ارشاد ۔ غسل و کفن کے بغیر تو نماز پڑھ سکتے ہی نہیں۔ ہاں اس کے بعد تاخیر نہ کرے۔ بعض لوگ شبِ جمعہ میں جس کا انتقال ہوا۔ میت کو تا نمازِ جمعہ رکھے رہتے ہیں کہ آدمیوں کی نماز میں کثرت ہو جائے۔ یہ ناجائز ہے۔ اور اسکی تصریح کُتبِ فقہ میں موجود ہے۔ اور اگر قبر تیار ہونے سے پیشتر کسی عُذر سے تاخیر کی جائے۔ تو حرج نہیں ۔

عرض ۔ مُردہ کے ساتھ مٹھائی قبرستان میں چیونٹیوں کے ڈالنے کے لئے لیجانا کیسا ہے؟

ارشاد ۔ ساتھ لیجانا روٹی کا جس طرح علمائے کرام نے منع فرمایا ہے ویسے ہی مٹھائی ہے۔ اور چیونٹیوں کو اس نیّت سے ڈالنا کہ میت کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ یہ محض جہالت ہے۔ اور یہ نیّت نہ بھی ہو۔ تو بھی بجائے اس کے مساکین صالحین پر تقسیم کرنا بہتر ہے (پھر فرمایا) مکان پر جس قدر چاہیں۔ خیرات کریں۔ قبرستان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ اناج تقسیم ہوتے وقت بچے اور عورتیں وغیرہ غُل مچاتے ہیں۔ اور مُسلمانوں کی قبروں پر دوڑتے پھرتے ہیں

عرض - معمولی چھینٹ جس کے پاجامے عورتوں کے ہوتے ہیں - خوشدامن کا پاجامہ ایسی چھینٹ کا ہو - اُس پر سے اُس کے جسم کو ہاتھ بشہوت لگ گئے - تو کیا حکم ہے؟

ارشاد - اگر ایسا کپڑا ہے کہ حرارت جسم کی نہ معلوم ہو - تو خیر - ورنہ حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی +

عرض - یہ جو مولود شریف کی بعض کُتب میں لکھا ہے - کہ جس رات آمنہ خاتون حاملہ ہوئیں - دو سو عورتیں رشک حسد سے مر گئیں - یہ صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد - اِس کی صحت معلوم نہیں البتہ چند عورتوں کا بہ تمنّائے نُورِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مر جانا ثابت ہے +

عرض - اسقاط کی حالت میں چند سیر گندم اور قرآن عظیم دیا جاتا ہے - اِس میں کُل کفارہ ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

ارشاد - جتنی قیمت قرآن عظیم کی بازار میں ہے - اُتنے کا کفارہ ادا ہو جائے گا +

عرض - ثمن کے اندر عاقدین مختار ہیں - جتنا چاہیں طے کر لیں

ارشاد - یہاں یہ کہ صدقہ دیا جارہا ہے - وُہی بازار کے بھاؤ کا اعتبار ہو گا +

عرض - خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سُنت ہے - یا کیا؟

ارشاد - اختلاف ہے علماء کا بعض کہتے ہیں سُنت ہے - اور بعض مکروہ بتاتے ہیں +

عرض - سُنت و مکروہ میں تعارض ہو - تو کیا کرنا چاہیئے؟

ارشاد - ترک اَولیٰ ہے - جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے - کہ سُنت ہے - اور محیط ہی میں ہے کہ مکروہ ہے - اِسی کو ہندیہ میں نقل کیا ہے +

عرض - دیہات میں جمعہ نہ پڑھنے

کے مسائل و رسائل علماء نے لکھے ہیں۔ اس سے اہلِ دیہات بہت پریشان ہیں۔

ارشاد۔ مذہبِ حنفی میں جمعہ و عیدین جائز نہیں۔ لیکن جہاں قائم ہے۔ وہاں منع نہ کیا جائے۔ اور جہاں نہیں ہے۔ وہاں قائم نہ کیا جائے۔ آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا۔ ایسی صورت میں جُہلا جمعہ تو جمعہ ظہر بھی چھوڑ دینگے اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی سے خوف کرنا چاہیے۔ مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے منقول ہے۔ کہ ایک شخص کو طلوعِ آفتاب کے وقت نفل پڑھتے ہوئے دیکھ کر منع نہ فرمایا۔ جب وہ پڑھ چکا۔ تو مسئلہ تعلیم فرمادیا۔

عرض۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قسم کھا کر خلاف کرنے سے کفارہ لازم آئے گا۔ یا نہیں؟

ارشاد۔ نہیں۔

عرض۔ قسم حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کھانا جائز ہے؟

ارشاد۔ نہیں۔

عرض۔ کیا بے ادبی ہے؟

ارشاد۔ ہاں۔

عرض۔ خلال تانبہ پیتل کا گلے میں لٹکانا کیسا ہے؟

ارشاد۔ ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ تعلیق کے حکم میں ہے۔ ویسے جائز ہے۔ اور سونے چاندی کا حرام ہے بلکہ عورتوں کو بھی ایسے ہی چاندی سونے کے ظرف میں کھانا ناجائز ہے۔ اور گھڑی کی چین (زنجیری) بھی۔ عام ازیں کہ چاندی کی ہو۔ یا پیتل کی۔ ہاں ڈورا باندھ سکتا ہے

عرض۔ جوان غیر محرم عورتوں کے سلام کا جواب دینا چاہئے۔ یا نہیں؟

ارشاد۔ دل میں جواب دے۔

عرض۔ اگر غائبانہ نامحرم کو سلام کہلائے؟

ارشاد۔ یہ بھی ٹھیک نہیں ؎
بسا کیں آفت از گفتار خیزد

عرض۔ سُنت الفجر اول وقت پڑھے۔ یا متصل فرضوں کے؟

ارشاد۔ اول وقت پڑھنا اولیٰ ہے۔ حدیث شریف میں ہے جب انسان سوتا ہے۔ شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ جب صبح اُٹھتے ہی وہ (انسان) رب عزوجل کا نام لیتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ اور وضو کے بعد دُوسری۔ اور جب سنتوں کی نیت باندھی تیسری بھی کھل جاتی ہے۔ لہٰذا اول وقت سُنتیں پڑھنا اولےٰ ہے +

عرض۔ ظہر کے وقت بغیر سُنت پڑھے امامت کر سکتا ہے؟

ارشاد۔ بلا عذر ٹھیک نہیں +

عرض۔ سُنت جمعہ اگر خطبہ شروع ہونے کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو بعد نماز جمعہ پڑھے۔ یا نہیں؟

ارشاد۔ پڑھے۔ اور ضرور پڑھے +

عرض۔ بعض جگہ دستور ہے۔ کہ مُسلمان ہندو کی آڑت میں مال فروخت کرتا ہے اور اس صُورت میں ہندو کو کمیشن دینا پڑتا ہے۔ اور وہ لوگ کمیشن کے ساتھ چار آنے سینکڑہ اس بات کا لیتے ہیں۔ کہ اس رقم کا اناج خرید کر کبوتروں کو ڈالا جائے گا۔ یہ دینا جائز ہے۔ یا نہیں؟

ارشاد۔ اگر جانوروں کے لئے لیں تو کچھ حرج نہیں۔ البتہ بُت وغیرہ کے لئے ناجائز ہے +

عرض۔ دست غیب و کیمیا حاصل کرنا کیسا ہے؟

ارشاد۔ دست غیب کے لئے دُعا کرنا محال عادی کے لئے دُعا کرنا ہے۔ جو مثل محال عقلی و ذاتی کیلئے حرام ہے + اور کیمیا تضیع مال ہے اور مال کا ضائع کرنا حرام ہے۔ اور آجتک یہ ثابت نہیں ہُوا کہ کسی نے بنائی ہو۔ کتاب سیط کفیہ اکے

اَلْمَاۗءِ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ (جیسے
کوئی شخص اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے
پانی کی طرف بیٹھا ہُوا۔ اور وہ پانی
اِس طرح اُسے پہنچنے والا نہیں)
واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اَعلم بحقیقتہٖ +

اور دستِ غیب جو قرآنِ عظیم میں
ارشاد ہے اُس کی طرف لوگوں کو
توجّہ ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا
وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
(جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (پرہیزگار
ہے) اللہ عزّ وجلّ اُس کے لئے فرما
دیتا ہے۔ اور اُسے روزی پہنچاتا ہے
وہاں سے جہاں کا اُسے گمان بھی
نہیں ہوتا)
يَتَّقِ اللّٰهَ پر عمل نہیں۔ ورنہ حقیقۃً
سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے +

میرے ایک دوست مدینہ
طیبہ کے رہنے والے جن کا مدینہ
منورہ سے بھیجا ہُوا ایک خط اتوار
کے روز مجھے ملا۔ جس میں پچاس

روپیہ کی طلب تھی۔ بدھ کے روز
یہاں سے ڈاک جاتی تھی۔ جو ہفتہ
کے روز ڈاک کے جہاز میں روانہ
ہو جاتی تھی۔ پیر کے دِن تو مجھے
خیال ہی نہ رہا۔ منگل کے روز یاد
آیا۔ دیکھا۔ تو اپنے پاس پانچ پیسے
بھی نہیں۔ وُہ دِن بھی ختم ہُوا۔
نمازِ مغرب پڑھکر حسبِ معمول
استنجے کو گیا۔ اور یہ فکر کہ کل بُدھ
ہے۔ اور ابھی تک روپیہ کی کوئی
سبیل نہیں ہوئی۔ مَیں نے سرکار
میں عرض کی کہ حضور ہی بھیجنا
ہیں۔ عطا فرمائے جائیں۔ کہ باہر
سے حسنین (اعلیحضرت کے بھتیجے)
نے آواز دی۔ "سیٹھ ابراہیم بمبئی
سے ملنے آئے ہیں"۔ مَیں باہر
آیا۔ اور ملاقات کی۔ چلتے وقت
اکیاون ۵۱ روپیہ اُنہوں نے دیئے
حالانکہ ضرورت صرف پچاس روپیہ
کی تھی۔ یہ اکیاون یوں تھے۔ کہ
ایک روپیہ فیس منی آرڈر کا بھی

تو دینا پڑتا تھا۔ غرض صبح کو فوراً منی آرڈر کر دیا ✦ (مؤلف)

یہ ہے۔ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

عرض۔ ادنےٰ درجہ علمِ باطن کیا ہے؟

ارشاد۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ایک بار سفر کیا۔ اور وہ علم لایا۔ جسے خواص و عوام سب نے قبول کیا۔ دوبارہ سفر کیا۔ اور وُہ علم لایا۔ جسے خواص نے قبول کیا۔ عوام نے نہ مانا۔ سہ بارہ سفر کیا۔ اور وہ علم لایا۔ جو خواص و عوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ یہاں سفر سے سَیر اقدام مراد نہیں۔ بلکہ سیر قلب ہے اُن کے علم کی تو یہ حالت ہے۔ اور ادنےٰ درجہ اُن سے اعتقاد اُن پر اعتماد و تسلیم ارشاد جو سمجھ میں آیا فبہا۔ ورنہ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ حضرت شیخ اکبر اور اکابرِ فن نے

فرمایا ہے۔ کہ ادنےٰ درجہ علمِ باطن کا یہ ہے۔ کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے۔ کہ اگر نہ جانتا۔ تو اُن کی تصدیق نہ کرتا۔ نیز حدیث شریف میں فرمایا ہے اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَکُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِکَ۔ صبح کر اس حالت میں کہ تُو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے۔ یا عالم کی باتیں سیکھتا ہے۔ یا ادنےٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے۔ اور پانچواں نہ ہونا۔ کہ تُو ہلاک ہو جائیگا۔

عرض۔ کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے؟

ارشاد۔ غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے ✦

عرض۔ عالم کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد۔ عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پُورے طور پر آگاہ ہو۔ اور مُستقل ہو۔ اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی

کی مدد کرے ۔

عرض ۔ کتب بینی ہی سے علم حاصل ہوتا ہے ؟

ارشاد ۔ یہی نہیں ۔ بلکہ علم افواہ رجال سے بھی حاصل ہوتا ہے ۔

عرض ۔ حضور مجاہدہ میں عمر کی قید ہے ؟

ارشاد ۔ مجاہدے کے لئے کم از کم اسی برس درکار ہوتے ہیں ۔ باقی طلب ضرور کی جائے ۔

عرض ۔ ایک شخص اسی برس کی عمر سے مجاہدات کرے ۔ یا اسی برس مجاہدہ کرے ؟

ارشاد ۔ مقصود یہ ہے ۔ کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے ۔ اسی طریقہ پر اگر چھوڑیں ۔ اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کر دے ۔ تو اس راہ کی قطع کو اسی برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے ۔ تو ایک آن میں نصرانی ابدال کر دیا جاتا ہے ۔ اور صدق نیت کے ساتھ جو مشغول مجاہدہ ہو ۔ تو امداد الٰہی ضرور کار فرما ہوتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے **وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا** ۔ یعنے وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے ۔

تمت

(گلزار عالم پریس لاہور)

مجموعہ مبارکہ جامع مسائل فرودیہ حاوی احکام شرعیہ معدن برکات لطیفہ یعنی

احکامِ شریعت حصّہ سوم

مشتمل بر بعض فتاوی حضور پر نور اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۰ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰینَا وَشَفِیْعِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مسئلہ ۱ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ تاش وشطرنج کھیلنا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب - دونوں ناجائز ہیں۔ اور تاش زیادہ گناہ وحرام۔ کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔ وَمَسْئَلَۃُ الشِّطْرَنْجِ مَبْسُوْطَۃٌ فِی الدُّرِّ وَغَیْرِھَا مِنَ الْحَظْرِ وَالشَّھَادَاتِ وَالصَّوَابُ اِطْلَاقُ الْمَنْعِ کَمَا اَوْضَحَہٗ فِیْ رَدِّ الْمُحْتَارِ - وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

مسئلہ ۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس

مسئلہ میں کہ سود اور رشوت کا مال توبہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور اس کے یہاں نوکری کرنا۔ اور کھانا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ❖

الجواب - زبانی توبہ سے حرام مال پاک نہیں ہو سکتا۔ بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے۔ کہ جس جس سے مال لیا ہے۔ اُنہیں واپس دے۔ اگر وہ نہ رہے ہوں۔ تو اُن کے وارثوں کو دے۔ اگر اُن کا بھی پتہ نہ چلے۔ تو اتنا مال تصدق کر دے۔ بے اس کے گناہ سے برأت نہیں ❖ اُس کے یہاں نوکری کرنا۔ تنخواہ لینا۔ کھانا جائز ہے جبکہ وہ چیز جو اسے دے۔ اُس کا بعینہٖ مال حرام ہونا نہ معلوم ہو۔ کَمَا فِی الْهِنْدِیَّةِ عَنِ الذَّخِیْرَةِ عَنْ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ❖ وَ اللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ ❖

مسئلہ ۳ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ زید انگریزی ٹوپی یعنی ہیٹ استعمال نہیں کرتا ہے۔ مگر پتلون پہنتا ہے۔ اور پتلون پر ترکی ٹوپی پہنتا ہے۔ یہ لباس درست ہے۔ یا نہیں۔ بیّنوا۔ توجروا ❖

الجواب - دربارۂ لباس اصل کلی یہ ہے کہ جو لباس جس جگہ کفار یا مبتدعین یا فسّاق کی وضع ہے۔ اپنے اختصاص و شعاریت کی مقدار پر مکروہ یا حرام - یا بعض صورت میں کفر تک ہے۔ حدیقہ ندیہ میں فرمایا۔ لُبْسُ زِیِّ الْاِفْرَنْجِ کُفْرٌ عَلَی الصَّحِیْحِ - ہیٹ اِسی قسم میں ہے۔ اور پتلون قسم اوّل میں۔ اور دوسرے ملک میں کسی اسلامی قوم کی وضع ہونا کافی نہیں۔ جبکہ اس ملک میں کفار یا فساق کی وضع ہو - فَاِنَّ لِکُلِّ بَلْدَةٍ عَوَائِدَ هَا خُصُوْصًا اس حالت میں کہ ترکوں نے بھی یہ وضع بہت قریب زمانہ سے اختیار کی اور وہ بھی نہ طوعًا بلکہ جبرًا سلطان محمود خاں کے زمانہ میں سلطنت کی طرف سے اس پر مجبور کیا گیا۔ اور ینگچری فوج نے اِس پر مخالفت کی۔ اور کُشت

وقوع واقع ہوا۔ بالآخر بمجبوری مانی۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم ✦

مسئلہ ۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بوسہ دینا قبرِ اولیائے کرام اور طواف کرنا گردِ قبر کے۔ اور سجدہ کرنا تعظیماً از روئے شرع شریف موافق مذہب حنفی جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب ✦

الجواب۔ بلاشبہ وشک غیرِ کعبہ معظمہ کا طوافِ تعظیمی ناجائز ہے۔ اور غیرِ خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہے۔ اور احوط منع ہے خصوصاً مزاراتِ طیبہ اولیائے کرام کہ ہمارے علما نے تصریح فرمائی۔ کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو۔ یہی ادب ہے۔ پھر تقبیل (بوسہ دینا) کیونکر متصور ہے؟ یہ وہ ہے جس کا فتوے عوام کو دیا جاتا ہے۔ اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ لِكُلِّ مَقَامٍ مَقَالٌ وَلِكُلِّ مَقَالٍ رِجَالٌ وَلِكُلِّ رِجَالٍ مَجَالٌ وَلِكُلِّ مَجَالٍ مَنَالٌ نَسْأَلُ اللّٰهَ حُسْنَ الْمَآلِ وَعِنْدَهٗ الْعِلْمُ بِحَقِيْقَةِ كُلِّ حَالٍ ۔ واللّٰہ سُبحٰنہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

مسئلہ ۵۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ نقالوں کو دینا جیسا کہ تقریبِ نکاح وغیرہ میں آتے ہیں۔ اور گھیرتے ہیں اور مانگتے ہیں۔ ان کو شرعاً جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ اگر انہیں ممنوعاتِ شرعیہ سے اپنے یہاں باز رکھا جائے۔ اور بغیر کسی امرِ ممنوعِ شرعی کی اجرت کے احساناً دیا جائے۔ تو جائز ہے۔ بلکہ اگر اس نیت سے دیں۔ کہ یہ مسلمان اس مالِ حلال کو پاکر اکلِ حلال سے بہرہ مند ہوں۔ اور شاید اس کی برکت سے اللہ تعالٰی اُن کو توبہ نصیب فرمائے۔ تو محمود وحسن باعثِ اجر ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی زَانِیَۃٍ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی سَارِقٍ

اسپر شاہد عدل ہے۔ اس صورت میں دینے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال طیب ہے۔ عالمگیری وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ اور اگر یہ صورت ہے۔ کہ نہ دے گا۔ تو اُسے مطعون کرتے پھریں گے۔ اس کا مضحکہ اڑائیں گے نقل بنائیں گے۔ جیسا کی اُن کی عادات سے معروف ومشہور ہے۔ تو اس صورت میں بھی اپنے تحفظ کے لئے دینا جائز وحلال ہے۔ اگرچہ انھیں لینا حرام ہے۔ اس کے جواز پر وہ حدیث شاہد ہے۔ کہ ایک شاعر نے بارگاہ رسالت میں آکر سوال کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ارشاد فرمایا۔ اِقْطَعْ عَنِّیْ لِسَانَہٗ۔ میری طرف سے اُس کی زبان کاٹ دے۔ اس کا جواز مصرح ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۷ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصل آم آتی ہے۔ تو باغوں کو جاکر آم کھاتے ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں۔ اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں۔ آیا یہ فعل اُن کا کیسا ہے؟ جائز ہے۔ یا ناجائز۔ اور برتقدیر عدم جواز کے حرام ہے۔ یا بدعت ہے۔ یا مکروہ۔ اور برتقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے۔ یا سیئہ؟

بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ گٹھلیاں مارنا ناجائز وممنوع ہے۔ مسند امام احمد وصحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی۔ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَذْفِ وَقَالَ اِنَّہٗ لَا یَقْتُلُ الصَّیْدَ وَلَا یَنْکَاُ الْعَدُوَّ وَاِنَّہٗ یَفْقَؤُ الْعَیْنَ وَیَکْسِرُ السِّنَّ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے غلا یا گٹھلی یا کنکری پھینک کر مارنے سے منع کیا۔ اور فرمایا اس سے نہ دشمن برباد ہو سکے۔ نہ جانور کا شکار۔ اس کا نتیجہ یہی ہے۔ کہ آنکھ پھوڑ دے۔ یا دانت توڑ دے۔ فی التیسیر الخذف مجمتین رقاء الرمی بحصاۃ او نواۃ لانہ یفقؤ العین ولا یقتل الصید۔ اور صرف چھلکوں سے ہم مرتبہ لوگ نادرا محض تطیب قلب کے طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں۔ جس میں اصلاً کسی یا چشم وغیرہ کا ضرر حائل یا لاحق نہ ہو مباح ہے۔ عالمگیری میں ہے۔ قال القاضی الامام ملک الملوک اللعب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیخ بان یضرب بعضھم بعضا مباح غیر مستنکر کذا فی جواھر الفتاوی فی الباب السادس عوارف المعارف شریف میں ہے۔ بکر بن عبد اللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتبادحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانوا ھم الرجال یقال بدح یبدح اذا رمی ای یترامون بالبطیخ ذکرہ قدس سرہ فی الباب الثلثین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۷۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل اور بکرے کو خصی کرنا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بینوا۔ توجروا۔

الجواب۔ بالاتفاق جائز ہے۔ کہ اس میں منفعت ہے خصی کا گوشت بہتر ہوتا ہے۔ اور خصی بیل محنت کی زیادہ برداشت کرتا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے۔ کہ اگر جانور کے خصی کرنے میں واقعی کوئی منفعت یا دفع مضرت مقصود ہو۔ تو مطلقاً حلال۔ اگرچہ جانور غیر ماکول اللحم ہو۔ مثلاً بلی وغیرہ۔ ورنہ حرام ہے۔ اسی اصل کی بنا پر ہمارے علما گھوڑے کو

خصی کرنا بھی جائز جانتے ہیں جب کہ مقصود دفعِ شرارت ہو۔ اگرچہ بعض منع فرماتے ہیں۔ لِمَا فِيْهِ مِنْ تَقْلِيْلِ اٰلَةِ الْجِهَادِ اَقُوْلُ اَلْمَوْجُوْدُ لَا يُعْدَمُ وَالْمَوْهُوْمُ لَا يُعْتَبَرُ اَلَا تَرٰى اَنَّ الْعَزْلَ يَجُوْزُ عَنِ الْاَمَةِ مُطْلَقًا وَعَنِ الْحُرَّةِ بِاِذْنِهَا بِخِلَافِ الْاَكْلِ فَاِنَّ فِيْهِ اِعْدَامَ مَوْجُوْدٍ۔ ہاں آدمی کا خصی کرنا بالاجماع مطلقاً حرام ہے۔ درمختار میں ہے۔ وَجَازَ خِصَاءُ الْبَهَائِمِ حَتَّى الْهِرَّةِ وَاَمَّا خِصَاءُ الْاٰدَمِيِّ فَحَرَامٌ وَالْفَرَسُ وَقَيَّدَهٗ بِالْمَنْفَعَةِ وَاِلَّا فَحَرَامٌ ردالمحتار میں ہے۔ قوله قِيْلَ وَالْفَرَسُ ذَكَرَ شَمْسُ الْاَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيُّ اَنَّهٗ لَا بَاْسَ بِهٖ عِنْدَ اَصْحَابِنَا۔ وَذَكَرَ شَيْخُ الْاِسْلَامِ اِنَّهٗ حَرَامٌ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۸ ۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ وہابیوں کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھانا کیسا ہے؟ اور جو اُن کے پاس اپنے لڑکوں کو پڑھنے کے لئے بھیجے۔ اُس کے لئے کیا حکم ہے؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب ۔ حرام۔ حرام۔ حرام۔ اور جو ایسا کرے بدخواہِ اطفال مُبتلائے آثام۔ قال اللہ تعالےٰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۹ ۔کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزوں کی نوکری سلائی کے کام کی کرنا۔ یا اُن کا کپڑا مکان پر لاکر سینا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا ۔

الجواب ۔ انگریزوں کی سلائی کی نوکری کرنے۔ یا گھر پر لاکر اُن کا کپڑا

سینے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی محذور شرعی پر مشتمل نہ ہو۔ فتاوے قاضی خاں میں ہے۔ آجَرَ نَفْسَہٗ مِنْ نَصْرَانِیٍّ اِنِ اسْتَاْجَرَہٗ لِعَمَلٍ غَیْرِ الْخِدْمَۃِ جَازَ الخ وَتَمَامُہٗ فِیْ غَمْزِ الْعُیُوْنِ۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ ؁

مسئلہ ۱۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جھوٹے کام کا جوتا مردوں کو پہننا جائز ہے۔ یا نہیں؟ بَیِّنُوْا۔ تُوْجَرُوْا ؁

الجواب۔ یہ جزیہ کتب متداولہ فقہ میں فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہٗ کی نظر سے نہ گذرا۔ مگر ظاہر یہ ہے۔ والعلم عند اللہ کہ جھوٹے کام کا جوتہ مرد وزن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہئے۔ فَاِنَّ الْمَنْسُوْجَ کَغَیْرِہٖ وَلَا شَکَّ اِنَّ النِّعَالَ مِنْ اَنْوَاعِ الْمَلْبُوْسَاتِ وَالنِّسَآءُ وَالرِّجَالُ سَوَاءٌ فِیْ کَرَاھَۃِ لُبْسِ النُّحَاسِ۔ ہاں سچے کام کا جوتہ عورتوں کے لئے مطلقًا جائز۔ اور مردوں کے واسطے بشرطیکہ مغرق نہ ہو۔ نہ اُس کی کوئی بوٹی چار انگل سے زیادہ کی ہو۔ یعنی اگر متفرق کام کا ہے۔ اور ہر بوٹی چار انگل یا کم کی ہے۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگرچہ جمع کرنے سے چار انگل سے زیادہ ہو جائے خلاصہ یہ ہے۔ کہ جوتی اور ٹوپی کا ایک ہی حکم ہونا چاہئے۔ وَفِی الْفَتَاوٰی الْھِنْدِیَۃِ یُکْرَہُ اَنْ یَّلْبَسَ الذُّکُوْرُ قَلَنْسُوَۃً مِّنَ الْحَرِیْرِ اَوِ الذَّھَبِ اَوِ الْفِضَّۃِ اَوِ الْکِرْبَاسِ الَّذِیْ خِیْطَ عَلَیْہِ اِبْرِیْسَمٌ کَثِیْرًا۔ وَشَیْءٌ مِنَ الذَّھَبِ اَوِ الْفِضَّۃِ اَکْثَرُ مِنْ قَدْرِ اَرْبَعِ اَصَابِعَ اِنْتَھٰی قَالَ الْعَلَّامَۃُ الشَّامِیُّ وَبِہٖ یُعْلَمُ حُکْمُ الْعَرَاقِیَّۃِ الْمُسَمَّاۃِ بِالطَّاقِیَّۃِ۔ فَاِذَا کَانَتْ مُنَقَّشَۃً بِالْحَرِیْرِ وَکَانَ اَحَدُ نُقُوْشِھَا اَکْثَرَ مِنْ اَرْبَعِ اَصَابِعَ لَا تَحِلُّ وَاِنْ کَانَ اَقَلَّ تَحِلُّ وَاِنْ

زَادَ مَجْمُوْعُ نُقُوْشِهَا عَلٰى اَرْبَعِ اَصَابِعَ بِنَاءً عَلٰى مَا مَرَّ مِنْ اَنَّ ظَاهِرَ المذهب عدم جميع المتفرق انتهى - وَقَدْ قَالَ الْعَلَّامَةُ الشَّامِيُّ اَيْضًا اِنْ قَدِ اسْتَوٰى كُلٌّ مِّنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْحَرِيْرِ فِي الْحُرْمَةِ فَتَرْخِيْصُ الْحَرِيْرِ تَرْخِيْصُ غَيْرِهٖ اَيْضًا بِدَلَالَةِ الْمُسَاوَاتِ وَيُؤَيِّدُ عَدَمُ الْفَرْقِ مَا مَرَّ مِنْ اِبَاحَةِ الثَّوْبِ الْمَنْسُوْجِ مِنْ ذَهَبٍ اَرْبَعَةَ اَصَابِعَ اھ مُخَلَّصًا فَافْهَمْ وَتَثَبَّتْ اِذْ بِهٖ تَحَرَّرَ مَا كَانَ الْعَلَّامَةُ الطَّحْطَاوِيُّ مُتَوَقِّفًا فِيْهِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ جَلَّ مَجْدُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ ؎

مسئلہ ۱۱ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ شوہر اپنی بی بی اور بی بی اپنے شوہر کی میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا چھونا کیسا ہے؟ یعنی مرد اپنی عورت کو۔ اور عورت اپنے شوہر کو چھو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا۔ توجروا ؎

الجواب - زن وشوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً جائز ہے۔ حتیٰ کہ فرج وذکر کو بہ نیت صالحہ موجب ثواب واجر ہے کما نص علیہ سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ البتہ بحالت حیض ونفاس زیر ناف زن سے زیر زانو تک چھونا منع ہے علی قول الشیخین رضی اللہ تعالے عنہما۔ وبہ یفتی۔ اسی طرح اور عوارض خاصہ مثل صوم واعتکاف واحرام وغیرہا کے باعث ان عوارض تک ممانعت ہوجاتی ہے ؎

اور شوہر بعد وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے۔ مگر اس کے بدن کو چھونے کی اجازت نہیں۔ لانقطاع النکاح بالموت۔ اور عورت

جب تک عدت میں ہے اپنے شوہر مردہ کا بدن چھو سکتی اور اسے غسل دے سکتی ہے جبکہ اس سے پہلے بائن نہ ہو چکی ہو۔ لبقاءِ النکاح نص علیہا بالعدۃ نص علی ذٰلک فی تنویر الابصار والدر المختار وغیرہما من معتمدات الاسفار واللّٰہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم ⁂

مسئلہ ۱۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جا کر کاپی نویسی کرتے ہیں - یا پریس میں ہیں - یا اُن کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں - حالانکہ اُن پرچوں میں قرآن کریم اور رسولِ رحیم پر کھلے کھلے اعتراض و الزام ہوتے ہیں - اور خدا وندِ عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے ہیں - رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نعوذ باللہ ......عہ...... اور علمائے متقدمین و متاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں - جن کی شاہد سماجی کتب ترکِ اسلام - تہذیب الاسلام آریہ مسافر جالندھر - آریہ مسافر میگزین مسافر بہرائچ - آریہ پتر بریلی - ستیارتھ پرکاش موجود ہیں - نمونہ کے طور سے چند الفاظ نقل ذیل ہیں -

ستیارتھ پرکاش

عہ ....

عہ اس جگہ الفاظ کفریہ ملعونہ تھے - لہٰذا بیاض چھوڑ دی گئی ۱۲ عہ یہاں بھی سطور ملعونہ تھیں ۱۲

مسافر بہرائچ

لہ ....

لہ اِس مقام پر بھی کلماتِ خبیثہ تھے - لہٰذا نقل نہ کئے گئے - اقول تعجب اور نہایت تعجب اُن مسلمانوں سے جو کاپی نویسی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۲۶۶)

آیا اُن مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے۔ اور وہ مسلمان سمجھے جائیں۔ ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنانِ خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں۔ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے۔ اور اُن کے ساتھ شرکتِ نکاح جائز ہے۔ یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیے۔ اللہ تعالٰی اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

الجواب۔ اللہ عزّ وجلّ اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ ناپاک و ملعون کلمات نہ دیکھے۔ کہ جب سوال کی اُس سطر پر آیا جس سے معلوم ہُوا۔ کہ آگے کلمات بعینہٖ ملعونہ نقل ہوں گے۔ اُن پر نگاہ نہ کی۔ نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے۔ باحتیاط دیکھیں۔ ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا۔ اور نادانستگی میں نظر پڑا۔ وُہی مسلمان کے دِل پر زخم کو کافی ہے۔ اب کہ جواب لکھ رہا ہوں۔ کاغذ تہ کر لیا ہے کہ اللہ تعالٰی ملعونات کو نہ دکھائے۔ نہ سُنائے۔ جو نام کے مسلمان کتابی نویسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۵) و تصحیح ایسی ناشائستہ کتابوں کی کرتے ہیں۔ اور ایسے سچے پکے قائم بالحق مسلمان بھی تو ہیں جو اِن کتابوں کی جلدیں تک نہیں باندھتے چنانچہ بعدار سال اسی سوال کے سائل صاحب راقم کے پاس آئے۔ اور دو کتابیں آریہ کی اُن کے ہاتھ میں تھیں۔ اس میں سے انہوں نے ایک ایک مقام سے کچھ پڑھکر سُنایا۔ ایک کتاب میں یہی قصہ منقول تھا۔ کہ ایک کتاب آریہ نے اپنے مذہب کی کتابیں ایک مسلمان کو مجلد کرنے کو دیں۔ مگر اُس نے اسی بنا پر کہ یہ کفر کی کتابیں ہیں۔ جلد باندھنے سے انکار کر دیا جس پر اس آریہ کو بڑا غصہ آیا۔ مختصرا (مولوی نواب سلطان احمد خاں (صاحب) ناقل فتوے۔

کرتے ہیں۔ اور اللہ عزّوجلّ و قرآنِ عظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسی ملعون کلمات۔ ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے۔ یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں۔ اُن سب پر اللہ عزّوجلّ کی لعنت اُترتی ہے۔ وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں۔ قہرِ الٰہی کی آگ اُن کے لئے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں۔ تو اللہ کے غضب میں۔ اور شام کرتے ہیں۔ تو اللہ کے غضب میں۔ اور خاص جس وقت اُن ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے قلم سے لکھتے۔ مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے۔ یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں۔ ہر کلمہ پر اللہ عزّوجلّ کی سخت لعنتیں ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں اُن پر اُترتی ہیں ٭

یہ میں نہیں کہتا۔ قرآن فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو۔ اُن پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں۔ اللہ نے اُن کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب ٭

اُن ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اُس خبیث کا ہے۔ جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دیتے یا چھاپ دیتے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے۔ زید کسی دُنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے۔ تو ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں۔ کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے۔ مگر اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب و لعنت و عتاب کی کیا پروا ہے۔ یقیناً یقیناً کاپی لکھنے والا۔ پتھر

بنانے والا۔ چھاپنے والا۔ کل چلانے والا غرض جانکر کہ اُس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اُس میں اعانت کرنے والا ایک ہی رسّی میں باندھ کر جہنّم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں۔ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے:۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ گناہ اور حدسے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔ مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ لِيُعِيْنَهٗ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ۔ جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اُس کی مدد دینے چلا۔ وہ یقیناً اسلام سے نکل گیا۔ یہ اُس ظالم کے لئے ہے جو گرہ بھر زمین یا چار پیسے کسی کے دبالے۔ یا زید عمرو کسی کو ناحق سخت سُست کہے۔ اُس کے مددگار کے لئے ارشاد ہوا۔ کہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ نہ کہ یہ اشد ظالمین جو اللہ تعالےٰ اور رسول صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان باتوں میں اُن کا مددگار کیونکر مسلمان رہ سکتا ہے؟۔ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَالضِّيَاءُ فِيْ صَحِيْحِ مُخْتَارِهٖ عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ۔ طریقہ محمّدیہ اور اُس کی شرح حدیقہ ندیہ میں ہے مِنْ آفَاتِ الْيَدِ كِتَابَةُ مَا يَحْرُمُ تَلَفُّظُهٗ مِنْ شِعْرِ الْمُجُوْنِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْقَذْفِ وَالْقَصَصِ الَّتِيْ فِيْهَا نَحْوُ ذٰلِكَ وَالْاَهَاجِيْ نَثْرًا وَنَظْمًا وَالْمُصَنَّفَاتُ وَالْمُشْتَمِلَةُ عَلٰى مَذَاهِبِ الْفِرَقِ الضَّالَّةِ فَاِنَّ الْقَلَمَ اِحْدَى اللِّسَانَيْنِ فَكَانَتِ الْكِتَابَةُ فِيْ مَعْنَى الْكَلَامِ بَلْ اَبْلَغُ مِنْهُ لِبَقَائِهَا عَلٰى صَفَحَاتِ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ وَالْكَلِمَةُ مَذْهَبٌ فِي الْهَوَاءِ

وَلَا تَبْقٰی اھ مُختصِراً ۔ ایسے اشد فاسق فاجر اگر توبہ نہ کریں۔ تو اُن سے میل جول ناجائز ہے۔ اُن کے پاس دوستانہ اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے۔ پھر مناکحت تو بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ٥

اور جو ان میں اس ناپاک کبیرہ کو حلال بتائے۔ اس پر اصرار و استکبار و مقابلہ شرع سے پیش آئے۔ وہ یقیناً کافر ہے۔ اُس کی عورت اُس کے نکاح سے باہر ہے۔ اُس کے جنازہ کی نماز حرام ہے۔ اُسے مسلمانوں کی طرح غسل دینا۔ کفن دینا۔ دفن کرنا۔ اُس کے دفن میں شریک ہونا۔ اُس کی قبر پر جانا سب حرام ہے۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ ۔ وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

فقیر کے یہاں فتاوٰی مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں۔ میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہدیا ہے۔ کہ اُن ملعون الفاظ کی نقل نہ کریں۔ سُنا گیا ہے۔ کہ سائل کا قصد اس فتوے کے چھاپنے کا ہے۔ درخواست کرتا ہوں۔ کہ اُن ملعونات کو نکال ڈالیں[ا] ۔ اور اُن کی جگہ دو ایک سطریں خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں۔ کہ مسلمانوں کی آنکھیں اُن لعنتی ناپاکیوں کے دیکھنے سے باذنہٖ تعالےٰ محفوظ رہیں۔ فَاللہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۔

[ا] جس وقت حضرت صاحب نے یہ فتوے مرتّب فرما کر بھیجا۔ سائل میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس تحریر حضرت کو دیکھ کر اُسی وقت اُنہوں نے اپنے سوال میں ان ناپاک کلمات پر قلم پھیر دیا۔ اور کہا میں نے صرف دکھانے کے واسطے یہ کلمات سوال میں نقل کر دیئے تھے ۔ ۱۲ س

مسئلہ ۱۳۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نامحرم عورتوں کو اندھے سے پردہ کرنا لازم ہے اس زمانہ میں یا نہیں۔ اور مقتضیٰ احتیاط کیا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب۔ اندھے سے پردہ ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے سے۔ اور اُس کا گھر میں جانا۔ عورت کے پاس بیٹھنا ویسا ہی ہے جیسا آنکھ والے کا۔ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ کبوتر اُڑانا۔ اور پالنا۔ اور مرغ بازی۔ بٹیر بازی۔ کنکیا بازی۔ اور فروخت کرنا کنکیا اور ڈور اور مانجھا جائز ہے۔ یا ناجائز؟ اور ان لوگوں سے سلام علیک کرنا۔ اور سلام کا جواب دینا واجب ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب۔ کبوتر پالنا جائز ہے جب کہ دُوسروں کے کبوتر نہ پکڑے۔ اور کبوتر اڑانا کہ گھنٹوں اُن کو اُترنے نہیں دیتے۔ حرام ہے۔ اور مرغ یا بٹیر کا لڑانا حرام ہے۔ ان لوگوں سے ابتداءً سلام نہ کی جائے۔ جواب دے سکتے ہیں۔ واجب نہیں۔ کنکیا اڑانے میں وقت و مال کا ضائع کرنا ہوتا ہے۔ یہ بھی گناہ ہے۔ اور گناہ کے آلات کنکیا۔ ڈور بیچنا بھی منع ہے اصرار کریں۔ تو ان سے بھی ابتداءً بہ سلام نہ کی جائے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ فاتحہ گیارہویں میں رباعی شریف پڑھنا چاہئے۔ یا نہیں؟

رباعی یہ ہے

سیّد و سلطان فقیر و خواجہ مخدوم و غریب
بادشاہ و شیخ و درویش و ولی مولانا

اور اگر یہ رباعی پڑھنا جائز ہے۔ تو کُل طریقہ فاتحہ گیارھویں شریف کا براہِ مہربانی تحریر فرما دیجئے۔

الجواب۔ یہ رباعی نہ پڑھی جائے۔ اس میں بعض الفاظ خلافِ شانِ اقدس ہیں۔ فاتحہ ایصالِ ثواب کا نام ہے۔ جو کچھ قرآن مجید و درود شریف سے ہو سکے پڑھ کر ثواب نذر کرے۔ اور ہمارے خاندان کا معمول یہ ہے۔ کہ سات بار درود غوثیہ پھر ایک بار الحمد شریف و آیۃ الکرسی سات بار سورۂ اخلاص پھر تین بار درود غوثیہ۔ درود غوثیہ یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ۔ اور فقیر اتنا زائد کرتا ہے وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ وَ ابْنِہِ الْکَرِیْمِ وَ اُمَّتِہِ الْکَرِیْمَۃِ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ ۔ وَ اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۱۶۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حُقّہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے؟ وہ کون حالت اور کس وقت ہے؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے۔ تو یہ پانی بھی آبِ مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں۔ اور اس تیمم سے نماز باطل واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۷۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوتی موزہ پر مسح جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں۔ اُن پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں۔ کہ نہ وہ مجلّد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے۔ نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا۔ نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہنکر قطع مسافت کریں۔ تو شق نہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں۔ ڈھلک نہ آئیں۔ اور اُن پر پانی پڑے۔ تو روک لیں۔ فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے۔ جو پاتابے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں۔ اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھا لیں۔ یا چمڑے تلا لگالیں۔ تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں۔ تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا۔ اور اسی پر فتوے ہے۔ (فِی الْمُنْیَۃِ وَالْغُنْیَۃِ) وَالْمَسْحُ عَلَی الْجَوَارِبِ لَا یَجُوْزُ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَا مُجَلَّدَیْنِ (اَیْ اِسْتَوْعَبَ الْجِلْدُ مَا یَسْتُرُ الْقَدَمَ اِلَی الْکَعْبِ) اَوْ مُنَعَّلَیْنِ (اَیْ جُعِلَ الْجِلْدُ عَلٰی مَا یَلِی الْاَرْضَ مِنْھَا خَاصَّۃً کَالنَّعْلِ لِلرِّجْلِ) وَقَالَا یَجُوْزُ اِذَا کَانَا ثَخِیْنَیْنِ لَا یَشِفَّانِ (فَاِنَّ الْجَوْرَبَ اِذَا کَانَ بِحَیْثُ لَا یُجَاوِزُ الْمَاءُ مِنْہُ اِلَی الْقَدَمِ فَھُوَ بِمَنْزِلَۃِ الْاَدِیْمِ وَالصَّرْمِ فِیْ عَدَمِ جَذْبِ الْمَاءِ اِلٰی نَفْسِہٖ اِلَّا بَعْدَ لَبْثٍ اَوْ ذٰلِکَ بِخِلَافِ الرَّقِیْقِ فَاِنَّہٗ یَجْذِبُ الْمَاءَ وَیُنْفِذُہٗ اِلَی الرِّجْلِ فِی الْحَالِ (وَعَلَیْہِ) اَیْ عَلٰی قَوْلِ اَبِیْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٍ (اَلْفَتْوٰی) وَالثَّخِیْنُ اَنْ یَسْتَمْسِکَ عَلَی السَّاقِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُشَدَّ بِشَیْءٍ) ھٰکَذَا نَسَرَدَہٗ کُلُّھُمْ وَیَنْبَغِیْ اَنْ یُقَیَّدَ

بِمَا إِذَا لَمْ يَكُنْ ضَيِّقًا فَإِنَّهُ يُشَاهَدُ مَا يَكُونُ فِيهِ ضَيِّقٌ
يَسْتَمْسِكُ عَلَى السَّاقِ مِنْ غَيْرِ شَدٍّ وَالْحَدُّ بِعَدَمِ جَذْبِ الْمَاءِ
أَقْرَبُ وَبِمَا يُمْكِنُ فِيهِ مُتَابَعَةُ الْمَشْيِ أَصْوَبُ وَقَدْ ذَكَرَ
نَجْمُ الدِّينِ الزَّاهِدِيُّ عَنْ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ الْحَلْوَانِيِّ إِنَّ الْجَوَارِبَ
مِنَ الْغَزْلِ وَالشَّعْرِ مَا كَانَ رَقِيقًا مِنْهَا لَا يَجُوزُ الْمَسْحُ
عَلَيْهِ اتِّفَاقًا إِلَّا أَنْ يَكُونَ مُجَلَّدًا أَوْ مُنَعَّلًا وَمَا كَانَ
ثَخِينًا مِنْهَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مُجَلَّدًا أَوْ مُنَعَّلًا مُخْتَلَفٌ فِيهِ
وَمَا كَانَ فَلَا خِلَافَ فِيهِ اهـ مُلْتَقَطًا قُلْتُ وَهٰهُنَا وَ
هْمٌ عَرَضَ لِلْمَوْلَى الْفَاضِلِ أَخِي يُوسُفَ چَلَبِي فِي حَاشِيَةِ
شَرْحِ الْوِقَايَةِ فَلَا عَلَيْكَ مِنْهُ بَعْدَ مَا سَمِعْتَ نَصَّ
إِمَامِ الشَّأْنِ شَمْسِ الْأَئِمَّةِ وَكَذٰلِكَ نَصَّ فِي الْخُلَاصَةِ
بِمَا يَقْضِي لِلْإِبَاحَةِ كَمَا حَقَّقَهُ فِي الْغُنْيَةِ وَذَكَرَ طَرَفًا
مِنْهُ فِي رَدِّ الْمُحْتَارِ فَرَاجِعْهُمَا إِنْ شِئْتَ ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ
وَتَعَالٰى أَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۱۸- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو پر غسلِ جنابت یا احتلام کا ہے۔ اور زید سامنے ملا- اور سلام کہا تو اس کو جواب دے- یا نہیں؟ اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی- یا درود شریف پڑھے- تو جائز ہے- یا نہیں؟

الجواب- دل میں بایں معنی کہ نرے تصور میں بے حرکتِ زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے- اور قرآن مجید بحالتِ جنابت جائز نہیں- اگرچہ آہستہ ہو- اور درود شریف پڑھ سکتا ہے- مگر کلی کے

بعد چاہئے۔ اور جواب سلام کا دے سکتا ہے۔ اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو
کَمَا فَعَلَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔
تنویر میں ہے لَا یُکْرَہُ النَّظْرُ اِلَیْہِ (ای القرآن) لِجُنُبٍ وَحَائِضٍ
وَنُفَسَاءَ کَادْعِیَۃٍ ردالمحتار میں ہے۔ نُصَّ فِی الْھِدَایَۃِ عَلٰی
اسْتِحْبَابِ الْوُضُوْءِ لِذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی اسی میں بحر سے ہے وَ
تَرْکُ الْمُسْتَحَبِّ لَا یُوْجِبُ الْکَرَاھَۃَ۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

مسئلہ ۱۹۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیات قرآن بھی شامل ہوں۔ تو اُن کو بلا وضوء چھُونا۔ یا پڑھنا جائز ہے۔ یا نہیں؟۔
بینوا۔ توجروا٭

الجواب۔ کتاب یا اخبار میں جس جگہ آیت لکھی ہے۔ خاص اُس جگہ کو بلا وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ اُسی طرف ہاتھ لگایا جائے جس طرف آیت لکھی ہے۔ خواہ اُس کی پُشت پر دونوں ناجائز ہیں۔ باقی ورق کے چھُونے میں حرج نہیں۔ پڑھنا بے وضوء جائز ہے۔ اگر نہانے کی حاجت ہو۔ تو حرام ہے٭ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم٭

مسئلہ ۲۰۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین کہ (۱) معذور صُبح کے وضوء سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ یا نہیں؟ (۲) معذور نے ایسے آخر وقت میں نماز شروع کی۔ کہ دُوسرے وقت میں تمام ہوئی (مثلاً ظہر کی عصر میں۔ یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہو گئی۔ یا اُس کو پھر قضاء پڑھے در صورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہو گیا۔ کہ نماز دُوسرے وقت میں جا کر ختم ہوگی۔ تو نماز پڑھ کر پھر اُس کی قضا پڑھے۔ یا نہ پڑھے؟

جب تک وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نمازِ اوّل پڑھے۔ پھر دوسری بتیئیا۔ توجروا۔

الجواب (۱) کہ خروج وقت ناقضِ وضوئے معذور ہے۔ ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخولِ وقت ناقضِ وضو نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(۲) نماز بالاجماع باطل ہو گئی۔ کہ خروجِ وقت و دخول دونوں پائے گئے۔ تو خلالِ نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبلِ سلام وقت جاتا رہا۔ تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائیگی۔ اور امام کے نزدیک نہیں۔ کَمَا فِی الْمَسَائِلِ الْاِثْنَا عَشَرِیَّۃ اگر وقت قلیل رہ گیا۔ اور خلال نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے۔ مثلاً ثنا و تعوذ و درود و دعا ترک کرے رکوع و سجود میں صرف ایک بار سُبْحَانَ کہے۔ اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں۔ تو بجائے فاتحہ صرف ایک آیت پڑھے۔ غرض فرائض پر قناعت کرے۔ اور خروجِ وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا۔ نہ وضو ساقط۔ کہ اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّکِّ۔ ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائے گا۔ تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہو سکیگی۔ اُس کے اتباع سے پڑھے۔ فَاِنَّ الْاَدَاءَ الْجَائِزَ عِنْدَ الْبَعْضِ اَوْلٰی مِنَ التَّرْکِ کَمَا فِی الدُّرِّ۔ پھر قضاء پڑھے۔ اُس وقت مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی مہلت نہ ملی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حالتِ جنابت میں اگر پسینہ آئے۔ اور کپڑے تر ہوجائیں۔ تو نجس ہوجائیں گے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ نہیں۔ کہ جنب کا پسینہ مثل اس کے لعاب دہن کے پاک ہے۔ فی الدرالمختار۔ سُؤْرُ الْاٰدَمِیِّ مُطْلَقًا وَلَوْ جُنُبًا اَوْ کَافِرًا طَاهِرٌ وَحُکْمُ الْعَرَقِ کَسُؤْرٍ اھ ملخصًا۔ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۲۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ بادامی رنگ کی پڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور رنگت کی پڑیا سے ورع کے لئے بچنا اولیٰ ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتوےٰ دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے۔ پھر بھی وَالْحَرَجُ مَدْفُوْعٌ بِالنَّصِّ وَعُمُوْمُ الْبَلْوٰی مِنْ مُوْجِبَاتِ التَّخْفِیْفِ لَاسِیَّمَا فِیْ مَسَائِلِ الطَّهَارَةِ وَالنَّجَاسَةِ۔ لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں۔ ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانہ میں اسی پر فتوےٰ دینا پسند کرتا ہے۔ وَقَدْ ذَکَرْنَا عَلٰی هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ کَلَامًا اَکْثَرَ مِنْ هٰذَا فِیْ فَتَاوٰنَا وَتَحْقِیْقُ الْاَمْرِ بِمَا لَامَزِیْدَ عَلَیْهِ اِنْ سَاعَدَ التَّوْفِیْقُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی۔ وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۲۳۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کترا

روئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہ قوی ہے نیچے بچھا ہے۔ اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے۔ بارش سے چھت ٹپکی۔ رضائی اور گدا خوب تر ہو گیا۔ رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی۔ یعنی گدے سے ملصق تھی۔ اس صورت میں رضائی کی نسبت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب۔ شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔ کہ اصل طہارت ہے۔ وَالْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّکِّ۔ ہاں ظن غالب کہ بر بنائے دلیل صحیح ہو۔ فقہیات میں ملحق بیقین ہے۔ نہ بر بنائے اوہامات عامہ۔ پس اگر گدے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا۔ اور یہ بھی معلوم ہو۔ کہ رضائی گدے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی۔ اور گدے میں خاص اس جگہ تری بھی اتنی تھی۔ کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے۔ یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی۔ کہ چھوٹ کر گدے کے محل نجاست کو تر کردے۔ غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز چادر کی پہنچی ہوئی اسقدر ہو۔ جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کر سکے۔ اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجس اس سے متصل ہو کر اس میں آجائیں۔ نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں۔ کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزاء نہیں۔ صرف انتقال کیفیت ہے۔ اور وہ موجب نجاست نہیں۔ اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے۔ جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے۔ کہ ایسے ہی رطوبت کے اجزاء دوسری شئے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں۔ جب تینوں شرطیں ثابت

ہوں۔ تو البتہ رضائی کے اتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا۔ پھر اگر موضع بقدرِ معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو۔ تو پھر رضائی ناپاک ٹھیرے گی۔ اور اوسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی۔ ورنہ حکم عفو میں رہیگی۔ اور اگرچہ ایک درہم کی قدر میں کراہتِ تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی۔ اور اگر ان تینوں شرائط میں کسی کی بھی کمی ہوئی۔ تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی۔ اور سراپا پاک ہے۔ مثلاً گدی کی نجاست مشکوک تھی۔ یا وہ سب ناپاک تھا۔ اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں۔ یا محلِ نجاست کی رطوبت خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابلِ تجاوز نہ تھی۔ یہ سب صورتیں طہارتِ مطلقہ تامہ کی ہیں

هٰذَا هُوَ التَّحْقِيْقُ الَّذِيْ عَوَّلْنَا عَلَيْهِ لِظُهُوْرِ وَجْهِهٖ وَلِكَوْنِهٖ اَحْوَطَ وَاِنْ كَانَ الْكَلَامُ فِي الْمَسْئَلَةِ طَوِيْلَ الذَّيْلِ ذَكَرَ بَعْضَهٗ فِيْ رَدِّ الْمُحْتَارِ اٰخِرَ الْاَنْجَاسِ وَاٰخِرَ الْكِتَابِ وَفِيْهِ عَنِ الْبُرْهَانِ وَلَا يَخْفٰى مِنْهُ اَنَّهٗ لَا يُتَيَقَّنُ بِاَنَّهٗ مُجَرَّدُ نَدَاوَةٍ اِلَّا اِذَا كَانَ النَّجَسُ الرَّطْبُ هُوَ الَّذِيْ لَا يَتَقَاطَرُ بِعَصْرِهٖ اِذْ يُمْكِنُ اَنْ يُصِيْبَ الثَّوْبَ الْجَافَّ قَدْرٌ كَثِيْرٌ مِنَ النَّجَاسَةِ وَلَا يَنْبَعُ مِنْهُ شَيْءٌ بِعَصْرِهٖ كَمَا هُوَ مُشَاهَدٌ عِنْدَ الْبِدَايَةِ بِغَسْلِهٖ الخ وَفِيْهِ عَنِ الْاِمَامِ الزَّيْلَعِيِّ لِاَنَّهٗ اِذَا لَمْ يَتَقَاطَرْ مِنْهُ بِالْعَصْرِ لَا يَنْفَصِلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَاِنَّمَا يَبْتَلُّ مَا يُجَاوِرُهٗ بِالنَّدَاوَةِ وَبِذٰلِكَ لَا يَتَنَجَّسُ الخ وَعَنِ الْخَانِيَّةِ اِذَا غَسَلَ رِجْلَهٗ فَمَشٰى عَلٰى اَرْضٍ نَجِسَةٍ بِغَيْرِ مُكَعَّبٍ فَابْتَلَّ الْاَرْضُ مِنْ بَلَلِ رِجْلِهٖ وَاسْوَدَّ وَجْهُ الْاَرْضِ لٰكِنْ لَمْ يَظْهَرْ اَثَرُ

بَلَّلِ الْاَرْضَ فِیْ رِجْلِہٖ فَصَلّٰی جَازَتْ صَلٰوتُہٗ وَاِنْ کَانَ بَلَّلَ الْمَاءَ فِیْ رِجْلِہٖ کَثِیْرًا حَتّٰی اِبْتَلَّ وَجْہُ الْاَرْضِ وَصَارَ طِیْنًا ثُمَّ اَصَابَ الطِّیْنُ رِجْلَہٗ لَا تَجُوْزُ صَلٰوتُہٗ الخ۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ جَلَّ مَجْدُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ

مسئلہ ۲۴ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مُردار جانور کی پاک ہے۔ یا ناپاک ہے؟ کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے۔ اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو کیسی ہے؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب - ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو۔ یا حرام۔ مذبوح ہو۔ یا مُردار جبکہ اُس پر میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو۔ سوا سؤر کے۔ کہ اُس کی ہر چیز ناپاک ہے۔ مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ہاں اُس کا ترک بہتر ہے۔ لِمَحَلِّ خِلَافِ مُحَمَّدٍ فِیْ اَنَّہٗ قَائِلٌ بِنَجَاسَتِہٖ عَیْنِیَّۃً کَالْخِنْزِیْرِ کَمَا فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ وَرَدِّ الْمُحْتَارِ وَغَیْرِہِمَا وَرِعَایَۃُ الْخِلَافِ مُسْتَحَبٌّ بِالْاِجْمَاعِ درمختار میں ہے شَعْرُ الْمَیْتَۃِ غَیْرِ الْخِنْزِیْرِ وَعَظْمُہَا طَاہِرٌ اھ ملخصاً وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۲۵ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیر خوار بچّہ کا پیشاب پاک ہے۔ یا ناپاک؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب - آدمی کا بچّہ اگرچہ ایک دن کا ہو۔ اُس کا پیشاب ناپاک ہے۔ اگرچہ لڑکا ہو۔ وَالْمَسْئَلَۃُ وَارِدَۃٌ مُتُوْنًا وَشُرُوْحًا وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۲۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف و توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہو جائیں۔ تو وہ مع روئی کے دھل کر پاک ہو سکتے ہیں۔ یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا الگ دھونے سے پاک ہو گا اور اگر روئی کا سوت کات لیا جائے۔ تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے۔ دھونے سے پاک ہو سکتا ہے۔ یا نہیں۔ بینوا۔ توجروا

الجواب - جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں۔ جیسے ہلکی توشک رضائی وغیرہ وہ یونہیں دھونے سے پاک ہو جائیں گے۔ ورنہ بہتے دریا میں رکھیں۔ یا ان پر پانی بہائیں۔ یہاں تک کہ نجاست باقی رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں۔ اور ہر بار اتنا وقفہ کریں۔ کہ پہلا پانی نکل جائے۔ فی الدر المختار یطھر محل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طھارۃ محلھا بلا عدد بہ یفتی وقدر ذلک لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر وتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما ینشرب النجاسۃ وھذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیرا وجری علیہ الماء طھر مطلقا بلا شرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ھو المختار اھ باختصار۔ ناپاک روئی کا سوت دھونے سے بخوبی پاک ہو سکتا ہے۔ بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سوت کی تطہیر آسان ہے۔ کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے کما لایخفی۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حلوائیوں کی کڑاہیوں کو گنتے چاٹتے ہیں۔ انہیں کڑاہیوں میں وہ

شیرینی بناتے ہیں۔ اور دودھ گرم کرتے ہیں۔ اُن کے ہاں کی شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

الجواب۔ طہارت و نجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جس خاص شے کی نجاست معلوم ہو۔ وُہی خاص نجس و حرام ہے۔ وبس۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔ بہٖ نَاْخُذُ مَا لَمْ نَعْرِفْ شَیْئًا حَرَامًا بِعَیْنِہٖ مسئلہ کی تمام تر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالہ الاحلی من السکّر میں ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اَعلم ۔

مسئلہ ۲۸۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر انگلی پر نجاست لگ جائے۔ اور اُسے چاٹ لیا جائے۔ تو کیا اُنگلی پاک ہو جائے گی؟ اور منہ بھی پاک رہیگا؟ بیّنوا۔ توجروا ۔

جواب۔ اُنگلی کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک رُوح کا کام ہے۔ اور اُسے جائز جاننا شریعت پر افترا و اتہام۔ اور تحلیل حرام اور قاطعِ اسلام ہے۔ اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ مُنہ بھی پاک رہیگا۔ نجاست چاٹنے سے قطعًا ناپاک ہو جائیگا۔ اگرچہ بار بار وُہ نجس ناپاک تھوک یہانتک نگلنے سے کہ اثر نجاست کا مُنہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہو جائے گا۔ مگر اس چاٹنے نگلنے کو وُہی جائز رکھیگا۔ جو نجس کھانے والا ہو۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ۰ وَاللہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۲۹ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہنود سے اشیاءِ خوردنی جیسے دودھ - دہی - گھی - ترکاری - شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہلِ سنت کے نزدیک درست ہے - یا حرام؟ اور آیۂ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ سے اہل تشیع کا اشیاءِ مذکورہ میں کیا خیال ہے؟

اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوےٰ ہے؟

الجواب - آیۂ کریمہ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ - اُن کے نجاستِ قلب و نجاستِ دین کے بارے میں ہے - اجسام اگر ملوث بہ نجاست ہیں نجس ہیں - ورنہ نہیں - تمام کتب فقہ متون و شروح و فتاوےٰ اس کی تصریحات سے مالا مال ہیں - اُن کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام - مگر اس حالت میں کہ مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا - اور بنانے پکانے - لانے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا - تو اس وقت تک حلال ہے ورنہ حرام - اور باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت متحقق و ثابت ہو - نجس و حرام ہیں - ورنہ طاہر و حلال - اصل اشیاء میں طہارت و حلت ہے - قَالَ تَعَالیٰ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا - جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو - حکم اصل ہی کے لئے رہیگا - محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں بہ نَاْخُذُ مَا لَمْ نَعْرِفْ شَیْئًا حَرَامًا بِعَیْنِہٖ مگر اس میں شک نہیں - کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ملوث بہ نجاست رہتے ہیں - بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں - بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کنندہ ہیں - تو جہاں ایک دشواری وہ جو - اُن

سے بچنا اَولٰی ہے۔ غرض فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز۔ روافض کا خیال ضلال ہے۔ اور اس مسئلہ میں حضرت مجدّد کا کوئی خیال اس وقت مجھے یاد نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۰۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لوح محفوظ کیا چیز ہے؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ زیر عرش ایک لوح ہے جس کا طول پانسو برس کی راہ ہے۔ اس میں مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مثبت ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اَعْلَم۔

مسئلہ ۳۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے۔ اس کو تبدیل وتغیر بھی ہو سکتا ہے۔ یا نہیں؟

الجواب۔ صحیح یہ ہے کہ لوح تغیر سے محفوظ ہے۔ تغیر دفتین صحف ملائکہ میں ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اَعلم۔

مسئلہ ۳۲۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو کچھ اللہ عزّوجل نے بعد آفرینش دنیا کے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے۔ ایک ہی مرتبہ اُس کا انتظام کر دیا ہے۔ یا بتدریج اُس کی ترمیم و تنسیخ ہوتی رہتی ہے؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ نسخ صُحف میں ہے۔ نہ لوح میں كُلُّ صَغِيْرٍ وَّ كَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ۔

مسئلہ ۳۳۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین

اِس مسئلہ میں کہ حدیث جُفَّ الْقَلَمُ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا۔ ہو لیا۔ تدبیرِ انسانی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ دُنیا عالمِ اسباب ہے۔ اور سبب و مسبّب سب مقدر مطلقاً۔ ترکِ تدبیر جہلِ شدید ہے۔ اور اُس پر اعتمادِ تام ضلالِ بعید۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۳۴۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اس مسئلہ میں کہ شقیِ ازلی کوشش انسانی سے سعید بن سکتا ہے۔ یا نہیں؟ اور سعیدِ ازلی پر صُحبتِ بد کا اثر ہو سکتا ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب۔ نہ شقی ازلی سعید ہو سکے۔ نہ سعیدِ ازلی شقی۔ سعیدِ ازلی پر صُحبتِ بد کا اثر مُمکن ہے۔ یُوں ہی شقیِ ازلی پر صحبتِ نیک کا۔ مگر انجام اُسی پر ہوگا۔ جس کے لِئے بنائے گئے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰے اعلم۔

مسئلہ ۳۵۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اور ہوگا بوساطتِ فرشتگان اور سیارگان وعقولِ عشرہ ہی ہو رہا ہے۔ یا ہر آن میں بلا توسّل ان سب کے خود حاکمِ حقیقی نظم و نسخ فرماتا ہے۔ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ اللہ اکبر۔ حاکمِ حقیقی عزّ جلالہٗ پاک ہے اِس سے کہ کسی سے توسّل کرے۔ وُہی اکیلا حاکم۔ اکیلا خالِق۔ اکیلا مدبّر ہے۔ سب اُس کے مُحتاج ہیں۔ وُہ کسی کا محتاج نہیں۔ اُس نے عالمِ

اسباب میں ملائکہ کو تدابیر امور پر مقرر فرمایا ہے۔ قال اللہ تعالےٰ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا۔ نے کہا۔ کہ پہلے بعض کام ارواحِ کواکب سے بھی متعلق تھے زمانہ اقدس حضور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کام اُن سے نکال لیا گیا۔ اب ملائکہ مدبر ہیں اور عقولِ عشرہ جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں اُن کا ہذیان بین البطلان ہے۔ واللہ سُبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اِس مسئلہ میں کہ زید اپنے رسالہ میں لکھتا ہے۔ کہ کاہن جو غیب کا حال بتاتا ہے۔ اُس پر یقین کرنا کُفر ہے۔ وہ کیا حضرت رسُول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو بھی غیب کا حال نہیں معلوم تھا۔ آیا یہ دونوں عقیدے زید کے موافق عقائدِ سلف اہلسنّت وجماعت کے ہیں۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب۔ اللّٰھم لک الحمد۔ علم ذاتی کہ بے عطائے غیر ہو۔ اور علم مطلق تفصیلی کہ جملہ معلوماتِ الٰہیہ کو محیط ہو۔ اللہ عزّوجل سے خاص ہیں۔ مگر مغیبات کا مطلق علم تفصیلی بعطائے الٰہی ضرور تمام انبیائے کرام علیہم الصّلٰوۃ والسّلام کے لئے ثابت ہے۔ انبیاء سے اس کی نفی مطلقًا ان کی نبوت ہی سے منکر ہونا ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں۔ اَلنَّبِیُّ ھُوَ الْمُطَّلِعُ عَلَی الْغَیْبِ۔ یعنی نبی کہتے ہیں اُسے جو غیب پر مطلع ہو۔ ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ امام مجاہد تلمیذ خاص سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

روایت فرماتے ہیں۔ اَنَّہٗ قَالَ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَھُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا کُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ۔ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُنَافِقِیْنَ یُحَدِّثُنَا مُحَمَّدٌ اَنَّ نَاقَۃَ فُلَانٍ بِوَادِیْ کَذَا وَکَذَا وَمَا یُدْرِیْہِ بِالْغَیْبِ۔ یعنی کسی شخص کی اونٹنی گم ہو گئی۔ اُس کی تلاش تھی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اونٹنی فلاں جنگل میں فلاں جگہ ہے۔ اسپر ایک منافق بولا۔ محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) بتاتے ہیں۔ کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے۔ محمد غیب کیا جانیں۔ اسپر اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری۔ کہ کیا اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم کافر ہو چکے۔ اپنے ایمان کے بعد۔ تو جو نفی مطلق کرے۔ بلاشبہ کافر ہے۔ اور اگر علم ذاتی۔ یا علم محیط بجملہ معلوماتِ الٰہی سے تاویل کرے۔ تو کفر سے بچ جائیگا۔ مگر شانِ اقدس میں ایسا موہوم کلام بولنے کا اُسپر الزام قائم ہے۔ کہ اُس کا ظاہر کلام بعینہٖ وہی ہے۔ جو اُس منافق نے کہا۔ اور اللہ عزوجل نے اُس کے کفر کا فتویٰ دیا۔ کیوں نہ کہا۔ کہ بے اللہ کے بتائے مجھ کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۷ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حقہ کے بارے میں تحقیق حق کیا ہے؟

الجواب۔ حق یہ ہے۔ کہ معمولی حقہ جس طرح تمام دنیا کے عامہ بلاد کے عوام وخواص یہانتک کہ علماء وعظمائے حرمین محترمین زادہما اللہ شرفاً وتکریماً میں رائج ہے۔ شرعاً مباح وجائز ہے۔ جسکی ممانعت پر شرع مطہر سے اصلاً دلیل نہیں ہے۔ تو اُسے ممنوع و

ناجائز کہنا۔ یا احوالِ حقہ سے بے خبری پر مبنی کما تعرض لکثیر من المتکلمین علیہ فی بدوظہورہ قبل اختیارہ ووضوح امرہ فقیل مسکر وقیل مفتر وقیل مضراے مطلقا کالسموم وقیل وقیل۔ یا بعض احوال عارضہ بعض فساق متناولین کی نظر پر مبنی کقول من قال انہ مما مجتمع علیہ الفاق کاجتماعھم علی المحرمات وقول اٰخر انہ یصد عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ یا بعض عوارض مخصوصہ بعض بلاد وبعض اوقات کے لحاظ سے ناشی جنکا حکم اُن کے غیر اعصار وامصار کو ہرگز شامل نہیں۔ کمن احتج بالنہی السلطانی علی کلام فیہ للعلامۃ النابلسی۔ یا محض مفتریات کاذبہ مخترعات ذاہبہ پر متفرع کتہور من تفوہ ان کل دخان حرام وجعلہ حدیثا عن سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام وکجراۃ من قال اجمعوا علی حرمتہ والاجماع حجۃ۔ فقیر نے اس باب میں زیادہ دبیا کی متقشف افغانستان سے پائی۔ کہ چند کتب فقہ پڑھ کر تقشف وتصلف کو حد سے بڑھاتے اور علماء امت مرحومہ کو ناحق فاسق وفاجر بتاتے ہیں۔ اور جب اپنے دعوئ باطل پر دلیل نہیں پاتی۔ ناچار حدیثیں گھڑتے بناتے ہیں۔ میں نے اُن کی بعض تصانیف میں ایک حدیث دیکھی۔ کہ مَنْ شَرِبَ الدُّخَانَ فَكَاَنَّمَا شَرِبَ دَمَ الْاَنْبِيَاءِ۔ جس نے حقہ پیا۔ گویا اُس نے پیغمبروں کا خون پیا۔ اور دوسری حدیث یوں تراشی۔ مَنْ شَرِبَ الدُّخَانَ فَكَاَنَّمَا زَنٰى بِاُمِّهٖ فِي الْكَعْبَةِ۔ جس نے حقہ پیا۔ گویا اُس نے کعبہ معظمہ میں اپنی ماں سے زنا کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ جہل بھی کیا بد بلا

ہے۔ خصوصاً مرکب۔ کہ لا دوا ہے۔ مسکین نے ایک مباح شرعی کے حرام کرنے کو دیدہ و دانستہ مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان اٹھایا۔ اور حدیث متواتر مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اصلاً دھیان نہ لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے۔ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْنَا وَعَلَيْهِ اِنْ كَانَ حَيًّا وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ اِنْ كَانَ مَيِّتًا۔ یا قواعدِ شرع میں بے غوری اور نظر و فکر کی بےطوری سے پیدا۔ کزعم مَنْ زَعَمَ اَنَّهٗ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَمِنْهُ مَنْ زَعَمَ الزَّاعِمُ اَنَّ فِيْهِ اِسْتِعْمَالَ اٰلَةِ الْعَذَابِ يَعْنِي النَّارَ وَذَاكَ حَرَامٌ۔ وَهٰذَا مِنَ الْبُطْلَانِ بِاَبْيَنِ مكان لقضه المحدث الدهلوى فِيْمَا نُسِبَ عَلَيْهِ بِاِسْتِعْمَالِ الْمَاءِ الْمُعَذَّبِ بِهٖ قَوْمُ نُوْحٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قلت وَفِي التَّرْوِيحِ بالمروحة استعمال آلة عذاب عاد واما اِصلاح الفاضل اللكهوى بزيادة قيد على هيئاة اَهْلِ الْعَذَابِ فاقول لا يجدى نفعا والالم يجز الاغتسال بماء حار قال تعالےٰ يصب من فوق رؤسهم الحميم وماذا يزعم الزاعم في دخول الحمام فيكون على هذا حراما منهيا عنه الذاته بل مِنَ الكبائر اما مطلقا على مَا اختار هذا الفاضل من كون تعاطى المكروه تحريما من الكبائر او بعد الاعتياد على ما عليه الاعتماد من كونه فى نفسه مِنَ الصغائر وذلك لان الحمام كما افاد العلامة المنادى

فِی التَّنُّوْرِ اَشْبَہُ شَیْءٍ بِجَھَنَّمَ النَّارُ مِنْ تَحْتٍ وَالظَّلَامُ مِنْ فَوْقٍ وَفِیْہِ
الْغَمُّ وَالْحَبْسُ وَالضِّیْقُ وَلِذَا لَمَّا دَخَلَہٗ سَیِّدُنَا سُلَیْمٰنُ نَبِیُّ
اللّٰہِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ تَذَکَّرَ بِہِ النَّارَ وَعَذَابَ الْجَبَّارِ
اَخْرَجَ الْعُقَیْلِیُّ وَالطَّبْرَانِیُّ وَابْنُ عَدِیٍّ وَالْبَیْھَقِیُّ فِی السُّنَنِ عَنْ
اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَرْفَعُہٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَوَّلُ مَنْ دَخَلَ الْحَمَّامَاتِ وَصُنِعَتْ
لَہُ النُّوْرَۃُ سُلَیْمٰنُ بْنُ دَاوٗدَ فَلَمَّا دَخَلَہٗ وَجَدَ حَرَّہٗ وَغَمَّہٗ
فَقَالَ اَوَّہْ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ اَوَّہْ قَبْلَ اَنْ لَّا تَکُوْنَ اَوَّہْ قُلْتُ وَ
بِھٰذَا یُرَدُّ حَدِیْثُ التَّشْبِیْہِ بِاَھْلِ النَّارِ وَحَدِیْثُ الْمُلَابَسَۃِ
بِالنَّارِ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اُوْلِی الْاَبْصَارِ ولہٰذا علمائے محققین واجلۂ
معتمدین مذاہب اربعہ نے بعد تنقیح کار و امعان افکار اس کی اباحت کا حکم
فرمایا۔ وہو الحق الحقیق بالقبول علامہ سیدی احمد حموی غمز العیون والبصائر
میں فرماتے ہیں یُعْلَمُ مِنْہُ حِلُّ شُرْبِ الدُّخَانِ اس قاعدہ سے کہ
اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ حقہ پینے کی حلت معلوم ہوئی۔ علامہ عبدالغنی
بن علامہ اسمٰعیل نابلسی قدس سرہما القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں
فرماتے ہیں۔ مِنَ الْبِدَعِ الْعَادِیَۃِ اِسْتِعْمَالُ التُّتُنِ وَالْقَھْوَۃِ الشَّائِعِ
ذِکْرُھُمَا فِیْ ھٰذَا الزَّمَانِ بَیْنَ الْاَسَافِلِ وَالْاَعْیَانِ وَالصَّوَابُ
اَنَّہٗ لَا وَجْہَ لِحُرْمَتِھَا وَلَا لِکَرَاھَتِھَا فِی الْاِسْتِعْمَالِ الخ بدعات عادیہ
سے ہے حقہ اور کافی کا پینا جن کا چرچا آج کل عوام و خواص میں شائع ہے
اور حق یہ ہے کہ ان کی حرمت کی کوئی وجہ ہے نہ کراہت کی۔ علامہ محقق
علاؤالدین دمشقی در مختار میں عبارت اشباہ نقل کرکے فرماتے ہیں فیفھم

مِنْہُ حُکْمُ التُّتُنِ۔ شامی میں ہے۔ وَ ہُوَ الْاِبَاحَۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ۔ یعنی اس سے تمباکو کا حکم مفہوم ہوتا ہے۔ اور وہ اباحت ہے۔ مذہب مختار میں۔ پھر فرمایا۔ وَقَدْ کَرِہَہٗ شَیْخُنَا الْعِمَادِیُّ فِیْ ھَدِیَّۃٍ اَلْحَقَہٗ بِالثُّوْمِ وَالْبَصَلِ یا ولی ہمارے استاد عبد الرحمن بن محمد عماد الدین دمشقی نے اپنی کتاب ہدیہ میں اسے لہسن و پیاز سے ملحق ٹھہرا کر مکروہ رکھا۔ علامہ سیدی ابو السعود علامہ سیدی طحطاوی نے حاشیہ در مختار میں فرمایا۔ لَا یَخْفٰی اَنَّ الْکَرَاھَۃَ تَنْزِیْھِیَّۃٌ بِدَلِیْلِ الْاِلْحَاقِ بِالثُّوْمِ وَالْبَصَلِ وَالْمَکْرُوْہُ تَنْزِیْھًا یُجَامِعُ الْجَوَازَ۔ پوشیدہ نہیں کہ یہ کراہت تنزیہی ہے جیسے لہسن پیاز کی۔ اور مکروہ تنزیہی جائز ہوتا ہے۔ علامہ حامد آفندی عمادی ابن علی آفندی مفتی دمشق الشام اپنے فتاوے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں علامہ محی الدین بن احمد بن محی الدین حیدر کردی جمری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں۔ فِی الْاِفْتَاءِ بِحِلِّہٖ دَفْعُ الْحَرَجِ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّ اَکْثَرَھُمْ مُبْتَلُوْنَ بِتَنَاوُلِہٖ مَعَ اَنَّ تَحْلِیْلَہٗ اَیْسَرُ مِنْ تَحْرِیْمِہٖ وَمَا خُیِّرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ اَمْرَیْنِ اِلَّا اخْتَارَ اَیْسَرَھُمَا وَاَمَّا کَوْنُہٗ بِدْعَۃً فَلَا ضَرَرَ فَاِنَّہٗ بِدْعَۃٌ فِی التَّنَاوُلِ لَا فِی الدِّیْنِ فَاِثْبَاتُ حُرْمَتِہٖ اَمْرٌ عَسِیْرٌ لَا یَکَادُ یُوْجَدُ لَہٗ نَصِیْرٌ۔ حلت تلیان پر فتوے دینے میں مسلمانوں سے دفع حرج ہے۔ کہ اکثر اہل اسلام اس کے پینے میں مبتلا ہیں۔ معہذا اس کی تحلیل تحریم سے آسان تر ہے۔ اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم جب دو کاموں میں اختیار دیئے جاتے۔ جو ان میں زیادہ آسان ہوتا۔ اسے اختیار فرماتے۔ رہا اس کا

بدعت ہونا۔ یہ کچھ باعث ضرر نہیں۔ کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امورِ دین میں۔ تو اس کی حرمت ثابت کرنا۔ ایک دشوار کام ہے جس کا کوئی معین و یاور ہمارا نظر نہیں آتا۔ علامہ خاتم المحققین سیدی امین الملۃ والدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردّ المحتار حاشیہ درِّ مختار میں فرماتے ہیں۔ لِلْعَلَّامَةِ الشَّيْخِ عَلِي الْاَجْهُوْرِيِّ الْمَالِكِيِّ رِسَالَةٌ فِيْ حِلِّهٖ نَقَلَ فِيْهَا اَنَّهٗ اَفْتٰى بِحِلِّهٖ مَنْ يُعْتَمَدُ عَلَيْهِ مِنْ اَئِمَّةِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ علامہ شیخ علی اجہوری مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقہ کی حلت میں ایک رسالہ لکھا۔ جس میں نقل فرمایا۔ کہ چاروں مذہب کے ائمہ معتمدین نے ان کی حلت پر فتویٰ دیا۔ پھر فرماتے ہیں۔ قُلْتُ وَ اَلَّفَ فِيْ حِلِّهٖ اَيْضًا سَيِّدُنَا الْعَارِفُ عَبْدُ الْغَنِيِّ النَّابُلُسِيُّ رِسَالَةً سَمَّاهَا الصُّلْحُ بَيْنَ الْاِخْوَانِ فِيْ اِبَاحَةِ شُرْبِ الدُّخَانِ وَ تَعَرَّضَ لَهٗ فِيْ كَثِيْرٍ مِنْ تَاٰلِيْفِهِ الْحِسَانِ وَ اَقَامَ الطَّامَّةَ الْكُبْرٰى عَلَى الْقَائِلِ بِالْحُرْمَةِ اَوْ بِالْكَرَاهَةِ فَاِنَّهُمَا حُكْمَانِ شَرْعِيَّانِ لَا بُدَّ لَهُمَا مِنْ دَلِيْلٍ وَ لَا دَلِيْلَ عَلٰى ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ اِسْكَارُهٗ وَ لَا تَفْتِيْرُهٗ وَ لَا اِضْرَارُهٗ بَلْ ثَبَتَ لَهٗ مَنَافِعُ فَهُوَ دَاخِلٌ تَحْتَ قَاعِدَةِ الْاَصْلِ فِي الْاَشْيَاءِ الْاِبَاحَةُ وَ اِنْ فُرِضَ اِضْرَارُهٗ لِلْبَعْضِ لَا يَلْزَمُ مِنْهُ تَحْرِيْمُهٗ عَلٰى كُلِّ اَحَدٍ فَاِنَّ الْعَسَلَ يَضُرُّ بِاَصْحَابِ الصَّفْرَاءِ الْغَالِبَةِ وَ رُبَّمَا اَمْرَضَهُمْ مَعَ اَنَّهٗ شِفَاءٌ بِالنَّصِّ الْقَطْعِيِّ وَ لَيْسَ الْاِحْتِيَاطُ فِي الْاِفْتِرَاءِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِاِثْبَاتِ الْحُرْمَةِ وَالْكَرَاهَةِ الَّذَيْنِ لَا بُدَّ لَهُمَا مِنْ دَلِيْلٍ بَلْ فِي الْقَوْلِ

بِالْاِبَاحَۃِ الَّتِیْ ھِیَ الْاَصْلُ وَقَدْ تَوَقَّفَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَعَ اَنَّہٗ ھُوَ الْمُشَرِّعُ فِیْ تَحْرِیْمِ الْخَمْرِ اُمِّ الْخَبَائِثِ حَتّٰی نَزَلَ عَلَیْہِ النَّصُّ الْقَطْعِیُّ فَالَّذِیْ یَنْبَغِیْ لِلْاِنْسَانِ اِذَا سُئِلَ عَنْہُ سَوَاءٌ کَانَ مِمَّنْ یَتَعَاطَاہُ اَوْ لَا کَھٰذَا الْعَبْدِ الضَّعِیْفِ وَجَمِیْعِ مَنْ بَیْتِہٖ اَنْ یَقُوْلَ ھُوَ مُبَاحٌ لٰکِنَّ رَائِحَتَہٗ تَسْتَکْرِھُھَا الطِّبَاعُ فَھُوَ مَکْرُوْہٌ طَبْعًا لَا شَرْعًا اِلٰی اٰخِرِ مَا اَطَالَ بِہٖ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ حلتِ تلیان میں ہمارے سردار عارف باللہ حضرت عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالٰی نے بھی ایک رسالہ تالیف فرمایا جس کا نام اَلصُّلْحُ بَیْنَ الْاِخْوَانِ فِیْ اِبَاحَۃِ شُرْبِ الدُّخَانِ رکھا۔ اور اپنی بہت تالیفاتِ نفیسہ میں اُس سے تعرّض کیا۔ اور حقّہ کی حُرمت یا کراہت ماننے والے پر قیامتِ کُبریٰ قائم فرمائی۔ کہ وہ دونوں حُکم شرعی ہیں۔ جس کے لیئے دلیل درکار۔ اور یہاں دلیل معدوم۔ کہ نہ اُس کا نشہ لانا ثابت ہوا۔ نہ عقل میں فتور ڈالنا۔ نہ مضرت کرنا۔ بلکہ اُس کے منافع ثابت ہُوئے ہیں۔ تو وُہ اِس قاعدہ کے نیچے داخل ہے۔ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ اور اگر فرض کیجئے کہ بعض کو ضرر کرے۔ تو اِس سے سب پر حُرمت نہیں ثابت ہوتی۔ جن مزاجوں پر صفراء غالب ہوتا ہے۔ شہد اُنہیں نقصان کرتا۔ بلکہ بارہا بیمار کر دیتا ہے۔ باآنکہ وہ بنصِّ قرآنی شفاء ہے اور یہ کوئی احتیاط کی بات نہیں۔ کہ حُرمت یا کراہت ٹھہرا کر خدا تعالٰی پر افتراء کر دیجئے۔ کہ اُن کے لیئے دلیل کی حاجت ہے۔ بلکہ احتیاط مباح ماننے میں ہے۔ کہ وُہی اصل ہے۔ خود نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلّم نے کہ بنفسِ نفیس صاحبِ شرع ہیں۔ شراب جیسی اُمّ الخبائث کی

تحریم میں توقف فرمایا۔ جب تک نص قطعی نہ اُتری۔ تو آدمی کو چاہئے کہ جب اس شغلہ کے بارہ میں سوال کیا جائے۔ تو اسے مباح ہی بتلائے۔ خواہ آپ پیتا ہو۔ یا نہ پیتا ہو۔ جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں۔ (کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا۔ مگر فتوائے اباحت پر ہی دیتا ہوں)۔ ہاں اس کی جو طبیعت کو ناپسند ہے۔ تو وہ مکروہ طبعی ہے۔ نہ شرعی ۱ھ (ابھی ہنوز علامہ مذکور کا کلام طویل اس کی تحقیق میں باقی ہے)

بالجملہ عند التحقیق اس مسئلہ میں سوا حکم اباحت کے کوئی راہ نہیں خصوصاً ایسی حالت میں عجماً عرباً و شرقاً و غرباً عام مومنین بلاد و بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلا ہے۔ تو عدم جواز کا حکم دینا عامۂ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے۔ جسے ملت حنفیہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی۔ اسی طرح علامہ جزری نے اپنے اس قول میں ارشاد فرمایا۔ کہ فِی الْاِفْتَاءِ بِحِلِّهٖ دَفْعُ الْحَرَجِ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اور اسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا۔ **اقول** وَ لَسْتُ نَفْسِیْ۔ بِهٰذَا اَنَّ عَامَّةَ الْمُسْلِمِیْنَ اِذَا ابْتُلُوْا بِحَرَامٍ حَلَّ بَلِ الْاَمْرُ اَنَّ عُمُوْمَ الْبَلْوٰی مِنْ مُوْجِبَاتِ التَّخْفِیْفِ شَرْعًا وَ مَا ضَاقَ اَمْرٌ اِلَّا اتَّسَعَ فَاِذَا وَقَعَ ذٰلِكَ فِیْ مَسْئَلَةٍ مُخْتَلِفٍ فِیْهَا تَرَجَّحَ جَانِبُ الْیُسْرِ هَوْنًا لِلْمُسْلِمِیْنَ عَنِ الْعُسْرِ وَلَا یَخْفٰی عَلٰی خَادِمِ الْفِقْهِ اِنَّ هٰذَا كَمَا هُوَ اَجَارٍ فِیْ بَابِ الطَّهَارَةِ وَالنَّجَاسَةِ كَذٰلِكَ فِیْ بَابِ الْاِبَاحَةِ وَالْحُرْمَةِ وَلِذَا تَرَاهُ مِنْ مُسَوِّغَاتِ الْاِفْتَاءِ بِقَوْلِ غَیْرِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ كَمَا فِیْ مَسْئَلَةِ الْمُخَابَرَةِ وَغَیْرِهَا مَعَ تَنْصِیْصِهِمْ بِاَنَّهٗ لَا یَعْدِلُ عَنْ قَوْلِهٖ اِلٰی قَوْلِ غَیْرِهٖ

إلا بضرورة بل هو من مجوزات الميل إلى رواية النوادر على
خلاف ظاهر الرواية كما نصوا عليه مع تصريحهم بأن ما
خرج عن ظاهر الرواية فهو قول مرجوع عنه وما رجع
عنه المجتهد لم يبق قولا له وقد تشبث العلماء بهذا
في كثير من مسائل الحلال والحرام ففي الطريقة وشرحها
الحديقة في زماننا هذا لا يمكن الأخذ بالقول الأحوط
في الفتوى الذي أفتى به الأئمة هو ما اختاره الفقيه
أبو الليث أنه إن كان في غالب الظن أن أكثر مال الرجل
حلال جاز قبول هديته ومعاملته وإلا لا اه ملخصا
وفي رد المحتار من مسئلة بيع الثمار لا يخفى تحقق الضرورة
في زماننا ولا سيما في مثل الشام وفي نزعهم عن عادتهم
حرج وما ضاق الأمر إلا اتسع ولا يخفى أن هذا مسوغ
للعدول عن ظاهر الرواية اه ملخصا وفيه مسئلة العلم
في الثوب هو أرفق بأهل هذا الزمان لئلا يقعوا في
الفسق والعصيان اه وفيه من كتاب الحدود مقتضى
هذا كله أن من زفت إليه زوجة ليلة عرسه لم يكن
يعرفها لا يحل له وطؤها ما لم يقل واحدة أو أكثر
أنها زوجتك وفيه حرج عظيم لأنه يلزم منه تأثيم
الأمة اه ملخصا إلى غير ذلك من مسائل يكثر عدها
ويطول سردها فاندفع ما عسى متوهم أن يتوهم من
قول الفاضل اللكهنوي أن عموم البلوى إنما يجري في

وباب الطھارۃ والنجاسۃ لا فی باب الحرمۃ والاباحۃ صرح بہ المحققون اھ ہاں بنظر بعض وجوہ اسے مکروہ تنزیہی کہہ سکتے ہیں جیسا کہ محقق علائی و علامہ ابو السعود و علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے الحاقًا بالثوم والبصل افادہ فرمایا۔ علی ما فیہ لبعض الفضلاء مع کلام المنافی ذلک المقام۔ علامہ شامی فرماتے ہیں الحاقہ بما ذکر ھو الانصاف **اقول** یہیں سے ظاہر کہ اس وجہ کو موجب کراہت تحریم جاننا کما جزم بہ الفاضل اللکھنوی فی فتاواہ تردد فی رسالۃ واضطراب فیہ کلام المحدث الدھلوی فیما نسب الیہ فادھما اولا انہ یوجب لکراھۃ التحریم ثم رجع اخرًا فقال التنزیہ سراسر خلاف تحقیق ہے۔ **ثم اقول** پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اسقدر کہ ترک اَولیٰ ہے۔ نہ کہ فعل ناجائز ہو۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت مجامع جواز و اباحت ہے جانب ترک میں اس کا وہ مرتبہ ہے۔ جو جہت فعل میں مستحب کا۔ کہ مستحب بات کیجئے۔ تو بہتر نہ کیجئے تو گناہ نہیں۔ مکروہ تنزیہی نہ کیجئے۔ تو بہتر کیجئے۔ تو گناہ نہیں۔ پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا کما صدر عن الفاضل اللکھنوی وتبعہ السید المشہدی ثم الکروی سخت لغزش و خطا فاحش ہے۔ یارب مکروہ گناہ کونسا جو شرعًا مباح ہو۔ اور وہ مباح کیا جو شرعًا گناہ ہو۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس ذلت کے رد میں ایک مستقل تحریر مسمی بہ جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ تحریر کی۔ وباللہ التوفیق۔ ثم اقول

یُوں ہی ما نحن فیہ میں یمن وجہ کراہت تنزیہہ ٹھیر اکر کراہت تحریم کی طرف مرتقی کر دیا۔ کما وقع فیما نسب الی المحدث الدھلوی محض نامعقول قطع نظر اس سے کہ اُن وُجوہ سے اکثر محلِ نظر شرع ہے اصلاً اس پر دلیل نہیں۔ کہ جو چیز یمن وجہ سے مکروہ تنزیہی ہو۔ مکروہ تحریمی ہے ومن ادعی فعلیہ البیان خود محدث دہلوی کے تلمیذ رشید مولانا رشید الدین خاں دہلوی مرحوم اپنے رسالہ عربیہ میں صاف لکھتے ہیں کہ علمائے محققین حُقہ میں کراہت تنزیہی مانتے ہیں۔ حیث قال اَمَّا الْمُحَقِّقُوْنَ الْقَائِلُوْنَ بِکَرَاھِیَۃِ تَنْزِیْھًا فَھُمْ اَیْضًا تَشَبَّثُوْا بِالرِّوَایَاتِ الْفِقْھِیَّۃِ مِثْلَ مَا قَالَ صَاحِبُ الدُّرِّ الْمُخْتَارِ اور اس میں تصریح ہے۔ کہ مالت مشایخنا الیھا۔ اسی کراہت تنزیہہ کی طرف ہمارے اساتذہ نے میل کیا۔ اس رسالہ پر شاہ عبد العزیز صاحب وشاہ رفیع الدین صاحب کی تقریظیں ہیں۔ شاہ صاحب نے اُسے تحریر انیق وتقریر وثیق وصحیح المبانی ومستحکم المعانی وموافق روایات ومطابق درایات بتایا۔ اور شاہ رفیع الدین صاحب نے استحسنتہ غایۃ الاستحسان مع ما تلاء باثیر من جواھر الالیہ فی مبانیہ ومعانیہ فرمایا تو ظاہر۔ اور دُوسری تحریر کی نسبت غلط ہے۔ یا اُس میں تحریفیں واقع ہوئیں۔ اور اس پر دلیل یہ بھی ہے۔ کہ اس تحریر کے اکثر جوابات مخدوش ومضمحل اور خلافِ تحقیق باتوں پر مُشتمل ہیں۔ اور نسبت بہمہ جہت صحیح ہی مانئے۔ تو رسالہ تلمیذ کی مدح وتقریظ معارض ومناقض ہو گی۔ وہ تحریر پایۂ اعتبار سے یُوں بھی گر گئی۔ اور اس

سے بھی قطع نظر کیجئے۔ تو مقصود اتباعِ حق ہے۔ نہ تقلید اہلِ عصر واتباعِ زید و عمرو۔ اللہ الہادی و ولی الایادی۔

الحاصل معمولی حقہ کے حق میں تحقیق حق و تحقیق یہی ہے۔ کہ وہ جائز و مباح و صرف مکروہ تنزیہی ہے۔ یعنی جو نہیں پیتے۔ بہت اچھا کرتے ہیں جو پیتے ہیں۔ کچھ بُرا نہیں کرتے۔ فان الاساءۃ فوق کراھۃ التنزیہ کما حققہ العلامۃ الشامی۔

البتہ وہ حقہ جو بعض جہال بعض بلادِ ہند ماہ رمضان مبارک شریف میں وقتِ افطار پیتے اور دم لگاتے اور حواس و دماغ میں فتور لاتے اور دیدہ و دل کی عجیب حالت بناتے ہیں۔ بیشک ممنوع و ناجائز و گناہ ہے۔ اور وہ بھی معاذ اللہ ماہ مبارک میں اللہ عز وجل سے اَیت بخشے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم نے ہر مفتر چیز سے نہی فرمائی۔ اور اس حالت کے حالت تفتیر ہونے میں کچھ کلام نہیں احمد و ابو داؤد بسند صحیح عن اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر۔ واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸ - چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین درباب قلیان کشیدن کہ بعضے مکروہ تنزیہی می فرمایند و بعضے مکروہ تحریمی میگویند۔ و بعض حرام مطلق دانند۔ و بعضے مے فرمایند کہ کسے قلیان میکشد از مشاہدۂ جمال جہاں آرائے حضرت خواجۂ عالم و عالمیان محمد مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ واصحابہ وسلم و از احضار مجلس حضور پُر نورِ اقدس و اعلٰی محروم می مانند۔ پس

قائل میگویم کہ آیات مذہب مختار حنفی چیست۔ گو دریں باب استفتا ہا علماء دستخط فرمودند۔ مگر مفصل ارقام نہ رفتہ۔ و تسکین من نشد۔ لہٰذا امید دارم۔ کہ تشریحش مفصل ارقام زود۔ بیّنوا۔ توجروا ۞

الجواب۔ باید دانست۔ کہ در مسئلہ کشیدن قلیان کہ اختلافات بظہور آمدہ اند۔ بر دو قسم اند یکے اختلاف علماء کاملین۔ و دیگر اختلاف متعصبین۔ اما اختلاف علمائے کاملین کہ بظہور رسیدہ بنظر غور و تعمق راجع طرف اختلاف حال تمباکو یا اختلاف حال شاربین است۔ اما اختلاف متعصبین پس مبنی بر اختیار اقوال شاذہ مردودہ مخالف جمہور یا حکایات بے سروپا مشتملہ بر کذب و زور است۔ تفصیل ایں اجمال آنکہ از روئے احادیث و آثار و اقوال جمہور فقہائے کبار اصل در اشیاء اباحت است۔ پس چیزے کہ در آں دلیلے کہ منصوص الحرمت است۔ یافتہ شود مثل سمیت یا اسکار۔ البتہ حرام و ممنوع است۔ و چیزے کہ در آں دلیل منصوص حرمت یافتہ نشود۔ و حکمش مسکوت عنہ بود۔ باعتبار ذات حلال و مباح است۔ اگر کراہت و حرمت در کدامی صورت خاصہ یافتہ خواہد شد۔ مکروہ و حرام گفتہ خواہد شد۔ ورنہ بر اصل خود باقی خواہد ماند۔ و چوں در تمباکو۔ کہ در بعض بلاد یافتہ میشود۔ اسکار و تفتیر موجود است مثل بلاد بخارا وغیرہ۔ علماء آنجا حکم ممانعت فرمودہ اند۔ و در تمباکوئے بعض بلاد ہرگز اثرے از تفتیر و اسکار نیست۔ مثل تمباکوئے مصر و غیرہ علمائے محققین آنجا حکم بحلت و جواز فرمودہ اند۔ و قول منکر را مردود نمودہ اند۔ و علیٰ ہذا القیاس اختلاف حال شاربین را ہم دخلے

است معتدبہ در حکم آں پس کسے کہ بطورِ لہو ولعب انہماک عبث بہ آں می نماید۔ حکمش جدا است۔ و کسے کہ برائے منافع کہ انکار از آں نتواں نمود۔ بقدرِ ضرورت استعمال می سازد حکمش جدا است۔ پس ایں اختلاف کہ در اقوالِ محققین یافتہ مے شود۔ فی الحقیقت اختلافے نیست۔ و آنچہ متعصبین حرام مطلق مے گویند۔ قطع نظر از آنکہ برائے منفعت باشد۔ یا بطورِ لہو ولعب و عبث تمباکو ہم خواہ مسکر و مفتر باشد۔ یا نہ باشد۔ و بغیر نقل از شارع و مجتہدین ...... شریعت اصل در اشیاء حرمت قرار دادہ اند۔ پس تعصبے است باطل۔ و از حلیۂ صدق و انصاف عاطل۔ و قول و حکم قائل کہ از کشیدن قلیان حرمان از مشاہدہ لمعانِ جمال حضرت سیّد انس و جان صلّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم حاصل می گردد۔ بے دلیل کامل در ہمیں تعصّب لا حاصل داخل است ہر چند علمائے دین دریں مسئلہ رسائل مستقلّہ تالیف فرمودہ اند۔ امّا دریں جا یک سندِ مستند اکتفا نمودہ مے شود۔ علّامہ شامی در ردالمحتار حاشیۂ درالمختار بعد از آں کہ فرمودہ قَدِ اضْطَرَبَتْ آرَاءُ الْعُلَمَاءِ فِيْهِ۔ فَبَعْضُهُمْ قَالَ بِكَرَاهَةِ وَبَعْضُهُمْ قَالَ بِحُرْمَةِ۔ وَ بَعْضُهُمْ بِإِبَاحَةِ الخ۔ و یک دو قولِ ممانعت ذکر نمودہ۔ و در آخر فرمودہ۔ وَلِلْعَلَّامَةِ الشَّيْخِ عَلِى الاجهوری الْمَالِكِى رِسَالَةٌ فِى حِلِّهٖ نَقَلَ فِيْهَا اَنَّهٗ اَفْتٰى بِحِلِّهٖ مَنْ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ مِنْ اَئِمَّةِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ قلت وَاَلَّفَ فِى حِلِّهٖ اَيْضًا۔ سَيِّدُنَا الْعَارِفُ عَبْدُ الْغَنِىْ النَّابُلُسِىْ رِسَالَةً سَمَّاهَا بِالصُّلْحِ بَيْنَ الْاِخْوَانِ فِىْ اِبَاحَةِ شُرْبِ الدُّخَانِ وَتَعَرَّضَ لَهٗ فِىْ كَثِيْرٍ مِنْ تَالِيْفِهِ الْحِسَانِ وَ

أي أمر العلامة الكبرى على القائل بالحرمة - أو بالكراهة
فإنهما حكمان شرعيان لا بد لهما من دليل ولا دليل
على ذلك فإنه لم يثبت إسكاده ولا تفتيره ولا إضراره بل
ثبت له منافع - فهو داخل تحت قاعدة الأصل في
الأشياء الإباحة وإن فرض إضراره للبعض لا يلزم منه
تحريمه على كل أحد فإن العسل يضر بأصحاب الصفراء
الغالبة وربما أمرضهم مع أنه شفاء بالنص القطعي -
وليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى بإثبات الحرمة
والكراهة اللذين لا بد لهما من دليل بل في القول بالإباحة
التي هي الأصل وقد توقف النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم مع أنه هو المشرع في تحريم الخمر أم الخبائث
حتى نزل عليه النص القطعي - فالذي ينبغي للإنسان إذا
سئل عنه سواء كان ممن يتعاطاه أو لا كهذا العبد الضعيف
وجميع من في بيته أن يقول هو مباح لكن رائحته تستكرهها
الطباع فهو مكروه طبعا لا شرعا إلى آخره ما قال إلى آخره ۔

حررہ الفقیر الحقیر عبد القادر محب الرسول
القادری البدایونی عفی عنہ

مسئلہ ۳۰۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ایسے شخص کی نسبت اور اس کے معاونین کی بابت کہ جو طرح طرح کی درخواست ممبران آریہ سماج سے کرتا ہو۔ اور ادھر وعظ اور امامت بھی مسلمانوں کی کرتا رہے۔ اور جو اپنے وعظوں میں بھی آریوں کو اپنا دلی دوست اور جگر

کا ٹکڑا ابتلا ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رتبہ کو حضور سرور کائنات رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰے علیہ و آلہٖ وسلم کی شان کے برابر سمجھے۔ اور جس کا کذب اور وعدہ خلافی بھی اکثر مرتبہ ظاہر ہوئی ہو۔ آیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کا وعظ کرانا اور سننا جائز ہے۔ یا نہیں؟ اور اس کے معاونان کس حکم شرعی کے مصداق ہیں عند اللہ و عند الرسول صلی اللہ تعالٰے علیہ و آلہٖ وسلم بروئے قرآن و حدیث و فقہ بہت جلد جواب تحریر فرما کر داخلِ حسنات ہوں۔ اس کے بعد سائل نے چھ ورق میں وہ خطوط لکھے تھے۔ جو اس شخص نے آریوں کے پاس بھیجے تھے۔ بینوا۔ توجروا۔

الجواب ۔ یہ کلمات اگر اس شخص نے دل سے کہے۔ جب تو اس اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے۔ جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہو سکتا اسلام کی حقانیت میں اس کو شبہ ہے۔ کفر کی طرف مائل۔ بلکہ اس کا مشتاق اور اس کے لئے اپنے آپ کو بے چین پاتا ہے۔ کفر کی عزت و فخر اور سرفرازی کہتا ہے۔ تو اس کے شکوک رفع ہوں۔ یا نہ ہوں۔ وہ آریہ بنے۔ یا نہ بنے۔ اسلام سے تو اس وقت نکل گیا۔ والعیاذ باللہ تعالٰے اور اگر دل میں ان باتوں کو جھوٹ جانتا ہے۔ آریہ کو دھوکا دینے کے لئے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ تو اوّل تو یہ دھوکا کا عذر محض جھوٹ باطل ہے۔ اور بفرض غلط اگر ہو بھی۔ تو دھوکا دینا کیا ضرور ہے۔ اور بفرض غلط ضرور بھی ہو۔ تو وہ اکراہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ واحد قہار عز جلالہٗ نے صرف اکراہ کا استثناد فرمایا۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔ بہر حال اس کو واعظ بنانا حرام۔ اس کا وعظ سننا ناجائز اس کو امام بنانا حرام۔ اس کے پیچھے نماز باطل۔ رہا حضرت امیر المؤمنین

علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے مرتبہ کو شانِ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے برابر کہنا اُس کے کفرِ صریح و ارتدادِ خالص ہونے میں کسی رافضی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ نہ کہ اہلِ سنت۔ جن کا ایمان یہ ہے۔ کہ کسی غیر نبی کو کسی نبی کا ہمسر کہنے والا کافر ہے۔ ایسے شخص کے جتنے معاون ہیں وُہ سب بھی اُسی کے حکم میں ہیں۔ مارہرہ شریف کے صاحب زادوں میں ایسے تاریک وناپاک گندے خیالوں کا کوئی شخص معلوم نہیں خصوصاً عالم ظاہرا اُس نے یہ انتساب محض جھوٹ طور پر کیا۔ اور اگر بالفرض صحیح بھی تھا۔ تو اب جھوٹ ہو گیا۔ قال اللہ تعالٰی اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۴۰۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے جھوٹی بات کہنا کہاں تک جائز ہے؟ بینوا۔ توجروا۔

الجواب۔ اپنا حق مُردہ زندہ کرنے کے لئے پہلو دار بات کہنا جس کا ظاہر دروغ ہو۔ اور واقع میں اُس کے سچے معنے مُراد ہوں۔ اگرچہ سُننے والا کچھ سمجھے۔ بلا شُبہ باتفاق علمائے دین میں جائز۔ اور احادیثِ صحیحہ اُس کا جواز ثابت ہے۔ جب کہ وُہ حق کے اس طریقہ سے ملنا میسّر نہ ہو۔ ورنہ یہ بھی جائز نہیں۔ پہلو دار بات یُوں مثلاً ظالم نے ظلماً اُس کی کسی چیز پر قبضۂ مخالفانہ اُس مدت تک رکھا جس کے باعث انگریزی قانون میں تمادی عارض ہو کر حق ناحق ہو جاتا ہے۔ مگر مخالف کے پاس اپنے قبضہ کا کاغذی ثبوت نہیں۔ اُس کے بیان پر رکھا گیا۔ اگر یہ اقرار کئے دیتا ہے ...... کہ واقعی مثلاً

بارہ۱۲ برس سے میرا قبضہ نہیں۔ تو حق جاتا ہے۔ اور ظالم فتح پاتا ہے۔ لہٰذا یوں کہنے کی اجازت ہے۔ کہ "ہاں میرا قبضہ رہا ہے"۔ یعنی زمانۂ گزشتہ ہے۔ اور اگر زیادہ تصریح چاہی جائے۔ تو یوں کہہ سکتا ہے کہ "آج تک میرا قبضہ چلا آیا"۔ اور نیت میں لفظ آیا کو کلمۂ استفہام لے۔ جیسے کہتے ہیں۔ آیا یہ بات حق ہے۔ یعنی کیا یہ بات حق ہے۔ تو استفہامِ انکاری کے طور پر۔ اس کلمہ کا مطلب یہ ہوا۔ کہ کیا آجتک میرا قبضہ چلا۔ یعنی ایسا نہ ہوا۔ بلکہ میرا قبضہ منقطع ہو کر مخالف کا قبضہ ہو گیا۔ یا یوں کہے۔ "کل تک برابر میرا قبضہ رہا۔ آج کا حال نہیں معلوم۔ کہ کچہری کیا حکم دے؟ اور لفظ کل سے زمانۂ قریب مراد لے۔ جیسے نوجوان لڑکے کو کہتے ہیں۔ کل کا بچہ ہے۔ حالانکہ اس کی عمر بیس۲۰ یا بائیس۲۲ سال کی ہو۔ اِسی معنی پر قیامت کو روزِ فردا کہتے ہیں۔ کل آنے والی ہے۔ یعنی بہت نزدیک ہے۔ یا مخالف کے قبضہ کی نسبت سوال ہو۔ تب کہے۔ "اس کا قبضہ کبھی نہ تھا۔ یا کبھی نہ ہوا"۔ اور مراد یہ لے۔ کہ کبھی وہ وقت بھی تھا۔ کہ اس کا قبضہ نہ تھا۔ اگر زیادہ تصریح درکار ہو۔ تو کہے: "اس کا قبضہ اصلاً کسی وقت ایک آن کو بھی نہ ہوا۔ اور نہ ہے"۔ اور معنی یہ لے۔ کہ حقیقی قبضہ ہر شئے پر اللہ عزّوجل کا ہے۔ دوسرے کا قبضہ ہو ہی نہیں سکتا۔ غرض جو شخص تصرفاتِ الفاظ و معانی سے آگاہ ہے۔ سو پہلو نکال سکتا ہے۔ مگر ان کا جواز بھی صرف اِسی حالت میں ہے۔ جب یہ واقعی مظلوم ہے۔ اور تعبیر ایسی پہلو دار بات کے ظلم سے نجات نہیں مل سکتی۔ ورنہ اُن پر نہ کود ہوا۔ کہ یہ بھی ہرگز جائز نہیں

اب رہی یہ صورت کہ جہاں پہلو دار بات سے کام نہ چلے سو ہاں صریح کذب بھی دفع ظلم و احیاء حق کے لئے جائز ہے۔ یا نہیں۔ اس بارہ میں کلمات علماء مختلف ہیں۔ بہت روایات سے اجازت نکلتی ہے اور بہت اکابر نے منع کی تصریح فرمائی ہے۔ حتی الوسع احتیاط اس سے اجتناب ہی ہے۔ اور شاید قول فیصل یہ ہو۔ کہ اس ظلم کی شدت اور کذب کی مصیبت کو عقل سلیم و دین قویم کی میزان میں تولے۔ جدھر کا پلہ غالب پائے۔ اس سے احتراز کرے۔ مثلاً اس کا ذریعہ رزق تمام و کمال کسی ظالم نے چھین لیا۔ اب اگر نہ لے۔ تو یہ اور اس کے اہل و عیال سب فاقے مریں۔ اور وہ بے کذب صریح نہیں مل سکتا۔ تو اس ناقابل برداشت ظلم اشد کے دفع کو امید ہے۔ کہ غلط بات کہہ دینے کی اجازت ہو۔ اور اگر کسی مالدار شخص کے سو دو سو روپے کسی نے دبا لئے۔ صریح جھوٹ کی اجازت اسے نہ ہونی چاہیئے۔ کہ جھوٹ کا فساد زیادہ ہے۔ اور اتنے ظلم کا تحمل اس مالدار پر ایسا گراں نہیں۔ حدیث سے ثابت۔ اور فقہ کا قاعدہ مقررہ۔ بلکہ عقل و نقل کا ضابطہ کلیہ ہے۔ کہ مَنِ ابْتَلٰى بِبَلِيَّتَيْنِ اِخْتَارَ اَهْوَنَهُمَا یعنی جو شخص دو بلاؤں میں گرفتار ہو۔ ان میں جو آسان ہو۔ اسے اختیار کرے هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَالْعِلْمُ بِالْحَقِّ عِنْدَ رَبِّیْ۔ درمختار میں ہے اَلْكِذْبُ مُبَاحٌ لِاِحْيَاءِ حَقِّهٖ وَدَفْعِ الظُّلْمِ عَنْ نَفْسِهٖ وَالْمُرَادُ التَّعْرِيْضُ لِاَنَّ عَيْنَ الْكِذْبِ حَرَامٌ۔ قَالَ وَهُوَ الْحَقُّ۔ قَالَ تَعَالٰى۔ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الکل من المجتبیٰ و فی الوھبانیۃ قال ؎

وَلِلصُّلْحِ جَازَ اَوْ دَفْعِ ظَالِمٍ وَاَهْلٍ لِتَرْضٰى وَالْقِتَالِ لِيَظْفَرُوْا

ردالمحتار میں ہے۔ اَلْكِذْبُ مُبَاحٌ لِاِحْيَاءِ حَقِّهٖ كَالشَّفِيْعِ يَعْلَمُ

بالبیع باللیل فاذا اصبح یشھد و یقول علمت الآن و کذا
الصغیرۃ تبلغ فی اللیل و تختار نفسھا من الزوج و تقول
رأیت الدم الآن و اعلم ان الکذب قد یباح و قد یجب والضابط
فیہ کما فی تبیین المحارم وغیرہ ان کل مقصود محمود یمکن
التوصل الیہ بالصدق و الکذب جمیعا فالکذب فیہ حرام
و ان امکن التوصل الیہ بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح
تحصیل ذلک المقصود و واجب ان وجب کما لو رأی معصوما
اختفی من ظالم یرید قتلہ و ایذاءہ فالکذب ھنا واجب و
کذا لو سالہ من ودیعۃ یرید اخذھا یجب انکارھا و مھما کان
لا یتم مقصود حرب او اصلاح ذات البین او استمالۃ قلب المجنی
علیہ الا بالکذب فیباح و لو سالہ سلطان عن فاحشۃ وقعت
منہ سرا کزنا او شرب فلہ ان یقول ما فعلتہ لان اظھارہ
فاحشۃ اخری و لہ ایضا ان ینکر سر اخیہ و ینبغی ان یقابل
مفسدۃ الکذب بالمفسدۃ المترتبۃ علی الصدق فان کانت
مفسدۃ الصدق اشد فلہ الکذب و ان بالعکس او شک حرم
و ان تعلق بنفسہ استحب ان لا یکذب و ان تعلق بغیرہ
لم تجز المسامحۃ لحق غیرہ و الحزم ترکہ حیث ابیح نیز
اُس میں اور حاشیہ طحطاوی میں ہے۔ قولہ جاز الکذب قال الشارح
ابن الشحنۃ نقل فی البزازیۃ ان اراد بہ المعاریض لا الکذب
الخالص اُسی میں ہے حیث یباح التعریض لحاجتہ لا یباح
بغیرھا لانہ یوھم الکذب و ان لم یکن اللفظ کذبا الخ

حدیقہ ندیہ میں ہے:- یُکرہُ التعریضُ کراھۃَ تحریمٍ بدونِ الحاجۃِ الیہ اھ
باختصارٍ- طحطاوی میں ہے- قالت عِندَ القاضی اَدرکتُ الاٰنَ و
فسختُ فالقولُ لھا لِانّھا قادرۃٌ علی اِنشاءِ الردِّ ولا یشترط
اَن یکونَ حالۃَ البلوغِ حقیقۃً بل لو کان باخبارِھا لکن با
انّہ بلغتِ الاٰنَ وقیلَ لمحمّدٍ کیفَ یصحُّ وھو کذبٌ لانّھا
اِنّما اَدرکتْ قبلَ ھذا الوقتِ فقالَ لا تُصدّقُ بالاسنادِ
فجازَ لھا اِن تکذبَ کیلا یبطلَ حقُّھا اھ و اِنّما یسوغُ
لھا ذلکَ اِذا کانت اختارتْ عندَ البلوغِ بالفعلِ و
اُخِذَ مِن ذلکَ جوازُ الکذبِ لِاحیاءِ الحقِّ وھی منصوصۃٌ
خلاصۃ اور ہندیہ میں ہے- اِن رأتِ الدّمَ فی اللّیلِ تقولُ
فسختُ النّکاحَ وتشھدُ اِذا اَصبحتْ وتقولُ اِنّما رأیتُ
الدّمَ الاٰنَ لِانّھا تصدقُ اَن تقولَ رأیتُ الدّمَ فی اللّیلِ
وفسختُ ذکرہٗ فی مجموعِ النّوازلِ قال رضی اللہُ تعالیٰ عنہُ
واِن کانَ ھذا کذبًا لکنّ الکذبَ فی بعضِ المواضعِ
مُباحٌ- بزازیہ و نہر میں ہے- لیسَ ھذا بکذبٍ محضٍ بل
مِن قبیلِ المعاریضِ المسوّغۃِ لِاحیاءِ الحقِّ کانّہُ الفعلُ
المصدّقُ لہٗ وامرہٗ حکمُ الابتداءِ و الضّرورۃُ داعیۃٌ اِلی ھذا
لا اِلی غیرِہٖ اھ طحطاویہ میں ہے- قلت لا یظھر بعدَ التّقییدِ
بالاٰنِ انّہٗ مِنَ المعاریضِ بل مِن محضِ الکذبِ الخ-
ردالمحتار میں ہے- حاصلہٗ انّھا تقولُ بلغتُ الاٰنَ
اَی الاٰنَ بالغۃٌ لِئلّا یکونَ کذبًا صریحًا الخ اقولُ و

وَجْهٌ اٰخَرُ وَهُوَ اِرَادَةُ الْقُرْبِ بِقَوْلِهِ الْاٰنَ كَمَا تَقَدَّمَتْ فِيْ
صَدْرِ الْجَوَابِ - اشباہ میں ہے - اَلْكِذْبُ مُفْسِدَةٌ مُحَرَّمَةٌ
وَهِيَ مَتٰى تَضَمَّنُ جَلْبَ مَصْلِحَةٍ تَرْبُوْ عَلَيْهِ جَازَ الخ غمز العیون میں ہے
فِي الْبَزَّازِيَّةِ يَجُوْزُ الْكِذْبُ فِيْ ثَلٰثَةِ مَوَاضِعَ فِي الْاِصْلَاحِ بَيْنَ
النَّاسِ وَفِي الْحَرْبِ وَمَعَ اِمْرَاَتِهٖ - قَالَ فِيْ ذَخِيْرَةٍ اَرَادَ بِهَا
الْمَعَارِيْضَ لَا الْكِذْبَ الْخَالِصَ اَوْ مِثْلِهٖ فِيْ اَوَاخِرِ الْحِيَلِ عَنِ
الْمَبْسُوْطِ - طریقہ محمدیہ میں ہے - يَجُوْزُ الْكِذْبُ فِيْ ثَلَاثٍ وَمَا فِيْ مَعْنَاهَا
عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ الْكِذْبُ اِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ
رَجُلٌ كَذَبَ امْرَاَتَهٗ لِيُرْضِيَهَا وَرَجُلٌ كَذَبَ فِي الْحَرْبِ فَاِنَّ
الْحَرْبَ خُدْعَةٌ وَرَجُلٌ كَذَبَ بَيْنَ مُسْلِمَيْنِ لِيُصْلِحَ
بَيْنَهُمَا - وَزَادَ فِيْ رِوَايَةٍ عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا
وَالْمَرْاَةُ تُحَدِّثُ زَوْجَهَا وَاُلْحِقَ بِهٰذِهِ الثَّلٰثِ دَفْعُ ظُلْمِ الظَّالِمِ
وَاِحْيَاءُ الْحَقِّ - وَقِيْلَ الْمُبَاحُ فِيْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ التَّعْرِيْضُ
اَمَّا الْكِذْبُ فَحَرَامٌ لَا يَحِلُّ بِحَالٍ اھ مُخْتَصَرًا مرقات میں زیر حدیث
صَحِيْحَيْنِ عَنْ اُمِّ كُلْثُوْمٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا - قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْكِذْبُ الَّذِيْ يُصْلِحُ
بَيْنَ النَّاسِ وَيَقُوْلُ خَيْرًا وَيَنْمِيْ خَيْرًا فرمایا بِاَنْ يَقُوْلَ لِلْاِصْلَاحِ
مَثَلًا بَيْنَ زَيْدٍ وَعَمْرٍو يَا عَمْرُو يُسَلِّمُ عَلَيْكَ زَيْدٌ وَيَمْدَحُكَ
وَيَقُوْلُ اَنَا دجه وَكَذٰلِكَ يَجِيْئُ اِلٰى زَيْدٍ وَيُبَلِّغُ مِنْ عَمْرٍو مِثْلَ
مَا سَبَقَ + عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے - فِيْهِ اَيْ فِي الْحَدِيْثِ

اَلْجَسَلِ فِی التَّخْلِیْصِ مِنَ الظُّلْمَۃِ بَلْ اِذَا عَلِمَ اَنَّہٗ لَا تَخْلِیْصَ اِلَّا بِالْکِذْبِ جَازَ لَہٗ اَلْکِذْبُ الصَّرِیْحُ۔ وَ قَدْ یَجِبُ فِیْ بَعْضِ الصُّوَرِ بِالْاِتِّفَاقِ لِکَوْنِہٖ یُنْجِیْ نَبِیًّا اَوْ وَلِیًّا مِمَّنْ یُرِیْدُ قَتْلَہٗ اَوْ نَجَاۃَ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ عَدُوِّھِمْ۔ وَ قَالَ الْفُقَھَاءُ لَوْطَلَبَ ظَالِمٌ وَدِیْعَۃً لِاِنْسَانٍ لِیَاْخُذَھَا غَصْبًا وَجَبَ عَلَیْہِ الْاِنْکَارُ وَ اَلْکِذْبُ فِیْ اَنَّہٗ لَا یَعْلَمُ مَوْضِعَھَا۔ غمز العیون میں اسے نقل کر کے فرمایا۔ فَلْیُحْفَظْ +

شیخ محقق ترجمہ مشکوٰۃ میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں۔ یکے از مواضع کہ دروغ گفتن دراں روا است اصلاح ذات البین است صلح دادن و دور کردن نزاع و عداوت کہ میان دو کس است۔ و یکے دیگر ازاں مواضع کہ دروغ گفتن دراں جائز است۔ نگاہ داشت برخون و مال کسے است کہ بناحق میرود۔ و دروغ گفتن با زن بقصد اصلاح و رضائے وے نیز جائز داشتہ۔ چنانکہ گوید ترا دوست میدارم۔ ہرچند ندارد +

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اَعْلَمُ +

مسئلہ ۴۱۴ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے حق کے وصول کے لئے چھینا جھپٹی زبردستی دبالینا وامثالہا امور جائز ہیں یا نہیں؟ بَیِّنُوْا۔ تُوْجَرُوْا +

اَلْجَوَاب ۔ عین حق یا جنس حق کے لئے جائز ہے۔ جبکہ فتنہ نہ ہو۔ اور اس پر کذب کا قیاس مع الفارق ہے۔ کہ یہاں غصب و نہب کی صورت ہے۔ حقیقت نہیں۔ کہ حقیقۃً اپنا حق لیتا ہے۔ اور کذب ہو گا۔ تو حقیقۃً ہو گا۔ کما لا یخفی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم +

مسئلہ ۴۲ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین - کہ مولانا عبد المقتدر صاحب بدایونی کی خدمت میں مَیں نے اپنے جواب کو اِس لئے پیش کیا تھا - کہ اگر صحیح ہو - تو بہی رہے - اُس وقت تک مَیں نے جو جواب لکھا تھا وہ صرف بحوالہ و سندِ اِحیاء العُلوم تھا - حضرت مولانا نے فرمایا - کہ احیاء العُلوم سے جواب کافی نہیں - فقہ سے لکھو - اور کچھ نہ فرمایا - فقہ میں جو دیکھا - تو اُس میں بھی احیاء العلوم کی سند موجود ہے - آیا احیاء العلوم وغیرہ امثالہا سے سند لانا - اور غیر مذہب کے عُلماء سے سند لانا صحیح ہے - یا نہیں ؟ اگر ہے - تو کس قسم کے مسائل میں - اکثر یہ لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں - کہ حنفی کو اپنی فقہ ہی سے سند ضرور ہے - عُلمائے احناف اہلِ سُنّت جو اپنی کُتب مناظرہ وغیرہ میں دُوسرے عُلماء اور اُن کی کُتب یا تصوّف وغیرہ علوم کی کُتب سے سند دے دیتے ہیں وہ معاذ اللہ خاطی ہیں - بیّنوا - توجروا ۔

الجواب - مسائلِ اختلافیہ حنفیہ و غیر حنفیہ میں غیر حنفیہ سے استناد صحیح نہیں - اور ان کے ماوراء میں قدیماً و حدیثاً ہر مذہب والے چاروں مذہب کے اکابر سے سند لاتے ہیں - یُوں ہی مسائل غیر متشابہات میں ائمہ تصوّف قدسنا اللہ تعالےٰ باسرارہم سے استناد - اور ایسے لوگوں کو خاطی جاننے والا خود سخت خاطی ہے ۔ واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۴۳ - حضرت مولٰینا المعظم والمکرم دامت برکاتہم العالیہ پس از تسلیم مع التکریم معروض کہ :-

(۱) جس نے فرضِ عشاء باجماعت نہیں پڑھے - اور وتر کی جماعت میں شریک ہوگیا - اُس کے یہ وتر سرے سے ہوئے ہی نہیں - یا ہوئے

مگر مکروہ۔ تو تحریمی یا تنزیہی ؟

(۲) اگر جماعت سے فرض عشاء پڑھ لئے تھے۔ تو اب جس امام کے پیچھے چاہے۔ وِتر جماعت سے پڑھ لے۔ اگرچہ وُہ امام فرض و تراوِیح دونوں سے غیر ہو۔ یا صرف ایک سے۔ یا اُس امام نے فرض و تراویح باجماعت نہ پڑھے ہوں۔ بہر حال بلا کراہت صحیح ہونگے۔ یا کیا ؟

(۳) جماعت وتر میں اِستحقاقِ شرکت کے لئے تراویح باجماعت پڑھنا کتنا دخل رکھتا ہے۔ یا کچھ نہیں ؟

(۴) آج کل علی العموم سفر پہلے سے اُس کے بیسیوں حصّہ زائد تیز رَو سواریوں پر ہوتا ہے۔ اس کے لئے بحساب مسافت اندازہ کی ضرورت ہے۔ یہ فرمائیں۔ کہ کس قدر کوس مروّج کے سفر میں قصر وغیرہ احکام سفر ہونگے۔ اور کوس مروّج سے اپنی مُراد کی تشریح فرمائیں۔ کہ وُہ کوس مثلاً اِسقدر قدموں کا ہے۔ بہر حال ایسا کوئی انداز بتانا چاہئے۔ جس سے سب عام و خاص سہولت کے ساتھ یہ سمجھ سکیں۔ کہ ہمارا یہ سفر سفرِ قصر ہوا۔ یا نہیں ؟ اور تیز رَو سواریوں میں برّی ہوں۔ یا بحری۔ جو سفر کیا ہے۔ اُس کا اس سفر بحساب ایّام سے موازنہ کر سکیں۔ بیّنوا۔ توجروا

الجواب ۔ حضرت والا دامت برکاتہم ۔ (۱) وِتر ہو جانے میں شُبہ نہیں۔ ہاں مکروہ ہے۔ بقول الشامی۔ انھا لو صلاھا جماعۃ مع غیر من صلی التراویح معہ لا کراھۃ اور کراہتِ تحریم کی کوئی وجہ نہیں۔ ظاہراً کراہتِ تنزیہ ہے +

(۲) اگر فرض جماعت سے پڑھے ہیں۔ تو خود امام ہو کر بھی۔ اور مُطلقاً ہر ایک امام کے پیچھے بھی وِتر پڑھ سکتا ہے۔ خواہ وہ امام فرض ہو۔ یا امامِ تراویح

یا محض جدید - ہاں جس امام نے فرض بجماعت نہ پڑھے ہوں - جماعتِ وتر اُسے مکروہ ہوگی - اور اُس کی کراہت سب میں سرایت کرے گی - کہ جماعتِ وتر ہر واحد کے حق میں تفصیلاً تابع جماعتِ فرض ہے - فَمَا لِمُنْفَرِدٍ فِی الْفَرْضِ یَنْفَرِدُ فِی الْوِتْرِ کَمَا بَیَّنَّا فِی فَتَاوٰیْنَا ؞

(۳) کچھ نہیں سوا اِس کے اگر ابھی مسجد میں جماعتِ تراویح ہوئی ہی نہیں - تو جماعتِ وتر مکروہ ہے - کہ جماعتِ وتر تابعِ جماعتِ تراویح ہے ؞

(۴) قصر تین منزل پر ہے - فقیر نے مدتوں کے تجربہ سے ثابت کیا کہ یہاں منزل ۱۹ ۱/۵ میل ہے - تو مدتِ قصر ۵۷ ۳/۵ میل ہے - جسے قریباً ساڑھے ستاون میل کہئے - میل سے یہی رائج میل ۱۷۶۰ گز کا مُراد ہے - سفرِ بحری میں بادی کشتی کی اوسط چال بحالِ اعتدالِ ہوا مُراد ہے - دُخانی جہازوں کا اعتبار نہیں جیسے ریل کا - مجھے ہر بار دُخانی ہی جہاز میں اتفاق میسر ہوا - البتہ اِس دفعہ جدّہ سے رابغ تک ساعیہ میں گیا تھا - کہ تین دن میں پہنچی - براہ خشکی چھ منزل ہے - اِس ایک بار کے مشاہدہ پر میں بحری سفر کے لئے میلوں کی تعیین نہیں کر سکتا - خصوصاً جب کہ لوگوں کا بیان تھا - کہ ہوا کم ہے - ورنہ ایک دن میں پہنچتی واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؞

مسئلہ ۴۴ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں - کہ کُتب عقائد وغیرہ میں جو اثباتِ نبوتِ حضرت ابو البشر آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ادلّہ میں حدیث کا بھی حوالہ دیتے ہیں - وہ حدیث کس نے کن الفاظ سے تخریج کی ہے ؟ بیّنوا - توجروا ؞

الجواب - حضرت بابرکت دامت برکاتہم - السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - حدیث سیدنا ابوذر علیہ الرضوان سے مسند امام احمد میں یوں ہے:- قَالَ قُلْتُ یَا (رسول اللہ) اَیُّ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ اَوَّلُ قَالَ اٰدَمُ۔ قُلْتُ یَا (رسول اللہ) وَنَبِیٌّ کَانَ قَالَ نَعَمْ نَبِیٌّ مُکَلَّمٌ اور نوادر الاصول تصنیف امام حکیم الامت ترمذی کبیر میں اُن سے مرفوعاً یوں ہے - اَوَّلُ الرُّسُلِ اٰدَمُ وَاٰخِرُھُمْ (محمد) عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامُ ؁

مسئلہ ۵۴ - کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسائلِ ذیل میں ؟:-

(۱) عورات کو اُس مکان میں جہاں محارم وغیر محارم مرد اور عورتیں ہوں - جانا جائز ہے - یا ناجائز ؟

(۲) جس گھر میں نامحرم مرد وعورات ہیں - وہاں عورت کو کسی تقریب شادی یا غمی میں بُرقعہ کے ساتھ جانا - اور شریک ہونا جائز ہے - یا نہیں ؟

(۳) جس مکان کا مالک نامحرم ہے - لیکن اُس جلسۂ عورات میں نہیں ہے - اور اُس کا سامنا بھی نہیں ہوتا ہے - مگر مالکِ مکان کی جورو اِس عورت کی محرم ہے - تو اُس کو وہاں جانا جائز ہے - یا نہیں ؟

(۴) ایسے گھر میں جس کے مالک تو نامحرم ہیں - مگر اُس گھر میں کوئی عورت بھی اِس عورت کی محرم نہیں ہے - تو اِس عورت کو جانا جائز ہے یا نہیں ؟ (۵) ایسے گھر میں کہ جس کا مالک نامحرم ہے - مگر وہاں ایک عورت اِس عورت کی محرم ہے - اور جو عورت محرم ہے - وہ

مالکِ مکان کی نامحرم ہے۔ تو اُس عورت کو جانا جائز ہے۔ یا نہیں ؟

(۶) ایسے گھر میں جہاں مالک تو نامحرم ہے۔ مگر اُس گھر میں عورات اُس عورت کی محرم ہیں۔ اور مالکِ مکان جو نامحرم ہے۔ وُہ گھر میں جہاں جلسہ عورات ہے۔ آتا نہیں ہے۔ تو اس عورت کو جانا جائز ہے۔ یا نہیں ؟

(۷) جس گھر کا مالک تو نامحرم ہے۔ اور گھر میں آتا نہیں۔ اور عورات بھی اُس گھر کی نامحرم ہیں۔ تو اُس عورت کو جانا جائز ہے۔ یا نہیں ؟

(۸) جس گھر کا مالک محرم ہے۔ اور لوگ نامحرم۔ تو جانا جائز ہے۔ یا ناجائز؟

(۹) جس گھر میں مالک نامحرم ہے۔ مگر دُوسرے شخص محرم ہیں۔ حالانکہ سامنا نامحرموں سے نہیں ہوتا۔ تو اُس عورت کا جانا جائز ہے۔ یا ناجائز ؟

(۱۰) جس گھر کے دو مالک ہیں۔ ایک اُس عورت کا خاوند ہے۔ اور دوسرا نامحرم ہے۔ تو اُس عورت کو اُس گھر میں جانا جائز ہے۔ یا ناجائز ؟

(۱۱) جس گھر میں عام محفل ہے۔ جہاں مذکور الصدر سب اقسام موجود ہیں اور عورات پردہ نشین و غیر پردہ نشین دونوں قسم کی موجود ہیں۔ اور مرد بھی محارم و غیر محارم ہیں۔ مگر یہ عورت نامحرم مردسے چادر وغیرہ سے پردہ کئے ہوئے اُن عورتوں میں بیٹھ سکتی ہے۔ تو ایسی حالت میں اُس عورت کو جانا جائز ہے۔ یا ناجائز ؟

(۱۲) جس گھر میں ایسی تقریب ہو رہی ہے۔ جس میں منہیات شرعیہ ہو رہے ہیں۔ اُس میں کسی مرد یا عورت کو اِس طرح جانا۔ کہ وُہ علیحدہ ایک گوشہ میں بیٹھے۔ جہاں مواجہہ تو اُس کی شرکت میں نہیں ہے مگر آواز وغیرہ آرہی ہے۔ گو اِس آواز وغیرہ ناجائز اُمور سے اُسے کچھ حظ بھی نہیں ہے۔ اور نہ متوجہ اُس طرف۔ تو جانا جائز ہے۔ یا نہیں؟

(۱۳) جس گھر میں مالک وغیرہ نامحرم - مگر اس عورت کے ساتھ محارم عورات بھی ہیں - گو اُس گھر کے لوگ اُن عورات کے نامحرم ہیں - تو اِس عورت کو جانا جائز ہے - یا نہیں؟ (۱۴) شقوقِ مذکورۃ الصدر میں سے جو شقوق ناجائز ہیں - ان میں سے کسی شق میں عورت کو شوہر کا اتباع جائز ہے - یا نہیں؟ (۱۵) مرد کو اپنی بی بی کو ایسی مجالس اور محافل میں شرکت سے منع کرنے - اور نہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور عورت پر اتباع اور عدمِ اتباع سے کس درجہ نافرمانی کا اطلاق اور کیا اثر ہوگا؟ اور مرد کو شریک ہونے اور نہ ہونے کا کیا حکم ہے؟

(۱۶) جس مکان میں مجمع عوراتِ محارم وغیر محارم کا ہو - اور عوراتِ محارم و نامحارم ایک طرف خاص پردہ میں باہم مجتمع ہوں - اور مجمع مردوں کا بھی ہر قسم کے اُسی مکان میں عورات سے علیحدہ ہو - لیکن آواز نامحرم مردوں کی عورات سُنتی ہیں - اور ایسے اپنے مکان میں مجلس وعظ یا ذکر شریف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام مُنعقد ہے - تو ایسے جلسہ میں اپنے محارم کو بھیجنا - یا نہ بھیجنا کیا حکم رکھتا ہے؟ اور نہ بھیجنے سے کیا محظورِ شرعی لازم ہوتا ہے؟ اور انعقاد ایسی مجالس کا اپنے زنانہ مکانات میں کیسا ہے؟ اور اُس ذکر یا وعظ کو اپنے محارم یا غیر محارم کے ایسے مکان میں جانا چاہیے - یا نہیں؟ فقط - بیّنوا توجروا - عند اللہ الوہاب +

(نوٹ) مقصودِ سائل عوراتِ محارم سے وُہ قرابت دار ہیں - جن کے مرد فرض کرنے سے نکاح جائز نہ ہو - بیّنوا - توجروا +

الجواب - صُوَرِ جُزئیہ کے عرضِ جواب سے پہلے چند اصُول

و فوائد بلحوظ خاطر عاطر رہیں۔ کہ بعونہٖ عزّ مجدہ شقوق مذکورہ و غیر مذکورہ سب کا بیانِ مُبین اور فہم حکم کے مؤید و مُعین ہوں۔ و باللہ التوفیق ❊

اوّل۔ اصل کُلّی یہ ہے۔ کہ عورت کو اپنے محارم رجال خواہ نساء کے پاس اُن کے یہاں عیادت یا تعزیت یا اور کسی مندوب یا مُباح دینی یا دُنیوی حاجت یا صرف ملنے کے لیئے جانا مُطلقًا جائز ہے جبکہ مُنکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ مثلاً بے ستری نہ ہو۔ مجمع فُسّاق نہ ہو۔ تقریب ممنوع شرعی نہ ہو۔ ناچ یا گانے کی محفل نہ ہو۔ زنا فواحش و بیباک کی صحبت نہ ہو۔ شیطانی گیت نہ ہوں۔ سمدھنوں کی گالیاں سُننا سُنانا نہ ہو۔ نامحرم دُولہا کو دیکھنا دکھانا نہ ہو۔ رتجگے وغیرہ میں ڈھول بجانا گانا نہ ہو ❊

دوم۔ اجانب کے یہاں کے مرد و زن سب اس کے نامحرم ہوں شادی۔ غمی۔ زیارت۔ عیادت۔ اُن کی کسی تقریب میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ شوہر کے اذن سے۔ اگر اذن دے گا۔ تو وُہ خود بھی گنہگار ہوگا۔ سوا چند صُوَرِ مفصلۂ ذیل کے۔ اور اُن میں بھی حتی الوسع تستّر و تحرز اور فتنہ و مظانِ فتنہ سے تحفّظ فرض ❊

سوم۔ کسی کے مکان سے مُراد اُس کا مکانِ سکونت ہے نہ مکانِ مالک۔ مثلاً اجنبی کے مکان میں بھائی کرایہ پر رہتا ہے۔ جانا جائز۔ بھائی کے مکان میں اجنبی عاریۃً ساکن ہے۔ جانا جائز ❊

چہارم۔ محارم میں مردوں سے مُراد وُہ ہیں جن سے بوجہ علاقۂ جُزئیت ہمیشہ ہمیشہ کو نکاح حرام۔ کہ کسی صُورت سے حلت نہیں

ہو سکتی۔ نہ بھتوئی۔ یا پھوپا یا خالو کہ بہن۔ پھوپی خالہ کے بعد اُن سے نکاح ممکن۔ علاقہ جزئیت رضاع و مصاہرت کو بھی عام مگر زنان جوان خصوصاً حسینوں کو بلاضرورت اُن سے احتراز ہی چاہئے۔ اور برعکس رواج عوام بیاہیوں کو آریوں سے زیادہ کہ اُن میں نہ وہ حیا ہوتی ہے نہ اتنا خوف۔ نہ اس قدر لحاظ۔ اور نہ اُن کا وہ رُعب۔ نہ علانیہ محافظین کو اس درجہ نگہداشت اور ذوقِ چشیدہ کی رغبت۔ انجان نادان سے کہیں زائد۔ لَیْسَ الْخَبَرُ کَالْمُعَایَنَۃِ (شنیدہ کے بود مانند دیدہ) تو اِن میں موانع ہلکے۔ اور مقتضی بھاری۔ اور اصلاح اور تقویٰ پر اعتماد سخت غلط کاری مرد خود اپنے نفس پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ اور اگر کرے۔ تو جھوٹا۔ اِذْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ نہ کہ عورت جو عقل و دین میں اس سے آدھی۔ اور رغبت نفسانی میں سَو گنی۔ ہر مرد کے ساتھ ایک شیطان۔ اور ہر عورت کے ساتھ دو۔ ایک آگے اور ایک پیچھے تَقْبَلُ شَیْطَانٌ وَّ تُدْبِرُ بِشَیْطَانٍ وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَزِیْزِ الرَّحْمٰنِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ فِی الدِّیْنِ وَالدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ لِیْ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ جَمِیْعًا اٰمِیْنَ ثُمَّ اٰمِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔

پنجم۔ محرم عورتوں سے وُہ مراد کہ دونوں میں جسے مرد فرض کیجئے نکاح حرام ابدی ہو۔ ایک جانب سے جریان کافی نہیں۔ مثلاً ساس بہو۔ تو باہم محرم ہی ہیں۔ کہ اُن میں جسے مرد فرض کریں۔ دُوسرے سے بیگانہ ہے۔ سوتیلی ماں بیٹیاں بھی آپس میں محرم نہیں۔ کہ اگرچہ بیٹی کو مرد فرض کرنے سے حُرمت ابدیہ ہے۔ کہ وُہ اُس کے باپ کی

مدخولہ ہے۔ مگر ہاں کو مردِ فرض کرنے سے محض بیگانگی کہ اب اُس کے باپ کی کوئی نہیں +

ششم - رہے وُہ مواضع جو محارم و اجانب کسی کے مکان میں نہیں اگر وہاں تنہائی و خلوت ہے۔ تو شوہر یا محرم کے ساتھ جانا ایسا ہی ہے جیسے اپنے مکان میں شوہر و محارم کے ساتھ رہنا۔ اور مکان قید و حفاظت ہے۔ کہ ستر و تحفظ پر اطمینان حاصل - اور اندیشہ ہائے فتنہ یکسر زائل - تو یُوں بھی حرج نہیں - اس قید کے بعد استثناء ایک روزہ راہ کی حاجت نہیں - کہ بے معیتِ شوہر یا مردِ محرم - عاقل - بالغ - قابلِ اعتماد حرام ہے - اگرچہ محل خالی کی طرف - وجہ یہ کہ عورت کا تنہا مقامِ دُور کو جانا اندیشۂ فتنہ سے عاری نہیں - تو وُہی قید اس کے اخراج کو کافی - اور اگر محل جلوت ہے - تو بے حاجتِ شرعی اجازت نہیں - خصوصاً جہاں فضولیات و لطالات و خطابات و جہالات کا جلسہ ہو - جیسے سیر - تماشے - بلجے - نالشے ندیوں کے بن گھٹ - ناؤ چڑھانے کے جمگھٹ - بے نظیر کے میلے - پھول والوں کے جھیلے - نوچندی کی بلائیں - مصنوعی کربلائیں عَلَم تعزیوں کے کاوے - تخت جریدوں کے دھاوے - حُسین آباد کے جلیے - عباسی درگاہ کے بلوے - ایسے مواقع مَردوں کے بھی جانے کے نہیں - نہ کہ یہ نازک شیشیاں جنہیں صحیح حدیث میں ارشاد ہوا رُوَیْدَکَ اَنْجَشَۃُ رِفْقًا بِالْقَوَارِیْر - اور محل حاجت میں جس کی صُورتیں مذکور ہوں گی - بشرطِ تستّر و تحفّظ و تحرز فتنہ یک روزہ راہ بلکہ نزد تحقیق مناط اس سے کم میں بھی محافظ

مذکور کی حاجت ٭

ہفتم ۔ یہ اور وہ یعنی مکانِ غیر و غیر مکان میں جانا بشرائطِ مذکورہ جائز ہونے کی نو صورتیں ہیں:۔ (۱) قابلہ (۲) غاسلہ (۳) نازلہ (۴) مریضہ (۵) مضطرہ (۶) حاجہ (۷) مجاہدہ (۸) مسافرہ (۹) کاسبہ

(۱) **قابلہ** ۔ یہ کہ کسی عورت کو دردِ زہ ہو ۔ یہ دائی ہے ٭

(۲) **غاسلہ** ۔ جب کوئی عورت مرے ۔ یہ نہلانے والی ہے ۔ ان دونوں صورتوں میں اگر شوہر دار ہے ۔ تو اذنِ شوہر ضرور ۔ جبکہ مہر معجل نہ ہو ۔ یا تھا ۔ تو پا چکی ٭

(۳) **نازلہ** ۔ جب اسے کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے ۔ اور خود عالم کے یہاں جائے بغیر کام نہیں نکل سکتا ٭

(۴) **مریضہ** ۔ کہ طبیب کو بلا نہیں سکتی ۔ نبض دکھانے کی ضرورت ہے ۔ اسی طرح زچہ و مریضہ کا علاجاً حمام کو جانا جب کہ وہاں کسی ناف سے کشفِ عورت اور بند مکان میں گرم پانی سے گھر میں نہانا کفایت نہ ہو ٭

(۵) **مضطرہ** ۔ کہ مکان میں آگ لگی ۔ یا مکان گرا پڑتا ہے ۔ یا چور مکان کے اندر گھس آئے ۔ یا درندہ آ گیا ہے ۔ غرض ایسی کوئی حالت واقع ہوئی ۔ کہ حفاظتِ دین یا ناموس ۔ یا جان کے لئے گھر چھوڑ کر کسی جائے امن و امان میں جائے بغیر چارہ نہیں ۔ اور عضو مثل نفس اور مال اسکا شقیق ہے ٭

(۶) **حاجہ** ۔ ظاہر ہے ۔ اور زائرہ اس میں داخل ہے ۔ کہ زیارتِ اقدس حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم تتمۂ حج بلکہ متممِ حج ہے ٭ (۷) **مجاہدہ** ۔ جب عیاذاً باللہ! عیاذاً باللہ!

عیاذاً باللہ!!! اسلام کو حاجت۔ اور بحکمِ امام نفیرِ عام کی نوبت ہو۔ فرض ہے۔ کہ ہر غلام بے اذنِ مولیٰ۔ ہر پسر بے اذنِ والدین۔ ہر پردہ نشین بے اذنِ شوہر جہاد کو نکلے جب کہ استطاعتِ جہاد و سلاح و زاد ہو۔

(۸) **مُسافرہ**۔ جو عورت سفرِ جائز کو جائے۔ مثلاً والدین تارت سے سفر پر ہیں۔ یا شوہر کہ دُور نوکر ہے۔ اپنے پاس بُلایا۔ اور محرم ساتھ ہے۔ تو منزلوں پر سرا وغیرہ میں اُترنے سے چارہ نہیں۔

(۹) **کاسبہ**۔ عورت بے شوہر ہے۔ یا شوہر بے جوہر۔ کہ خبر گیری نہیں کرتا۔ نہ اپنے پاس کچھ۔ کہ دن کاٹے۔ نہ اقارب کو توفیق۔ یا استطاعت۔ نہ بیت المال منتظم۔ نہ گھر بیٹھے دستکاری پر قدرت۔ نہ محارم کے یہاں ذریعۂ خدمت نہ بحال بے شوہری کسی کو اس سے نکاح کی رغبت۔ تو جائز ہے۔ کہ بشرطِ تحفّظ و تحرّز اجانب کے یہاں جائز وسیلہ رزق پیدا کرے۔ جس میں کسی مرد سے خلوت نہ ہو۔ حتی الامکان وہاں ایسا کام لے۔ جو اپنے گھر آ کر کرے۔ جیسے سینا۔ پینا۔ کاتنا وغیرہ۔ ورنہ اُس گھر میں نوکری کرے۔ جس میں صرف عورتیں ہوں۔ یا نابالغ بچے۔ ورنہ جہاں کا مرد متقی پرہیزگار ہو۔ اور ساٹھ ستّر برس کی پیرزال بدشکل کریہہ المنظر کہ خلوت میں بھی مضائقہ نہیں۔

تنبیہ۔ اِن کے سوا تین صُورتیں اور بھی ہیں: شاہدہ۔ طالبہ۔ مطلوبہ۔

شاہدہ۔ وہ جس کے پاس کسی حق اللہ مثل رویتِ ہلالِ رمضان وسماعِ طلاق و عتق وغیرہ میں شہادت ہو۔ اور ثبوت اس کی گواہی و حاضری دار القضاء پر موقوف۔ خواہ بشرطِ مذکور کسی حق العبد

مثل عتق غلام و نکاح و معاملات مالیہ کی گواہی۔ اور مدعی اس سے طالب اور قاضی عادل۔ اور قبول معمول۔ اور دِن کے دِن گواہی دیکر واپس آسکے **طالبہ** ۔ جب اِس کا کسی پر حق آتا ہو۔ اور بے جائے دعویٰ نہیں ہو سکتا **مطلوبہ** ۔ جب اِس پر کسی نے غلط دعوےٰ کیا۔ اور جواب دہی میں جانا ضرور۔ یہ صورتیں بھی علماء نے شمار فرمائیں۔ مگر بحمد اللہ تعالےٰ پردہ نشینوں کو ان کی حاجت نہیں۔ کہ اُن کی طرف سے وکالت مقبول۔ اور حاکمِ شرع کا خود آکر نائب بھیجکر ان سے شہادت لینا معمول۔ یہہ بیان کافی وصافی۔ بحمد اللہ تعالےٰ تمام صُوَر کو حاوی ووافی۔ بعونہٖ تعالیٰ اب جواب جُزئیات ملاحظہ ہوں :۔

جواب (۱) وہ مکان محارم ہے۔ یا مکانِ غیر یا غیر مکان۔ اور وہاں جانے کی طرف حاجت شرعیہ داعی یا نہیں۔ سب صُوَر کا مفصل بیان مع شرائط و مستثنیات گزرا +

جواب (۲) اگر یہ مُراد کہ نامحرم بھی ہیں۔ تو وُہی سوالِ اوّل ہے اور اگر یہ مقصود کہ نامحرم ہی ہیں۔ تو جواب ناجائز۔ مگر بصورتِ اِستثناء

جواب (۳) زن محرم کے یہاں اُس کی زیارت عیادت تعزیت کسی شرعی حاجت کے لئے جانا بشرائط مذکورہ اصل اوّل جائز۔ مگر کُتب معتمدہ مثل مجموع النوازل و خلاصہ و فتح القدیر و بحر الرائق و اشباہ و غمز العیون و طریقہ محمدیہ و درّ مختار و ابو السعود و شرنبلالیہ وہندیہ وغیرہ میں ظاہر کلمات ائمہ کرام شادیوں میں جانے سے مُطلقاً ممانعت ہے۔ اگرچہ محارم کے یہاں۔ علامہ طحطاوی نے اِسی پر جزم اور علامہ مصطفیٰ رحمتی و علامہ محمد شامی

اسی کا استظہار کیا۔ اور یہی مقتضی ہے۔ حدیث عبد اللہ بن عمرو و حدیث خولہ بنت النعمان و حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہم کا فَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّاذَا تَرٰی۔ اور اگر شادیاں اُن فواحش و مُنکرات پر مشتمل ہوں جن کی طرف ہم نے اصل اوّل میں اشارہ کیا۔ تو منع یقینی ہے۔ اور شوہر دار کو تو شوہر بہر حال اس سے روک سکتا ہے جبکہ مہر معجل سے کچھ باقی نہ ہو۔

جواب (۴)۔ نہ مگر باستثناء مذکور۔

جواب (۵) وہ مکان اگر اُس زن محرم کا مسکن ہے۔ تو اُس کے پاس جانا تفصیل مذکور جواب سوم پر ہے۔ ورنہ یوں کہ نامحرموں کے یہاں دو بہنیں جائیں۔ کہ وہاں ہر ایک دُوسرے کی محرم ہوگی۔ اجازت نہیں۔ کہ ممنوع بممنوع ملکر نا ممنوع نہ ہوں گے۔

جواب (۶) اگر وہ مکان اُن زنان محارم کا ہے۔ تو جواب جواب سوم ہے۔ کہ گزرا۔ ورنہ جواب ہفتم کہ آتا ہے:۔

جواب (۷) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفِتَنِ وَ الْاٰفَاتِ وَ عَوَادِ الْعَوْرَاتِ۔ یہ مسئلہ مکان اجانب میں زنان اجنبیہ کے پاس عورتوں کے جانے کا ہے۔ علماء کرام نے مواضع استثناء ذکر کرکے فرمایا۔ اِلَّا فِیْمَا عَدَا ذٰلِکَ وَاِنْ اَذِنَ کَانَا عَاصِیَیْنِ۔ نہ ان کے ماوراء میں۔ اور اگر شوہر اذن دے۔ تو دونو گنہگار۔ اس نفی عموم سب کو شامل۔ پھر اُن مواضع میں ماں کے پاس جانا بھی شمار فرمایا۔ اور دیگر محارم کے پاس بھی۔ اور اس کی مثال خانیہ وغیرہا میں خالہ و عمہ و خواہر سے دی۔ نیز علماء نے قابلہ و غاسلہ کا استثناء کیا۔

اور پھر ظاہر۔ کہ وہ نہ جائیں گی۔ مگر عورات کے پاس اگر زنانِ اجنبیہ کے پاس جانا مواضعِ استثناء سے مخصوص نہ ہوتا۔ استثناء میں مادر و خالہ و خواہر و عمہ و قابلہ و غاسلہ کے ذکر کے کوئی معنے نہ تھے۔ احادیث ثلثہ مشارٌ الیہا میں ارشاد ہوا۔ عورتوں کے اجتماع میں خیر نہیں۔ حدیثین اوّلین میں اس کی علت فرمائی۔ کہ وہ جب اکٹھی ہوتی ہیں۔ بیہودہ باتیں کرتی ہیں۔ حدیث ثالث میں فرمایا۔ ان کے جمع ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے صیقل گر نے لوہا تپایا۔ جب آگ ہو گیا۔ کوٹنا شروع کیا۔ جس چیز پر اس کا پھول پڑا۔ اس کو جلا دیا۔ رَوَاهُنَّ جَمِيْعًا الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ۔ عورتیں کہ بوجہ نقصانِ عقل و دین سنگدل اور امرِ حق سے کم منفعل ہیں۔ وَلِذَا اَكْثَرَ يَكْمُلُ مِنْهُنَّ اِلَّا قَلِيْلٌ۔ لوہے سے تشبیہ دی گئی۔ اور نار شہوات و خلاعات کہ ان میں رجال سے حصّہ زائد مشتعل۔ لوہار کی بھٹی اور انکا محلے بالطبع ہو کر اجتماع لوہے اور ہتھوڑے کی صحبت۔ آپ جو چنگاریاں اڑیں گی۔ دین۔ ناموس۔ حیا۔ غیرت جس پڑیں گی۔ صاف پھونک دیں گی۔ سلمٰے پارسا ہے۔ ہاں پارسا ہے و بارک اللہ۔ مگر جانِ برادر! کیا پارسائیں معصوم ہوتی ہیں۔ کیا صحبتِ بد میں اثر نہیں۔ جب قیموں سے جدا خود سر و آزاد ایک مکان میں جمع۔ اور قیموں کے آنے دیکھنے سے بھی اطمینان حاصل فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ اَعْوَجَ۔ کج سے بنی۔ کج ہی چلے گی۔ آپ نادان ہے۔ تو شدہ شدہ سیکھ کر رنگ بدلے گی۔ جسے تشقیف زنان کی پروا نہیں۔ یا حالاتِ زنان سے آگاہ نہیں۔ اوّل کا ظالم کا تو نام ہی نہ لیجئے۔ اور ثانی صالح سے گزارش کیجئے

مصرعہ۔ معذور دار مست کہ تو او را ندیدۂ ٭

مجمع زنان کی شناعات وہ ہیں۔ کہ لا ینبغی ان تذکر فضلا ان تسطر۔ جسے اِن نازک شیشیوں کو صدمے سے بچانا ہو۔ تو راہ یہی ہے۔ کہ شیشیاں شیشیاں بھی بے حاجتِ شرعیہ نہ ملنے پائیں۔ کہ آپس میں مل کر بھی ٹھیس کھا جاتی ہیں۔ حاجاتِ شرعیہ وہ جو علمائے کرام نے استثناء فرما دیں۔ غرض احادیث مصطفٰی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہلکا نہیں۔ کہ اجتماعِ نساء میں خیر و اصلاح نہیں ٭ آئینہ اختیار بدستِ مختار ٭

جواب (۸ و ۹) ان دونوں سوالوں کا جواب بعد ملاحظہ اصل سوم و جوابات سابقہ ظاہر کہ بعد اسقاطِ اعتبارِ ملک و لحاظِ سکونت یہ ان سے جدا کوئی صورت نہیں ٭

جواب (۱۰) ملک کا حال وہی ہے۔ جو اوپر گذرا۔ اور شوہر کے پاس جانا مطلقاً جائز۔ جب کہ ستر حاصل۔ اور تحفظ کامل۔ اور ہر گونہ اندیشۂ فتنہ زائل۔ اور موقع غیر موقع ممنوع و باطل ہو۔ اور شوہر جس مکان میں رہے۔ اگرچہ ملک مشترک۔ بلکہ غیر کی ملک ہو۔ اُس کے پاس رہنے کی بھی بشرائطِ معلومہ مطلقاً اجازت بلکہ جب نہ مہرِ معجل کا تقاضا۔ نہ مکان مغصوب وغیرہ ہونے کے باعث دین یا جان کا ضرر ہو۔ اور شوہر شرائطِ سکنائے واجبہ مذکورہ فقہ بجا لایا ہو۔ تو واجب اِنہیں شرائط سے واضح ہوگا۔ کہ مسکن میں اوروں کی شرکت سکونت کہاں تک تحمّل کی جا سکتی ہے۔ اِتنا ضروری ہے۔ کہ عورت کو ضرر دینا بنصِ قطعی قرآن عظیم حرام ہے اور

شک نہیں۔ کہ اجنبی مرد تو وہیں سوت کی شرکت بھی ضرر رساں۔ اور جہاں ساس نند دیورانی جٹھانی سے ہو۔ تو ان سے بھی جُدا رکھنا حتیٰ زناں وَالتَّفْصِیْلُ فِیْ رَدِّ الْمُحْتَار ۔

جواب (۱۱) یہ تقریبًا وہی سوال ہے۔ محارم کے یہاں بشرائط جائز۔ جواب سوم بھی ملحوظ رہے۔ ورنہ خدا تعالےٰ کے گھر یعنی مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہو گی۔ اور ستر بھی کیسا۔ کہ مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ منہ نہیں کر سکتے۔ اور انہیں حکم کہ بعد سلام جب تک نہ نکل جائیں۔ نہ اٹھو۔ مگر علماء نے اولًا کچھ تخصیصیں کیں۔ جب زمانہ زیادہ فتن کا آیا۔ مطلقًا ناجائز فرما دیا ۔

جواب (۱۲) اگر جانے۔ کہ میں اس حالت میں جانے سے انکار کروں تو انہیں منہیات کا چھوڑنا پڑے گا۔ تو جب تک ترک نہ کریں جانا ناجائز اور جانے کہ میں جاؤں۔ تو میرے سامنے منہیات نہ کر سکیں گے۔ تو جانا واجب جب کہ خود اس جانے میں منکر کا ارتکاب نہ ہو۔ اور اگر نہ یہ۔ نہ وہ۔ تو محل عار و طعن و بدگوئی و بدگمانی سے احتراز لازم خصوصًا مقتدا کو ورنہ بشرائطہا معلومہ جب کہ حالت، حالت مذکورہ سوال ہو۔ کہ لگے سے نہ حتما نہ توجہ۔ اگرچہ تحریم نہیں۔ مگر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کہ شہنا کی آواز سُنکر کانوں میں انگلیاں دیں۔ اور یہی فعل حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے نقل کیا۔ اس سے احتراز کی طرف داعی خصوصًا نازک دل عورتوں کے لئے حدیث الخشبتہ ابھی گذری۔ اور اصلاح پر اعتماد نری غلطی ؎ بسا کیں آفت از آواز خیزد ۔

؎ حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبالِ گوش ۔

جواب (۱۳) جواب پنجم ملاحظہ ہو۔ عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادتِ عورت ہے۔ نہ حفاظت کی صورت۔ سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائیے۔ محافظ کی ضرورت ہوگی۔ نہ کہ ایک توڑا دُوسرے کی حفاظت کرے۔ جتنی عورتیں زیادہ ہوں گی اُتنی ہی زیادہ حفاظت کی ضرورت ہے۔

جواب (۱۴) گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔ ہاں وُہ صُورتیں جہاں منع صرف حقِ شوہر کے لیے ہے۔ جیسے مہر معجّل نہ رکھنے والی نہ رکھنے والی کا ہفتے کے اندر والدین۔ یا سال کے اندر دیگر محارم کے یہاں جانا وہاں شب باش ہونا۔ یہ اجازت شوہر سے جائز ہوجائیگا۔ وَ اِلّا لَا۔

جواب (۱۵) اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ۔ مرد کو لازم ہے کہ اپنے اہل وعیال کو مناہی سے روکے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ عورت بحالِ نافرمانی دوہری گنہگار ہوگی۔ ایک گناہ شرع شریف۔ دُوسرا گناہ نافرمانیٔ شوہر۔ اِس سے زیادہ اثر جو عوام میں مُشتہر۔ کہ بے اِذن جائے۔ تو نکاح سے جائے۔ غلط اور باطل۔ مگر جب کہ شوہر نے ایسے جانے پر طلاق بائن معلق کی ہو۔ مرد مجلس خالی عن المنکرات میں شریک ہوسکتا ہے۔ اور نہی عن المنکر کے لیے مجالسِ منکرہ میں بھی جانا ممکن جب کہ مُشیرِ فتنہ نہ ہو۔ وَ اَلْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ مگر تجسّس و اتباعِ عورات و دخولِ دارِ غیر (پرایا گھر) بے اذن کی اجازت نہیں۔

جواب (۱۶) عورتوں کے لیے محرم عورت کے معنے اصل پنجم میں گذرے۔ اور نہ بھیجنے میں اصلاً محذورِ شرعی نہیں۔ اگرچہ مجلس محارمِ زن کے یہاں ہو۔ بلکہ اگر وعظ اکثر واعظانِ زمانہ کی طرح۔ کہ جاہل و

ناعاقل۔ و بیباک و ناقابل ہوتے ہیں بمبلغ علم کچھ اشعار خوانی۔ یا بے سر و پا کہانی۔ یا تفسیرِ مصنوع۔ یا حدیثِ موضوع۔ نہ عقائد کا پاس۔ نہ مسائل کا احتفاظ۔ نہ خدا سے شرم۔ نہ رسول کا لحاظ۔ غائتِ مقصود پسندِ عوام۔ اور نہایت مُراد جمع حُطام (مال و زرِ دنیوی) یا ذاکر۔ ایسے ہی ذاکرین غافلین۔ مبطلین جاہلین ہیں۔ کہ رسائل پڑھیں۔ تو جُہالِ مغرور کے اشعار گائیں۔ تو شعرائے بے شعور کے۔ انبیاء کی توہین۔ خُدا پر اتہام۔ اور نعت و منقبت کا نام بدنام۔ جب تو جانا بھی گُناہ بھیجنا بھی حرام۔ اور اپنے یہاں انعقادِ مجمع آثام۔ آج کل اکثر مواعظ و مجالسِ عوام کا یہی حال بُد مآل۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اسی طرح اگر عادت نساء سے معلوم یا مظنون۔ کہ بنامِ مجلسِ وعظ و ذکرِ اقدس جائیں۔ اور سُنیں نہ سُنائیں بلکہ عینِ وقتِ ذکر اپنی کچریاں پکائیں۔ جیسا کہ غالب احوالِ زنانِ زماں۔ تو بھی ممانعت ہی سبیل ہے۔ کہ اب یہ جانا اگرچہ بنامِ خیر ہے۔ مگر مروجہ غیر ہے۔ ذکر و تذکیر کے وقت لغو و لغط شرعًا ممنوع و غلط۔ اور اگر ان سب مفاسد سے خالی ہو۔ اور وہ قلیل و نادر ہے۔ تو محارم کے یہاں بشرائط معلومہ بھیجنے میں حرج نہیں ہے اور غیر محارم یعنی مکان غیر۔ یا غیر مکان میں بھیجنا اگر کسی طرح احتمالِ فتنہ یا مُنکر کا مظنّہ یا وعظ و ذکر سے پہلے پہنچکر اپنی مجلس جمانا یا بعدِ ختم اُسی مجمع زنان کا رنگ منانا ہو۔ تو بھی نہ بھیجے۔ کہ مُنکر و نامنکر مل کر مُنکر۔ اور بلحاظِ تقریر جواب سوم و ہفتم بہ شرائط عام تر اور اگر فرض کیجئے۔ کہ واعظ و ذاکر عالم سُنی متدین ماہر۔ اور عورتیں

جاکر حسبِ آدابِ شرع بحضورِ قلب سمع میں مشغول رہیں - اور حالِ مجلس سابق و لاحق و ذہاب و ایاب جملہ اوقات میں جمیعِ منکرات و شنائع مالوفہ و غیر مالوفہ معروفہ و غیر معروفہ سب سے تحفظِ تام و تحرزِ تمام اِطمینان کافی و وافی ہو - اور سبحان اللہ کہاں تحرز اور کہاں اطمینان تو محارم کے یہاں بھیجنے میں اصلاً حرج نہیں ہے - اجانب فہذا مما استخیر اللہ تعالٰی فیہ وجیز کردری میں فرمایا - عورت کا وعظ سُننے کو جانا لاباس بہ ہے جس کا حاصل کراہت تنزیہی امام فخر الاسلام نے فرمایا - وعظ کی طرف عورت کا خروج مطلقاً مکروہ - جس کا اطلاق مفید کراہت تحریمی اور انصاف کیجئے - تو عورت کا بسترِ کامل و حفظ شامل اپنے گھر کے پاس کی مسجد صالحی میں محارم کے ساتھ تکبیر کے وقت جاکر نماز میں شریک ہونا اور سلام ہوتے ہی دو قدم رکھ کر گھر میں ہو جانا - ہرگز فتنہ کی گنجائشوں توسیعوں کا ویسا احتمال نہیں رکھتا - جیسا غیر محلہ غیر جگہ بے معیتِ محرم مکان اجانب و احاطہ مقبوضۂ اباعد میں جاکر مجمعِ ناقصات العقل والدین کے ساتھ محلّے بالطبع ہونا - پھر اُسے عُلماء نے بلحاظِ زماں مطلقاً منع فرما دیا - پا آنکہ صحیح حدیثوں میں اُس سے ممانعت کی ممانعت موجود - اور حاضری عیدین پر تو یہاں تک تاکید اکید کہ حیض والیاں بھی نکلیں - اگر چادر نہ رکھتی ہوں - دُوسری اپنی چادروں میں شریک کریں مصلّے سے الگ بیٹھی خیر و دعائے مسلمین کی برکت لیں - تو یہ صورت اَولٰی بالمنع ہے - شرعِ مطہر فقط فتنہ ہی سے منع نہیں فرماتی - بلکہ کُلیتہً اُس کا سدِ باب کرتی ہے - اور حیلہ و وسیلۂ شر کے پَر

کرتی ہے۔ غیروں کے گھر۔ تو غیروں کے گھر۔ جہاں نہ اپنا قابو۔ نہ اپنا گذر۔ حدیث میں تو اپنے مکانوں کی نسبت آیا۔ لَا تُسْكِنُوْهُنَّ الْغُرَفَ۔ عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو۔ یہ وہی طائر نگاہ کے پر کترتے ہیں۔ شرع مطہر نہیں فرماتی۔ کہ تم خاص لیلٰے و سلمٰے پر بدگمانی کرو۔ یا خاص زید و عمرو کے مکانوں کو مظنۂ فتنہ کہو۔ یا خاص کسی جماعت زنان کو مجمع نابائستنی بتاؤ۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرماتی ہے۔ کہ اِنَّ مِنَ الْحَزْمِ سُوْءُ الظَّنِّ ؎

رنگہ دارد آں شوخ در کیسہ زر　　که داند ہمہ خلق را کیسہ بر

صالح و طالح کسی کے منہ پر نہیں لکھا ہوتا۔ ظاہر ہزار جگہ خصوصًا اس زمین پُر فتن میں باطن کے خلاف ہوتا ہے۔ اور مطابق ہو تو صالحین و صالحات معصوم نہیں۔ اور علم باطن و ادراک غیب کی طرف راہ کہاں۔ اور سب سے درگزرے۔ تو آج کل عامۂ خاص خصوصًا نساء میں آن ہوئی جوڑ لینا طوفان لگا دینا ہے۔ کاجل کی کوٹھڑی کے پاس ہی کیوں جائے۔ کہ دھبا کھائے۔ لاجرم سبیل یہی ہے۔ کہ بالکل دریا جلا دیا جائے۔ مصرع

وہ سر ہی ہم نہیں رکھتے جسے سودا ہو ساماں کا

شرع مطہر حکیم ہے۔ اور مومنین اور مومنات پر رؤوف و رحیم ہے۔ اس کی عادت کریمہ ہے۔ کہ ایسے مواضع احتیاط میں ما بہ البأس کے اندیشہ سے ما لا بأس بہ کو منع فرماتی ہے جب شراب حرام فرمائی۔ اس صورت کے برتنوں میں نبیذ ڈالنی منع فرما دی۔ جن میں شراب اٹھایا کرتے تھے۔ زید کہے۔ بارہا ایسے مجامع

ہوتے ہیں۔ کبھی فتنہ نہ ہوا۔ جانِ برادر! علاج واقعہ کیا بعد الوقوع چاہیئے
مَا کُلُّ مَرَّۃٍ تَسْلَمُ الْجَرَّۃُ۔ ع ہر بار سبو زچاہ سالم نرسد۔
(ہر بار گھڑا کنوئیں سے سالم نہیں نکل سکتا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ٹوٹ جاتا
ہے)۔ اکل و شرب وغیرہا کی صدہا صورتوں میں اطبّاء لکھتے ہیں۔ یہ مُضر
ہے۔ اور لوگ ہزار بار کرتے ہیں۔ طبیعت کی قوت ضد کی مقاومت
تقدیر کی مساعدت۔ کہ ضرر نہیں ہوتا۔ اِس سے اُس کا بے غائلہ ہونا سمجھا
جائے گا۔ خدا پناہ دے۔ بُری گھڑی کہہ کر نہیں آتی۔ اجنبیوں سے علماء
کا ایجابِ حجاب آخر اسی سدِ فتنہ کے لئے ہے۔ پھر چند توفیق رفیق
بندوں کے چچا۔ ماموں۔ خالہ۔ پھوپی کے بیٹوں۔ کُنبے بھر کے رشتہ داروں
کے سامنے ہونے کا کیسا رواج ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بچاتا ہے۔ فتنہ نہیں
ہوتا۔ اِس سے بدتر عام خُدا ترس ہندیوں کے وہ بد لحاظی کے لباس
آدھے سر کے بال۔ اور کلائیاں۔ اور کچھ حصہ گلو۔ شکم و ساق (پنڈلی)
کا کھلا رہنا۔ تو کسی گنتی شمار ہی میں نہیں ہے۔ اور اگر زیادہ بانکپن
ہوا۔ تو دوپٹہ شانوں پر ڈھلکا ہوا کریب یا جالی باریک یا گھاس
ململ کا جس سے سب بدن چمکے۔ اور اِس حالت کے ساتھ اُن
رشتہ داروں کے سامنے پھرنا۔ بااین ہمہ وُہ رؤف رحیم حفظ
فرماتا ہے۔ فتنہ نہیں ہوتا۔ ان اعضاء کا ستر کیا بعینہٖ واجب تھا۔
حاشا۔ بلکہ وُہی منع و داعی و سدِ باب۔ پھر اگر ہزار بار داعی نہ ہوئے
تو کیا وہ حکم حکمت باطل ہو جائیں گے۔ شرعِ مطہر جب مظنہ پر حُکم
دائر فرماتی ہے۔ اصل علت پر اصلاً مدار نہیں رکھتی۔ وُہ چاہے کبھی
نہ ہو۔ نفس مظنہ پر حُکم چلے گا۔ فقیر کے پاس تو یہ ہے۔ اور جو اس سے

بہتر جانتا ہو۔ مجھے مطلع کرے۔ بہرحال اِس قدر یقینی کہ بھیجنا محتمل اور نہ بھیجنا بالاجماع جائز۔ اور بے خلل۔ لہٰذا فقیر غفر اللہ تعالےٰ لہٗ کے نزدیک اِسی پر عمل رہا۔ واعظ و ذاکر وہ بشرطیکہ جس مُنکر پر اطلاع پائے حسبِ قُدرت اِنکار و ہدایت کرے۔ ہر مجلس میں جا سکتا ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالےٰ اَعلم وعلمہٗ جلّ مجدہ اتم واحکم ؛

مسئلہ (۴۶) کیا فرماتے ہیں عُلمائے دِین اِس مسئلہ میں۔ کہ چاندی سونے کی گھڑیاں رکھنا۔ یا سیم و زر کے چراغ میں بغرضِ اعمال کے فتیلہ روشن کرنا جس سے روشنی لینا۔ کہ مقصودِ متعارف چراغ ہی نہیں ہوتا بلکہ قوتِ عملِ شُرعت ازتنبیہ مؤکّلات مقصود ہوتی ہے۔ جائز ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ؛

الجواب

دونوں ممنوع ہیں۔ علّامہ سیّد احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:۔ قَالَ الْعَلَّامَۃُ الْوَانِی الْمَنْھِیُّ عَنْہُ اِسْتِعْمَالُ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ اِذِ الْاَصْلُ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ قَوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ھٰذَانِ حَرَامَانِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ وَحِلٌّ لِاِنَاثِھِمْ وَلَمَّا بَیَّنَ اَنَّ الْمُرَادَ عَنْ قَوْلِہٖ حِلٌّ لِاِنَاثِھِمْ مَا یَکُوْنُ حِلْیًا لَھُنَّ بَقِیَ مَا عَدَاہُ عَلٰی حُرْمَۃٍ سَوَاءٌ اِسْتَعْمَلَ بِالذَّاتِ اَوْ بِالْوَاسِطَۃِ اھ اَقَرَّہُ الْعَلَّامَۃُ نُوْحٌ وَاَیَّدَہٗ بِاِطْلَاقِ الْاَحَادِیْثِ الْوَارِدَۃِ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اھ اَبُو السُّعُوْدِ وَمِنْہُ تُعْلَمُ حُرْمَۃُ اِسْتِعْمَالِ فَنَاجِیْنِ الْقَھْوَۃِ وَالسَّاعَاتِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ اھ ملخصًا

علامہ شامی ردّ المحتار میں اِن تصریحات علامہ طحطاوی کو ذکر کرکے فرماتے ہیں۔ وَ هُوَ ظَاهِرٌ۔ اُسی میں ہے۔ اَلَّذِیْ تَحَصَّلَ فِضَّةٌ یُحْرَمُ اِسْتِعْمَالُهٗ بِاَیِّ وَجْهٍ کَانَ کَمَا قَدَّمْنَاهُ وَ بِلَا مَسٍّ بِالْیَدِ وَ لِذَا حُرِّمَ اِیْقَادُ الْعُوْدِ فِیْ مَجْمَرَةِ الْفِضَّةِ وَ مِثْلُهٗ بِالْاَوْلٰی ظُرُوْفُ فِنْجَانِ الْقَهْوَةِ وَ السَّاعَةِ وَ قِدْرَةُ الْعَنْبَرِ الَّتِیْ یُوْضَعُ فِیْهَا الْمَاءُ وَ اِنْ کَانَ لَا یَمَسُّهَا بِیَدِهٖ وَ لَا یَمَسُّهٗ لِاَنَّهُ اِسْتِعْمَالٌ فِیْمَا صُنِعَتْ لَهُ الخ اور یہ عذر کہ چراغ اِستصباح یعنی روشنی کے لئے ہوتا ہے۔ اور یہاں اِس نیّت سے نہیں۔ تو جواز چاہیے۔ کَمَا فِیْ دُرِّ الْمُخْتَارِ اِنَّ هٰذَا اِذَا اسْتُعْمِلَتْ اِبْتِدَاءً فِیْمَا صُنِعَتْ لَهُ بِحَسْبِ مُتَعَارَفِ النَّاسِ وَ اِلَّا کُرِهَ نا مقبول ہے کہ اوّلاً عِنْدَ التَّحْقِیْقِ مطلق اِستعمال ممنوع ہے۔ اگرچہ خلافِ متعارف ہو لِاِطْلَاقِ الْاَحَادِیْثِ وَ الْاَدِلَّةِ کَمَا مَرَّ۔ کٹورا پانی پینے کے لئے بنتا ہے۔ اور رکابی کھانا کھانے کو۔ پھر کوئی نہ کہے گا۔ کہ چاندی سونے کے کٹورے میں پانی پینا۔ یا اُس کی رکابی میں کھانا کھانا جائز ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔ مَا ذَکَرَهٗ فِی الدُّرِّ مِنْ اِنَاطَةِ الْحُرْمَةِ بِالْاِسْتِعْمَالِ فِیْمَا صُنِعَتْ لَهٗ عُرْفًا فِیْهِ نَظَرٌ فَاِنَّهٗ یَقْتَضِیْ اَنَّهٗ لَوْ شَرِبَ اَوِ اغْتَسَلَ بِاٰنِیَةِ الدِّهْنِ اَوِ الطَّعَامِ اَنْ لَا یَحْرُمَ مَعَ اَنَّ ذٰلِكَ اِسْتِعْمَالٌ بِلَا شُبْهَةٍ دَاخِلٌ تَحْتَ اِطْلَاقِ الْمُتُوْنِ وَ الْاَدِلَّةِ الْوَارِدَةِ فِیْ ذٰلِكَ الخ ثانیاً۔ اِستصباح چراغ خانے سے مقصود ہوتا ہے۔

یہ چراغ اُس غرض کے لئے بنتا ہی نہیں۔ اور جس غرض کے لئے بنتا ہے اس میں استعمال قطعًا متحقق۔ تو استعمال فیما صُنع لہٗ موجود ہے۔ اور حکم تحریم سے مفر مفقود۔ ہاں اگر سونے کا ملمع یا چاندی کی قلعی کرلیں۔ تو کچھ حرج نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں۔ اما التمویہ الذی لایخلص فلا باس بہ بالاجماع لانہ مستھلک فلا عبرۃ ببقائہ لونا انتہٰی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب ٭

مسئلہ (۷۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ کہ اکثر بلادِ ہند میں یہ رسم ہے۔ کہ میّت کے روزِ وفات سے اس کے اعزہ و اقارب و احباب کی عورات اُس کے یہاں جمع ہوتی ہیں۔ اس اہتمام کے ساتھ جو شادی میں کیا جاتا ہے۔ پھر کچھ دُوسرے دن۔ اکثر تیسرے دن واپس آتی ہیں۔ بعض چالیسویں تک بیٹھتی ہیں۔ اس مدتِ اقامت میں عورات کے کھانے پینے۔ پان چھالیا کا اہتمام اہلِ میّت کرتے ہیں۔ جس کے باعث ایک صرفِ کثیر کے زیر بار ہوتے ہیں۔ اگر اُس وقت اُن کا ہاتھ خالی ہو۔ تو قرض لیتے ہیں۔ یُوں نہ ملے تو سُودی نکلواتے ہیں۔ اگر نہ کریں۔ تو مطعون و بدنام ہوتے ہیں۔ یہ شرعًا جائز ہے۔ یا کیا؟ بیّنوا۔ تُوجروا ٭

الجواب

سُبحان اللہ! اے مسلمان! یہ پُوچھتا ہے۔ یا کیا۔ یُوں پُوچھ۔ کہ یہ ناپاک رسم کتنے قبیح اور شدید گناہوں۔ سخت و شنیع خرابیوں پر مشتمل ہے۔ **اوّلًا**۔ یہ دعوت خود ناجائز و بدعتِ شنیعہ قبیحہ ہے

امام احمد اپنے مسند اور ابن ماجہ سُنن میں بہ سندِ صحیح حضرت جریر
بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ
اِلٰی اَهْلِ الْمَیِّتِ وَ صُنْعَ الطَّعَامِ مِنَ النِّیَاحَۃِ۔ ہم گروہ
صحابہ اہلِ میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو
مُردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ جس کی حُرمت برابر متواتر
حدیثیں ناطق ۔ ۱؎ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں
فرماتے ہیں۔ یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ
الْمَیِّتِ لِاَنَّہٗ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ وَهِیَ بِدْعَۃٌ
مُسْتَقْبَحَۃٌ ۔ اہلِ میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنا
منع ہے۔ کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے۔ نہ کہ غمی میں۔
اور یہ بدعتِ شنیعہ ہے۔ ۲؎ اسی طرح علامہ شرنبلالی نے مراقی
الفلاح میں فرمایا۔ یُکْرَہُ الضِّیَافَۃُ مِنْ اَهْلِ الْمَیِّتِ لِاَنَّہٗ
لِاَنَّهَا شُرِعَتْ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ وَهِیَ بِدْعَۃٌ
مُسْتَقْبَحَۃٌ ۳؎ فتاوٰی خلاصہ ۴؎ فتاوٰی سراجیہ
۵؎ و فتاوٰی ظہیریہ ۶؎ و فتاوٰی تاتارخانیہ
اور ظہیریہ سے ۷؎ خزانۃ المفتین کتاب الکراھیۃ
اور تاتارخانیہ سے ۸؎ فتاوٰی ہندیہ بالفاظِ متقاربہ
ہے۔ وَاللَّفْظُ لِلسِّرَاجِیَّۃِ لَا یُبَاحُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ
عِنْدَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ فِی الْمُصِیْبَۃِ اھ زَادَ فِی الْخُلَاصَۃِ لِاَنَّ
الضِّیَافَۃَ تُتَّخَذُ عِنْدَ السُّرُوْرِ غمی میں یہ تیسرے دن کی
دعوت جائز نہیں۔ کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے ۹؎ فتاوٰی

امام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحت میں ہے۔ یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ فِیْ اَیَّامِ الْمُصِیْبَۃِ لِاَنَّھَا اَیَّامُ تَاَسُّفٍ فَلَا یَلِیْقُ بِھَا مَا یَکُوْنُ لِلسُّرُوْرِ۔ غمی میں ضیافت ممنوع ہے۔ کہ یہ افسوس کے دن ہیں۔ تو جو خوشی میں ہوتا ہے۔ ان کے لائق نہیں۔ (۱۰) تبیین الحقائق۔ امام زیلعی میں ہے۔ لَا بَأْسَ بِالْجُلُوْسِ لِلْمُصِیْبَۃِ اِلٰی ثَلٰثٍ مِنْ غَیْرِ اِرْتِکَابِ مَحْظُوْرٍ مِنْ فَرْشِ الْبُسُطِ وَ الْاَطْعِمَۃِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ۔ مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جب کہ کسی امر ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے جیسے تکلف فرش بچھانے اور میت والوں کی طرف سے کھانا کھانے وغیرہ۔ (۱۱) امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں۔ یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْاُسْبُوْعِ۔ یعنی میت کے پہلے دن یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ و ممنوع ہیں۔ (۱۲) علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں۔ اَطَالَ ذٰلِکَ فِی الْمِعْرَاجِ وَقَالَ ھٰذِہِ الْاَفْعَالُ کُلُّھَا لِلسُّمْعَۃِ وَالرِّیَاءِ فَیُحْتَرَزُ عَنْھَا۔ یعنی (۱۳) معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں۔ ان سے احتراز کیا جائے۔ (۱۴) جامع الرموز آخر الکراہت میں ہے۔ یُکْرَہُ الْجُلُوْسُ لِلْمُصِیْبَۃِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اَوْ اَقَلَّ فِی الْمَسْجِدِ وَیُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ فِیْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ وَکَذَا اَکْلُھَا کَمَا فِیْ خَیْرَۃِ الْفَتَاوٰی۔ یعنی تین دن یا کم تعزیت

لینے کے لئے مسجد میں بیٹھنا منع ہے۔ اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع۔ اور اس کا کھانا بھی منع۔ جیسا کہ خیرۃ الفتاویٰ میں تصریح کی۔ (١٦) فتاوےٰ القروی اور واقعات المفتیین میں ہے۔ یُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ وَ اَکْلُھَا لِاَنَّھَا مَشْرُوْعَۃٌ لِلسُّرُوْرِ۔ تین دن ضیافت اور اس کھانا مکروہ ہے۔ کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوتی ہے۔ کشف الغطاء میں ہے۔ ضیافت نمودنِ اہلِ میت اہلِ تعزیت را وپختنِ طعام برائے آنہا مکروہ است باتفاقِ روایات چہ ایشاں را بسببِ اشتغال بمصیبت استعداد و تہیۂ آں دشوار است۔ یعنی باتفاق روایات اہلِ میت کا اہلِ تعزیت کے لئے کھانا پکانا مکروہ ہے۔ کیونکہ اہلِ میت کے لئے مصائب میں اشتغال کے باعث اہلِ تعزیت کے لئے کھانا پکانا دشوار ہوتا ہے۔ اسی میں ہے:۔ پس آنچہ متعارف شدہ از پختنِ اہلِ مصیبت طعام را در سوم و قسمت نمودنِ آں میانِ اہلِ تعزیت و اقران غیر مباح و نامشروع است و تصریح کردہ بداں در خزانہ چہ شرعیتِ ضیافت نزدِ سرور است نہ نزدِ شرور و ہو المشہور عند الجمہور۔ یعنی اہلِ تعزیت کے لئے اہلِ مصیبت کا عام رواج کے مطابق تیسرے روز کھانا پکانا اور اہلِ تعزیت کے درمیان بعد دیگر اقرباء میں بانٹنا غیر مباح اور نامشروع ہے۔ اور خزانہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ ضیافت تو خوشی کے وقت ہوتی۔ نہ کہ غمی کے موقعہ پر۔ اور عند الجمہور یہی مشہور ہے۔

ثانیاً۔ غالباً ورثہ میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے۔ یا بعض ورثاء موجود نہیں ہوتے۔ نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے۔ جب

تو یہ امر سخت حرام شدید پر متضمن ہوتا ہے۔ اللہ عزّ وجلّ فرماتا ہے:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۰ یعنی بیشک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔ اور قریب ہے۔ کہ جہنم کے گہراؤ میں جائیں گے۔ مالِ غیر میں بے اذن غیر تصرف خود ناجائز ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ:۔ لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔ خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا جس کا اختیار نہ خود اُسے۔ نہ اُس کے باپ۔ نہ اُس کے وصی کو لِاَنَّ الْوِلَایَةَ لِلنَّظَرِ لَا لِلضَّرَرِ۔ علی الخصوص اگر اُن میں کوئی یتیم ہُوا۔ تو آفت سخت تر ہے۔ والعیاذُ باللہ ربّ العالمین ہاں اگر محتاجوں کو دینے کو کھانا پکوائیں۔ تو حرج نہیں۔ بلکہ خوب ہے بشرطیکہ یہ کوئی عاقل بالغ اپنے مالِ خاص سے کرے۔ یا ترکہ سے کریں۔ تو سب وارث موجود۔ بالغ۔ نابالغ راضی ہوں۔ خانیہ و بزازیہ و تتارخانیہ و ہندیہ میں ہے۔ وَاللَّفْظُ لِهٰتَیْنِ اِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ کَانَ حَسَنًا اِذَا کَانَتِ الْوَرَثَةُ بَالِغِیْنَ فَاِنْ کَانَ فِی الْوَرَثَةِ صَغِیْرٌ لَمْ یَتَّخِذُوْا ذٰلِکَ مِنَ التَّرِکَةِ۔ نیز فتاوے قاضی خاں میں ہے۔ اِنِ اتَّخَذَ وَلِیُّ الْمَیِّتِ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ کَانَ حَسَنًا اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ فِی الْوَرَثَةِ صَغِیْرٌ فَلَا یَتَّخِذُ مِنَ التَّرِکَةِ ؀

ثالثاً۔ یہ عورتیں کہ جمع ہوتی ہیں۔ افعالِ مُنکرہ کرتی ہیں۔ مثلاً چلّا چلّا کر رونا۔ پیٹنا۔ بناوٹ سے منہ ڈھانکنا۔ الیٰ غیر ذٰلک۔ اور یہ سب نیاحت ہے۔ اور نیاحت حرام ہے۔ ایسے مجمع کے لئے میّت کے

عزیزوں دوستوں کو بھی جائز نہیں۔ کہ کھانا بھیجیں۔ کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ نہ کہ اہلِ میت کا اہتمامِ طعام کرنا۔ کہ سرے سے ہی ناجائز ہے۔ تو اس مجمع ناجائز کے لئے ناجائز تر ہوگا۔ کشف الغطا میں ہے "ساختن طعام در روزِ ثانی وثالث برائے اہلِ میت اگر نوحہ گراں جمع باشند مکروہ است زیراکہ اعانت ہست ایشاں را برگناہ"۔ یعنی اہلِ میت کا طعام پکانا دوسرے و تیسرے روز جبکہ اہل تعزیت نوحہ گر ہوں مکروہ ہے۔ کیونکہ اُن کی گناہ پہ مدد کرنا ہے۔ + ثالثاً۔ اکثر لوگوں کو اس رسمِ شنیع کے باعث اپنی طاقت سے زیادہ تکلیف کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ میت والے بیچارے اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کہ اس میلہ کے لئے کھانا پان چھالیاں کہاں سے لائیں۔ اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے ایسا تکلف شرع کو کسی امرِ مباح کے لئے بھی زنہار پسند نہیں۔ نہ کہ ایک رسمِ ممنوع کے لئے۔ پھر اس کے باعث جو دقتیں پڑتی ہیں۔ خود ظاہر ہیں۔ پھر اگر قرض سُودی ملا۔ تو حرام خالص ہو گیا۔ اور معاذ اللہ لعنت الٰہی سے پورا حصہ ملا۔ کہ بے ضرورتِ شرعیہ سُود دینا بھی سُود لینے کے مثل باعثِ لعنت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں فرمایا۔ غرض اس رسم کی شناعت و ممانعت میں شک نہیں۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے۔ کہ قطعاً ایسی رسومِ شنیعہ جن سے اُن کے دین و دُنیا کا ضرر ہے ترک کر دیں۔ اور طعنِ بیہودہ کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الہادی۔ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ +

تنبیہ۔ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز عزیزوں اور ہمسایوں

مستوق ہے۔ کہ اہل میّت کے لئے اتنا کھانا پکوا کر بھیجیں۔ جسے وہ بافراغت دو وقت کھا سکیں۔ اور باصرار انہیں کھلائیں۔ مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل ہونا سُنّت ہے۔ اِس میلے کے لئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں۔ اور اُن کے لئے بھی فقط روزِ اوّل کا حکم ہے آگے نہیں۔ کشف الغطاء میں ہے۔ "مستحب است خویشان وہمسایگان میّت را کہ اِطعام کنند طعام را برائے اہل۔ ولے کہ سیر کند ایشاں را یک شبانہ روز والحاح کنند تا بخورند۔ و در خوردن غیر اہلِ میّت ایں طعام را مشہور آں است کہ مکروہ است اھ ملخصاً"۔

عالمگیری میں ہے:۔ حَمْلُ الطَّعَامِ اِلیٰ صَاحِبِ الْمُصِیْبَۃِ وَالْاَکْلُ مَعَھُمْ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ جَائِزٌ لِشُغْلِھِمْ بِالْجِھَازِ وَبَعْدَہٗ لَا یُکْرَہُ کَذَا فِی التَّاتَارْخَانِیَہ ؁

تنبیہ۔ قَدْ اَرَیْنَاکَ تَظَافُرَ النُّقُوْلِ وَ اِنَّمَا الْوَاجِبُ اِتِّبَاعُ الْمَنْقُوْلِ وَ اِنْ لَمْ یَظْھَرْ وَجْھُہٗ لِلْعُقُوْلِ کَمَا صَرَّحَ بِہِ الْعُلَمَاءُ الْفُحُوْلُ فَکَیْفَ اِذَا کَانَ ھُوَالْمَعْقُوْلُ وَلَا عِبْرَۃَ بِالْبَحْثِ مَعَ نَصٍّ ثَبَتَ فَکَیْفَ مَعَ النُّصُوْصِ وَقَدْ تَوَافَرَتْ لَا نَظَرَ فِیْہِ الْعَلَّامَۃُ الْفَاضِلُ اِبْرَاھِیْمُ الْحَلَبِیْ حَیْثُ اَوْرَدَ الْمَسْئَلَۃَ فِیْ اَوَاخِرِ الْغُنْیَۃِ عَنْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ وَعَنِ الْبَزَّازِیَّۃِ ثُمَّ قَالَ وَلَا یَخْلُوْ عَنْ نَظَرٍ لِاَنَّہٗ لَا دَلِیْلَ عَلَی الْکَرَاھَۃِ اِلَّا حَدِیْثُ جَرِیْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْمُتَقَدِّمِ وَ اِنَّمَا یَدُلُّ عَلیٰ کَرَاھَۃِ ذٰلِکَ عِنْدَ الْمَوْتِ فَقَطْ عَلیٰ اَنَّہٗ قَدْ عَارَضَہٗ مَا رَوَاہُ الْاِمَامُ

أحمد بسند صحيح و أبو داود و البيهقي في دلائل النبوة كلهم) عن عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار قال خرجنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم في جنازة فذكر الحديث قال) فلما رجع استقبله داعي امرأته فجاء و جيء بالطعام فوضع يده و وضع القوم فأكلوا رسول الله صلى الله تعالى عليه و سلم يلوك لقمة في فيه الحديث قال فهذا يدل على إباحة صنع أهل الميت الطعام و الدعوة إليه اه مختصرا و قد تكفل بالجواب عنه العلامة الشامي في رد المحتار فقال فيه نظر فإنه واقعة حال لا عموم لها مع احتمال سبب خاص بخلاف ما في حديث جرير على أنه بحث في المنقول في مذهبنا و مذهب غيرنا كالشافعية و الحنابلة استدلالا بحديث المذكور على الكراهة الخ أقول و لم يتعرض لاعتراضه الأول لكونه سقوطا فانا و لا نحن مقلدون لا معتقدون فيما بأيدينا بالدليل و عدم وجداننا لا يدل على العدم و ثانيا ما ذكروا جميعا من أنه إنما شرع في المشهور لا في الشاذ كاف في الدليل و ثالثا لا أدري من أين أخذ رحمه الله تعالى تخصيص إفادة الكراهة في الحديث بساعة الموت أليس سنعهم

الطعام في اليوم الثاني والثالث ومثل صنعا من اهل
الميت لاجل المجتمعين في المأتم ام انما تحرم النياحة
عند الموت فقط لا بعده قلت لم لا ان المعروف سلفا في
عهدهم كان هو الاجتماع والصنع عنده لا بعده
طولب بثبوته وعلى تسليمه حققنا المناط كما
افادوا تذهب خصوصية الوقت ملغاة هذا ورايتني
كتبت على هامش رد المحتار على قوله واقعة حال
ما نصه لان وقائع العين مظان الاحتمالات مثلا
يمكن ههنا ان الدعوة كانت موعودة بهذا اليوم
من قبل واتفق فيه الموت فان قلت هل من
دليل عليه قلت من دليل على نفيه وانما الدليل
عليكم لا علينا فهذا هو النظر الرابع في كلامه
علا ان الضيافة الموت ضيافة تتخذ لاجل الموت
وضيافة الصحابة رضي الله تعالى عنهم للنبي صلى الله
تعالى عليه وسلم لم تكن موقوفة على موت احد
ولا حياته فلو ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
جاءها في غير موت بما اضافته ومن معه من
خدمه صلى الله تعالى عليه وسلم كما
وقع عنهم مرارا فلم يكن فيه احداث شيء من اجل
الموت بحيث لو لم يقع الموت لم يكن بخلاف
ما نحن فيه فانه انما يكون لاجله بحيث لو لم يكن

لَمْ يَكُنْ فَهٰذَا الْخَامِسُ عَلٰى اَنَّ الْخَاطِرَ وَ الْمُبِيْحَ
اِذَا لَقُوْلُ بِالْمُعَارَضَةِ بَلْ يُقَدَّمُ الْخَاطِرُ هٰذَا السَّادِسُ
هٰذَا مَا عِنْدِیْ وَ الْعِلْمُ بِالْحَقِّ عِنْدَ رَبِّیْ وَ بِالْجُمْلَةِ
فَلَيْسَ لَنَا الْبَحْثُ فِی الْمَنْقُوْلِ فِی الْمَذْهَبِ وَهُوَ النَّظْرُ
السَّابِعُ الْمَذْكُوْرُ اٰخِرَ فِیْ كَلَامِ الشَّامِیْ وَ اللّٰهُ تَعَالٰى
الْمُوَفِّقُ اھ مَا كتبت عَلَيْهِ مَزِيْدًا وَ اَمَّا الْمَوْلٰى
الْفَاضِلُ على القاری عَلَيْهِ رَحْمَةُ الْبَارِی فَحَاوَلَ
تَاوِيْل نُصُوْص المذهب ظَنًّا مِنْهُ اِنَّهَا تُخَالِفُ الْحَدِيْثَ
فَقَالَ فِی الْمِرْقَاةِ شَرْحِ الْمِشْكٰوةِ بَابُ الْمُعْجِزَاتِ
قُبَيْلَ الْكَرَامَاتِ تَحْتَ قَوْلِ الْحَدِيْثِ فَاَكَلُوْا
هٰذَا الْحَدِيْثُ بِظَاهِرِهٖ يَرُدُّ عَلٰى مَا قَرَّرَهٗ اَصْحَابُ
مَذْهَبِنَا مِنْ اَنَّهٗ يُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْيَوْمِ الْاَوَّلِ
اَوِ الثَّالِثِ اَوْ بَعْدَ الْاُسْبُوْعِ كَمَا فِی الْبَزَّازِيَّةِ
ثُمَّ اَوْرَدَ نُصُوْصَ الْخُلَاصَةِ وَ الزَّيْلَعِیْ وَ الْفَتْحِ
قَالَ وَ الْكُلُّ عَلَّلُوْهُ بِاَنَّهٗ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی
الشُّرُوْرِ وَ ذَكَرَ قَوْلَ الْمُحَقِّقِ حَيْثُ اَطْلَقَ اَنَّهَا
بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ وَ اسْتَدَلَّ لَهٗ بِحَدِيْثِ جَرِيْرٍ
رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اِنَّ بِقَيْدِ كَلَامِهِمْ
بِنَوْعٍ خَاصٍ مِنْ اِجْتِمَاعٍ يُوْجِبُ اِسْتِحْيَاءَ اَهْلِ
الْبَيْتِ الْمَيِّتِ فَيُطْعِمُوْنَهُمْ كَرْهًا اَوْ يُحْمَلُ عَلٰى
كَوْنِ بَعْضِ الْوَرَثَةِ صَغِيْرًا اَوْ غَائِبًا اَوْ لَمْ يَعْرِفْ

رضاہ او لم یکن الطعام من نفس احد معین
من مال نفسہ لا من مال المیت قبل قسمۃ
ونحو ذلک وعلیہ یحمل قول قاضی خان یکرہ
اتخاذ الضیافۃ فی ایام المصیبۃ لانہا ایام
تاسف فلا یلیق بہا ما یکون للسرور اھ
اقول اولا قد نبہنا ان الحدیث لا ورود لہ علیہم
بوجوہ۔ وثانیا لا مساغ للتقیید فی کلماتہم
بعد ما نقل ہو عنہم انہم جمیعا عللوہ بانہ
انما شرع فی السرور لا فی الشرور وان الامام فقیہ
النفس۔ قال انہا ایام تاسف فلا یلیق بہا عوائد
السرور فان الاجتماع الی الطعام کرہا او التصرف
فی مال بغیر اذن مالکہ واحد مالکہ لاسیما الصغیر
مما لا یجوز قط فی السرور ولا فی الشرور فی ہذا
ینقطع العرق وہم مصرحون بہ عن اخرہم فیکون
تحویلہ تاویلا وثالثا ما ذکر ثانیا من التقیید
بمال صغیر او غائب الخ البعد والبعد وکیف
یحمل علیہ کلام الخانیۃ من انہ قال متصلا بما
مر وان اتخذ طعاما للفقراء کان اذا کانوا بالغین
فان کان فی الورثۃ صغیر لم یتخذوا ذلک من
الترکۃ اھ مثلہ کلام البزازیۃ والتاتارخانیہ
والہندیۃ وغیرہا فانہ ظاہر فی انہم یفرقون

بَيْنَ الضِّيَافَةِ وَاتِّخَاذِ طَعَامِ الْفُقَرَاءِ فَيَحْكُمُوْنَ عَلَى الْاَوَّلِ
بِالْكَرَاهَةِ وَعَلَى الثَّانِيْ بِالْحُسْنِ وَيُقَيِّدُوْنَهٗ بِمَا اِذَا
كَانُوْا بَالِغِيْنَ وَقَدْ صَرَّحُوْا بِمَفْهُوْمِ الْقَيْدِ بِمَنْعِهٖ
مِنَ التَّرِكَةِ اِذَا كَانُوْا قَاصِرِيْنَ فَلَوْ كَانَتِ الْكَرَاهَةُ
فِي الْاَوَّلِ اَيْضًا مَقْصُوْرَةً عَلٰى ذٰلِكَ لَمْ يَقَعِ الْفَرْقُ - وَ
رَابِعًا لَوْ اَرَادُوْا هٰذَا لَكَانَ مِنَ الْمُسْتَبْعَدِ تَطَابُقُهُمْ
عَلَى التَّعْبِيْرِ بِالْكَرَاهَةِ فَاِنَّ الْاِتِّخَاذَ وَالْحَالُ هٰذِهٖ مِنْ
اَشْنَعِ الْمُحَرَّمَاتِ الْقَطْعِيَّةِ كَمَا لَا يَخْفٰى - وَخَامِسًا
لَئِنْ سَلَّمْنَا مَا اَفَادَهٗ فِي التَّاوِيْلِ الْاَوَّلِ لَكَانَ الْحُكْمُ
فِيْ مَسْاَلَتِنَا هٰذِهٖ هُوَ الْمَنْعُ مُطْلَقًا فَاِنَّهُنَّ يَجْتَمِعْنَ
عِنْدَ اَهْلِ الْمَيِّتِ وَيَكُنَّ فِيْ بَيْتِهٖ يَوْمَيْنِ اَوْ اَكْثَرَ
وَالْاِنْسَانُ يَسْتَحْيِيْ اَنْ يُقِيْمَ اَحَدًا بِبَيْتِهٖ جَائِعًا
فَيَضْطَرُّ اِلٰى اِطْعَامِهٖ رَضِيَ اَوْ سَخِطَ وَقَدْ عَلِمَ كَمَا ذَكَرَ
فِي السُّوَالِ اَنَّهُمْ اِنْ لَمْ يَفْعَلُوْا يَصِيْرُوْا غَرَضًا لِطَعْنِ النَّاسِ
فَلَيْسَ الْاِطْعَامُ الْمَعْهُوْدُ اِلَّا عَلَى الْوَجْهِ الْمَرْدُوْدِ وَهٰذَا
مَا قَالَ فِيْ مِعْرَاجِ الدِّرَايَةِ اِنَّهَا كُلَّهَا لِلسُّمْعَةِ وَ
الرِّيَاءِ كَمَا قَدَّمْنَا فَهٰذَا التَّخْصِيْصُ يُؤَدِّيْ اِلَى
التَّعْمِيْمِ وَالْوَرَاى الْفَاضِلَانِ الْحَلَبِيْ وَالْقَارِيْ مَا
عَلَيْهِ بِلَادُنَا اَطْلَقَا الْقَوْلَ جَازِمَيْنِ بِالتَّحْرِيْمِ
وَالْاِشْكَالُ فِيْ تَخْصِيْصِهٖ فَتْحُ بَابِ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ
وَاِيْقَاعُ الْمُسْلِمِيْنَ لَا سِيَّمَا اِخْفَاءُ ذَاتٍ فِيْ حَرَجٍ

عَظِیْمٍ وَضِیْقٍ اِلَیْھِمْ۔ فَنَسْأَلُ اللّٰہَ الثَّبَاتَ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ

مسئلہ ۸۴۸ - معروض - بعض کلمات کے احکام معلوم کرنا چاہتا ہوں اُمید کہ جواب باصواب سے جلد معزز ہوں گا۔

(۱) ایک سُنّی شخص کے سامنے ذکر آیا - کہ شیعہ معتزلہ وارِ جنّت میں رویت باری عزوجل کے منکر ہیں - اُن صاحب نے کہا - وہ سچ کہتے ہیں - اُنہیں تو (رویت) نہیں ہوگی - شاید لفظ مومنین کے لئے بھی ذکر میں تھا - اگرچہ یہ ایک شُبہ ہی شبہ سا یاد پڑتا ہے - یہ کہنا کیسا ہے ایک صاحب نے خود اپنا نام ابوالبرکات رکھا - اُسپر آب آزاد کا اور اضافہ کیا - جس کی ایک واہی تباہی روائت چھپوا کر تقسیم کی - اس کی بابت ایک صاحب نے کہا - کہ یہ نام اُنہوں نے کہاں سے رکھا - کچھ اللہ میاں کے یہاں تو اُن کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں - جس پر کہا گیا - کہ لَوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے - یہ بھی لکھا ہوا ہے - اس پر اُن صاحب نے کہا - کہ مَیں نے اِس بنا پر کہا تھا - کہ لوگ کہتے ہیں - کہ جو نام ماں باپ رکھتے ہیں - وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے ظاہراً ان قائل کا مطلب یہ تھا - کہ نام رکھے وہ نام ہی لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے - اور جو خود گھڑتے ہیں - وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے - کہ فلاں اپنا نام یہ رکھیگا - نام رکھے نہیں کہ فلاں کا یہ نام نہیں - غرض اُن کا یہ مقولہ کیسا ہے - اور اُس کی کیا اصل ہے؟ کہ نام وُہی ہوتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہو - نہ خود رکھا

ہوا۔ ایک سُنی صاحب کے سامنے مَیں نے کہا۔ کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بہت سے خصائص ہیں۔ بعض وُہ احکامِ شرعیّہ جو عام ہیں۔ اُن سے حضور نے بعض صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کو مُستثنیٰ کیا تھا۔ اس پر اُن صاحب نے کہا جبھی تو بعض جُہلا کہنے لگے تھے۔ کہ اللہ عزّ وجل تو رضاجوئے محمدی ہے۔ اِس پر مَیں نے کہا۔ کہ بعض جُہلا کی کیا تخصیص ہے۔ اللہ عزّ وجلّ تو رضاجوئے محمدی ہے ہی۔ اُنہوں نے بھی اِس کا اِقرار کیا۔ اور کہا۔ کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزّ وجلّ کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہ رکھتے تھے۔ وُہی فرماتے تھے۔ جو اللہ عزّ وجلّ کا حکم ہوتا تھا۔ تو اصل میں حضور متبعِ حکمِ الٰہی اور بھی رضاجوئے الٰہی ہوئے۔ اُنکی اُس وقت کی طرزِ تقریر اور حالت سے اُن کا مُطلب یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ جُہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزّ وجلّ کو رضاجوئے محمدی کہنے لگے تھے۔ کہ حضور خود ایک حکم دیتے ہیں۔ اور پھر اللہ عزّ وجلّ بھی ویسا ہی وحی نازل فرما دیتا ہے۔ یعنی اللہ عزّ وجلّ حضور کا اتباع فرماتا ہے۔ حالانکہ اصل میں حکمِ الٰہی وُہی ہوتا ہے۔ اور اُسی کے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں۔ غرض اُن کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جُہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے۔ اور اُس کا کُل مقولہ جو اُس کے بعد کہا گیا۔ بعض لوگوں کا قاعدہ ہے۔ کہ مثلاً کسی نے کہا۔ کہ فلاں کے گھر چوری ہوئی اُنہوں نے کہا۔ اچھا ہُوا۔ چوری ہوئی۔ پھر بعض دفعہ تو ظاہر کلام ہے۔ وُہی مراد ہوتا ہے۔ اور بعض دفعہ یہ مُراد ہوتا ہے۔ کہ چُونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا۔ یا اُس کا اُنہیں غرور تھا۔ لہٰذا اچھا ہُوا۔ کہ چوری

ہوئی - کہ غرور جاتا رہا - یا مضر دفع ہوگیا - دونوں تقدیر پر بلا پر ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے؟

ایک شخص سے کوئی کلمہ خلاف نکلا - بعد کو اُس نے اِس سے صراحتہً اِنکار - اور اُس کا قبیح ہونا تسلیم کرلیا - یا اُس کو چھوڑ کر اُس کے مخالف کلمہ کا اِقرار کیا - آیا اُس کی توبہ ہوگئی - یا ضرور ہے - کہ لفظ توبہ کہے +

ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا - کہ نہ معلوم تمہیں فلاں مکان (نام لیکر) سے کیا عشق ہے؟ شوہر نے کہا - خُدا جانے - اُسپر اُس عورت نے کہا - کچھ بھی خُدا جانتے نہیں ہے - اور اِس کے بعد ایک اور جُملہ کہا - جو شاید یہ تھا - کہ سب تمہارے چیلے چانٹے بیکاریاں بے پرواہیاں ہیں "یہ سب تمہارے چیلے چانٹے بیکاریاں ہیں" یہ جُملہ کیسا ہے؟ اِس کا کیا حُکم ہے؟ نقلِ اسولہ میرے پاس موجود ہے - جواب سے جلد معزز فرمائیں - میرے لئے دُعائے عافیتِ دارین ضرور فرمائیں - اِس زمانۂ فتن میں مولیٰ تعالیٰ ہم اہلِ سُنّت کے ایمان کی خیر رکھے - آمین! ثم آمین بجاہ النبی الامین رحمۃ للعالمین صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین +

الجواب

مولیٰ عزّ وجلّ فرماتا ہے - اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ - روافض معتزلہ کہ رویتِ الٰہی سے مایوس ہیں - مایوس ہی رہیں گے - وہابیہ کہ شفاعت سے منکر ہیں - محروم ہی رہیں گے - تو اُن کا انکار اُن کے اعتبار سے صحیح ہؤا - ظاہر قائل کی یہی مُراد تھی - کہ اُن کی نفی اُن کے حق میں سچی

ہے۔ اِس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ہاں جو اُس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے۔ وُہ ضرور گمراہ اور خارج از اہلِ سُنّت ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اَعلم۔

(۲) بلاشُبہ لوحِ محفوظ میں ہر صغیر و کبیر مُستطر ہے۔ جو اسم بحیثیتِ علم دُنیا میں کسی کے لئے ہے۔ لوحِ محفوظ میں وُہی بحیثیتِ علم مکتوب ہے۔ خواہ ماں باپ کا رکھا ہے۔ یا اپنا یا اَور کا۔ اور جس میں تغیُّر واقع ہُوا۔ متغیّر و متغیّر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں۔ حضور سیّدِ عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بہت صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے نام تبدیل فرمائے۔ کہ اگلے (پہلے) نام متروک ہوگئے۔ اور وہ اِنہیں دُوسرے ناموں سے مشہور رہا ہیں۔ تو عند اللہ بھی اب اُن کے یہی نام ہیں اور اِنہیں ناموں سے بروزِ قیامت پُکارے جائیں گے۔ اور جو شخص اپنا نام بدل کر اور دُوسرا نام رکھے۔ اور بحیثیتِ علم معروف نہ ہو۔ تو اللہ عزّ وجلّ کے یہاں بھی وُہ علم ہو کر نہ لکھا گیا۔ ہاں یہ واقع ضرور مکتوب ہے۔ ظاہراً یہی مراد۔ قائل نے یہ نہ کہا اللہ تعالےٰ کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے۔ بلکہ یہ کہا۔ کہ اُن کا نام یہ نہیں لکھا ہے۔ تو یہ سلب کتابت نہیں۔ بلکہ سلب کتابت علمیت ہے۔ اور یہ صحیح ہے جب کہ اُس وضع کئے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی۔ ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہیئے۔ جس میں کوئی پہلو ناقص نہ نکلے۔ سوال میں اسم جلالت کے ساتھ لفظ میاں مکتوب ہے۔ یہ ممنوع و معیوب

ہے۔ زبانِ اردو میں میاں کے تین معنی ہیں۔ جن پر ۲ اُس پر محال ہیں۔ اور شرع سے ورود نہیں۔ لہٰذا اُس کا اطلاق محمود نہیں ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم ؂

(۳) قائل کا کہنا۔ کہ جبھی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا۔ اور جو معنی اُس نے بعد کو قرار دیئے۔ اُس میں بھی وُہ حقیقت کو نہ پہنچا۔ بلاشُبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم تابعِ مرضی الٰہی ہیں۔ اور بلاشُبہ کوئی بات اُس کے خلاف حکم نہیں فرماتے۔ اور بلاشُبہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔ وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حکمِ الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا۔ حضور تابعِ فرمان تھے۔ یہ حضور کی طرف سے رضا جوئی الٰہی تھی۔ مگر قلبِ اقدس کعبہ استقبال چاہتا تھا۔ مولٰے عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم منسوخ فرما دیا۔ اور جو حضور چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وُہی قبلہ مقرر فرما دیا۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضا جوئی محمدی ہے۔ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم۔ اِن میں سے جس کا انکار ہو۔ قرآن عظیم کا انکار ہے اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کرتی ہیں۔

اَرٰی رَبَّکَ یُسَارِعُ فِیْ ھَوٰیکَ (یعنی) مَیں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں۔ کہ حضور کی خواہش (کے پورا کرنے) میں شتابی فرماتا ہے (رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ)۔ یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواجِ مطہرات نے عرض کیا۔ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا۔ کہ ایسے خصائص دیکھ کر بعض ازواجِ مطہرات یہ کہنے لگی تھیں۔ دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتا رہا ہے۔ کہ شاید ان بعض ازواجِ مطہرات نے خلافِ اصل بات کہی۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقرر رکھی۔ حدیثِ روزِ محشر میں ہے۔ کہ ربّ عزّ وجلّ اوّلین و آخرین کو جمع کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے (مخاطب ہو کر) فرمائے گا۔ کُلُّھُمْ یَطْلُبُوْنَ رِضَائِیْ وَ اَنَا اَطْلُبُ رِضَاکَ یَا مُحَمَّدُ یہ سب میری رضاء چاہتے ہیں۔ اور اے محبوب! مَیں تمہاری رضاء چاہتا ہوں ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم (عَزَّ وَجَلَّ) — خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

بالجملہ کلمہ بہت سخت اور شنیع تھا۔ اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا۔ توبہ لازم ہے ✦ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ✦

(۴) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا۔ کہ سرقہ اچھی بات ہے۔ جس سے حرام قطعی کا استحلال بلکہ استحسان ہو کر معاذ اللہ نوبت بہ کفر پہنچے۔ بلکہ اس سے مسروق منہ کے نقصانِ مال کا استحسان سمجھا جاتا ہے۔ اور یہی مقصود ہوتا ہے۔ پھر کبھی یہ براہِ حسد ہوتا ہے۔ اور حسد حرام

ہے - اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے - کبھی براہِ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے - اِس کا حکم اُس عداوت کا تابع رہیگا - اگر عداوت مذمومہ ہے - یہ بھی قبیح ومذموم ہے - اور اگر عداوت محمودہ ہے - جیسے کہ اعداء اللہ سے دشمنی - تو اِس میں بھی حرج نہیں ❊

رَبَّنَا اشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَاطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ جب دُعاء سے اُن کا نقصان چاہنا روا ہے - تو بعد وقوع اُسپر خوش ہونا کیا بیجا ہے - کبھی وُہ صورت ہے - جو سوال میں مذکور - وُہ اگر بہ نیت صحیحہ ہو - غیر محظور - کہ یہ اُس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں - بلکہ نفع پر ❊ واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم ❊

(۵) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی - جو قول بیجا صادر ہوا تھا - اُس پر ندامت اور اس سے بتبری درکار ہے - اَلسِّرُّ بِالسِّرِّ وَالْعَلَانِیَةُ بِالْعَلَانِیَةِ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ❊

(۶) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں - کہ باری عزّوجل سے معاذ اللہ نفی علم کرے - نہ زنہار اُس کے کلام اُس کے کلام سے سامع کا ذہن اِس طرف جاسکتا ہے - بلکہ شوہر نے کہا تھا - خدا جانے - یعنی کوئی سببِ خفی ہے - جو مجھے نہیں معلوم - یا جسے مَیں بتانا نہیں چاہتا - اُس نے کہا کُچھ بھی خدا جانتے نہیں - یعنی کُچھ بھی سبب خفی نہیں - محض تمہاری بے پرواہیاں ہیں - اسے اُس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں - نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے - بفرض غلط اگر نفی علم ہی مراد لیں - تو معاذ اللہ نفی مطلق کی ہرگز بُو بھی نہیں - بلکہ اِس امر خاص سے - یعنی

اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا - اور علم الٰہی سے کسی شئے کی نفی اُس کے وقوع کی نفی ہے - کہ واقع ہونا ہوتا - تو ضرور علم میں ہوتا - فَكَانَ مِنْ بَابِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ ہاں ارسالِ لسان ہے - جس سے احتیاط درکار -- اور خود شوہر کے ساتھ بد زبانی بھی تکفرن العشیر میں داخل کرنے کو بس ہے - توبہ چاہئے - واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم ◆

مسئلہ ۹۴ - حامیٔ سُنّت قامعِ بدعت ماحیٔ فتن لازالت شمس افاداتہم طالعۃ - پس از ابرازِ مراسم سلام وتحیتہ مدعا نگار کہ اِس مسئلہ کا جواب روانہ فرمایا جاوے - کہ بکر کا اُستاد خالد اب بد مذہب ہو گیا - تو آیا بکر کو اُس کی تعظیم بحیثیت اُستاد ہی کرنا چاہئے - یا نہیں - اگرچہ بکر بحیثیت بد عقیدگی اُس اپنے اُستاد سے قطعاً محبت نہیں رکھتا ہے - بلکہ بُرا سمجھتا ہے - صرف ظاہری مدارات، اور تعظیم کرتا ہے - تو کچھ خرابی تو نہیں - اور اگر وُہ ظاہری تعظیم بھی بد مذہب اُستاد کی نہ کرے - تو کچھ خرابی ہے - یا نہیں؟ مدلل ارشاد ہو - بکر کہتا ہے - کہ میرا دل بہ سبب بد مذہبی اُستاد اُس کی ظاہری تعظیم کو بھی گوارا نہیں کرتا - تو زید جو کہ بکر کا ہم مذہب ہے - کہتا ہے - کہ نہیں - تم ظاہری تعظیم کر لیا کرو - بحیثیت اُستادی - ہاں اُس سے من حیث الاعتقاد نفرت رکھو - یہ قول زید کا کیسا ہے - زیادہ ادب - فقط

سید اولادِ رسول محمد میاں عفی عنہ - قادری - برکاتی مارہروی ◆

۲۴ رجب المرجب روز جمعہ ۱۳۳۹ھ از مدرسہ قادریہ

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ٥

بشرف ملاحظہ حضرت والا برکت صاحب زادہ رفیع القدر جلیل الشان حضرت مولانا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب دامت برکاتہم۔

بعد آداب گذارش۔ کرامت نامہ تشریف لایا۔ بعد اس کے روندۂ مخزولہ میں بریلی بدایوں سے پچاس سے زائد رسائل شائع ہوئے۔ اور تعظیم بد مذہبان کی شناعت آفتاب سے زیادہ روشن کردی گئی۔ یہاں تک کہ فتاوے الحرمین شائع ہؤا۔ اب کوئی حاجت اس مسئلہ میں کسی تفصیل کی باقی نہ رہ گئی ہے۔ جس کو شک ہے۔ وہ اُن رسائل اور فتاوے الحرمین کی طرف رجوع لائے۔ وہ بھی عام بد مذہبوں کے لئے تھا۔ نہ کہ خاص مرتدین۔ اس کے لئے اسی قدر بس ہے۔ کہ درمختار میں ہے۔ تَبْجِیْلُ الْکَافِرِ کُفْرٌ ۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۵۰ - کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اِن مسائل میں :-

(۱) جملہ انبیاءِ کرام علیہم الصّلوٰۃ والتّسلیم قبل بعثت وبعد بعثت بہر حال عمداً وسہواً کفر وضلالت سے باجماعِ اہلِ سنّت معصوم ہیں۔

(۲) اسی طرح منفرات ذنوب ومحقرات امور سے باجماع۔

(۳) اسی طرح بعد بعثت تمام صغائر وکبائر عمداً سے باجماع۔

(۴) بعد بعثت تمام صغائر وکبائر کے بارے میں سہواً صدور کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۵) قبل بعثت تمام صغائر وکبائر کے عمداً یا سہواً صدور کے بارے

میں کیا حکم ہے؟

(۶) امور تبلیغیہ میں کیا اجماعی ہے۔ اور کیا خلافی؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب

(۱) بیشک (۲) ہاں نہ صرف ذنوب۔ بلکہ ہر اُس امر سے جو باعث نفرتِ خلق و ننگ و عار و بدنامی ہو۔ اگرچہ اپنا گناہ نہ ہو۔ جیسے جنون و جذام و برص و دناءتِ نسب و زنائے اُمّہات و ازواج۔ (۳) بعد بعثت تعمد کبائر سے باجماع اہلِ سُنّت معصوم ہیں۔ اور مذہب صحیح وحق و معتمد میں صغائر سے بھی۔ اور خلاف ضعیف ایسے درجہ سقوط میں ہے۔ کہ قابلِ اعتداد نہیں۔ بلکہ انصافاً سیرتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اِس کے خلاف پر اجماعِ صحابہ بتا رہی ہے۔ مجوزنے اِس نکتہ سے غفلت کی۔ لہٰذا اِس کا قول ناوابستہ مصادم اجماع واقع ہُوا کما یظہر بمطالعۃ الشفاء الشریف۔ وباللہ التوفیق۔

(۴) حق یہ ہے۔ کہ بعد بعثت صُدور کبیرہ سہواً سے بھی معصوم ہیں اور سہواً صغیرۂ غیر منفرہ میں اکثر اہل ظاہر جانبِ تجویز ہیں۔ اور جماعتِ اہل قلب جانب منع۔ واختارہ الامام ابن حجر المکی وغیرہ۔ اور حق یہ کہ نزاع صورت صغیرہ میں ہے۔ ورنہ بحالِ سہو معنے وحقیقۃً نافرمانی خود ہی مرتفع ہے۔

(۵) کفر و ضلال و منفرات سے قبل بعثت بھی معصوم ہیں۔ باقی میں اختلاف ہے۔ اور اس قدر میں شک نہیں۔ کہ وہ ہر عیب و ریب سے ہمیشہ منزہ ہیں۔ یہ عصمت مصطلحہ اُس وقت ثابت ہو۔ یا ہو۔

(۶) تبلیغ قولاً ہو۔ یا فعلاً اِس میں تعمد مخالفت سے بالا۔ معصوم ہیں اور اقوالِ تبلیغیہ میں سہو و خطا سے بھی۔ افعالِ تبلیغیہ میں اختلاف

ہے۔ ظاہر ادلّہ جواز ہے۔ مگر اس پر تقریر ممکن نہیں۔ بلکہ اجتناب واجب ہے۔ اور ایک جماعت صوفیہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم پر مطلقاً سہو ناجائز مانتے ہیں۔ اس قول کی تفصیل وتاویل فقیر کے الفیوض المکیہ میں ہے + واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؂

مسئلہ ۵۱ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں :-

(۱) کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ کا تلفظ یا طریقۂ ذکر بطور مشائخ کرام سکھانے میں پہلے نفی مع منفی ادا کرنا - اور پھر اس کی مفصّل ضروری ترکیب ہر حرف ادا کرنے کی بتا کر پھر الّا اللہ ادا کرنا - اور کسی ضرورت یا عذر کی وجہ سے مستثنیٰ منہ میں وقف اور فصل سے ادا کرتے میں کوئی محذور شرعی تو نہیں ہے ؟

(۲) اگر ضرورت حرف مستثنیٰ منہ کے متعلق کچھ دریافت یا بتانے کی ہو - تو اس میں حرف تلفظ نفی ومنفی پر ہی اقتصار میں کوئی محذورِ شرعی ہے - یا کیا ؟ بیّنوا - توجروا +

الجواب

حالت ضرورت مستثنیٰ ہے - اگر صرف مستثنیٰ منہ تک پہنچا تھا۔ کہ چھینک یا کھانسی آنے یا سانس ٹوٹ جانے سے مجبوراً رُکنا پڑا - تو حرج نہیں - معاً دل میں الّا اللہ کہہ لے - پھر بعد رفع عذر زبان سے الا اللہ کہے - اور بلا عذر مجبوری صرف مستثنیٰ منہ پر اقتصار ممنوع ہے - تعلیم طریقۂ ذکر میں ایک ایک کلمہ جدا کرنے میں حرج نہیں - مثلاً چار ضربی یوں بتائے - کہ پیشانی محاذات زانوئے

جَپ میں لاکر لا کا لام شروع کرے - اور اس کے الف کو زانوئے راست تک کھینچکر لے جائے - اور الٰہ کا الف یہاں سے شروع کرکے اس کے ل کو شانۂ راست تک لے جائے - اور داہنی طرف منہ پھیر کر کہے - اور اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب قلب پر کرے - اس میں کہیں نفی محض نہ آسکی - بچّوں کو تعلیم کرنی ہو - تو اس میں بھی یوں ہی سکھائے کہ پہلے لا کہے - جب وہ اسے کہہ لیں - اِلٰہَ کہے پھر اِلَّا اللّٰہُ کہلوائے - اگر کسی مسئلہ کا بیان صرف نفی سے متعلق ہو - تو وہ پُورا کہکر بھی بیان ہو سکتا ہے - مثلاً لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں لا نفی جنس کا ہے - اِلٰہَ اسم ہے - خبر مقدر ہے - یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں لا کا مد زیادہ نہ بڑھاؤ - یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں اِلٰہ پر وقف کرو - یا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں اللہ کی ہ کو اشباع نہ کرو - غرض مجبوری و ضرورت کوئی صُورت ایسی نہیں معلوم ہوتی - کہ خواہی نخواہی نفی پر اقتصار کرنا پڑے - اور اگر ایسا معلوم ہو بھی - مثلاً بچّے کو دو دو لفظ تعلیم کرنے میں پہلے دو لفظ کہکر اتنا انتظار کرنا ہوگا - کہ وہ اُن کو ادا کرلے - پھر اِلَّا اللّٰہُ کہا جائے گا - (بشرطیکہ حاجت اس کی طرف داعی ہو - ورنہ بچے سے بھی اس پر اقتصار کرانا نہ چاہیئے) تو یُوں کرے - کہ تعلیم کی آواز سے دو لفظ کہکر معاً اُس سے کم آواز سے اِلَّا اللّٰہُ کہہ لے - واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم +

مسئلہ ۵۲ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں؟ بیّنوا - توجروا +

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصّہ نجس ہوگیا - اس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا

پھر ہاتھ سے اُس کے قطرے پونچھ ڈالے۔ اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا۔ اور اُسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے۔ اُس کے دھوئے بغیر قطرے پونچھے۔ تو آیا یہ عضوِ مغسول۔ اور وُہ ہاتھ دونوں پاک ہو جائیں گے۔ بحالیکہ عُضوِ مغسول کو وُہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی مرتبہ۔ اور دُوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا۔ اور خود الگ پانی سے دھویا نہ گیا تھا ÷

(۲) اگر اس ترکیب سے پاک نہ ہو سکے۔ تو کیا کیا جائے؟

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا۔ سب قطرے گر گئے۔ ہاں وُہ رَہ گئے۔ جو بالوں کی جڑ میں رہیں۔ یا بہت ہی باریک ہیں۔ جو جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے۔ تو ایسی صُورت میں عضو تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہو جائے گا۔ یا نہیں؟ اگر پاک نہیں ہوا۔ تو کیا کرے۔ خاصکر اُس صُورت میں جب کہ دونوں ہاتھ نجس ہوں ÷

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضرُوری ہے۔ یا مُطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وُہ چھوٹا ہی ہو۔ اور پونچھنے سے صِرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا ہے۔ تو اُس کا بھی دُور کرنا یعنی وُہی پھیلا دینا ضروری ہے۔ بیّنوا۔ توجروا ÷

الجواب

بدن پاک کرنے میں نہ چھوٹے قطرے صاف کر کے دوبارہ دھونا ضرور۔ نہ انقطاعِ تقاطر کا انتظار درکار۔ بلکہ قطرات وتقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں۔ نجاست اگر مرئیہ ہو۔ جب تو اُس کے عین کا زوال مطلوب۔ اگرچہ ایک ہی بار میں ہو جائے۔

اور غیر مرئیہ ہو۔ تو زوال کا غلبۂ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی۔ جہاں عصر (نچوڑنا) شرط ہے۔ اور وہ متعذر ہو۔ جیسے مٹی کا گھڑا۔ یا متعسر (مشکل) ہو۔ جیسے بھاری قالین۔ دری۔ توشک لحاف۔ وہاں انقطاع تقاطر ذہاب تری کو قائم مقام عصر (نچوڑنے کے برابر) رکھا ہے۔ بدن میں عصر ہی درکار نہیں۔ کہ اُن کی حاجت ہو۔ صرف تین بار پانی بہہ جانا چاہئیے۔ اگرچہ پہلی دھار بھی حصّۂ زیریں پر باقی ہو۔ مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی۔ اوپر سے پانی ایک بار بہایا۔ وہ بھی ایڑی سے بہہ رہا ہے۔ دوبارہ اوپر سے پھر بہایا۔ ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا۔ سہ بارہ پھر بہایا۔ جب یہ پانی اُتر گیا۔ تطہیر ہو گئی۔ بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار جائز نہیں۔ اگر انتظار کرے گا۔ تو طہارت نہ ہو گی۔ کہ اُنکے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غُسل پے در پے ہونا ضرور ہے۔ مذہب ارجح میں اگرچہ اِس کی ضرورت نہیں۔ مگر خلاف سے بچنے کے لئے اِس کی رعایت ضرور مناسب ہے۔ اِس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہو گیا۔ در مختار میں ہے:۔

يُطَهَّرُ مَحَلُّ نَجَاسَةٍ مَرْئِيَّةٍ بِقَلْعِهَا أَيْ زَوَالِ عَيْنِهَا وَأَثَرِهَا وَلَوْ بِمَرَّةٍ أَوْ بِمَا فَوْقَ ثَلٰثٍ فِي الْأَصَحِّ وَلَا يَضُرُّ بَقَاءُ أَثَرٍ لَازِمٍ وَمَحَلُّ غَيْرِ مَرْئِيَّةٍ بِغَلَبَةِ ظَنِّ غَاسِلٍ طَهَارَةَ مَحَلِّهَا بِلَا عَدَدٍ وَبِهِ يُفْتٰى وَقُدِّرَ رُوِيَ بِغَسْلٍ وَعَصْرٍ

ثَلٰثٌ فِیْمَا یَنْعَصِرُ مُبَالِغًا بِحَیْثُ لَا یَقْطُرُ وَ بِتَثْلِیْثِ جَفَافٍ اَیْ اِنْقِطَاعِ تَقَاطُرٍ فِیْ غَیْرِ مُنْعَصِرٍ مِمَّا یَتَشَرَّبُ النَّجَاسَۃَ وَ اِلَّا بِقَلْعِھَا ردالمحتار میں ہے۔ تَثْلِیْثُ جَفَافٍ اَیْ جَفَافُ کُلِّ غَسْلَۃٍ مِنَ الْغَسَلَاتِ الثَّلٰثِ وَ ھٰذَا شَرْطٌ فِیْ غَیْرِ الْبَدَنِ وَ نَحْوِہٖ اَمَّا فِیْہِ فَیَقُوْمُ مَقَامَہٗ تَوَالِی الْغَسْلِ ثَلٰثًا قَالَ فِی الْحُلْیَۃِ الْاَظْھَرُ اِنَّ کُلًّا مِنَ التَّوَالِیْ وَ الْجَفَافِ لَیْسَ بِشَرْطٍ فِیْہِ وَ قَدْ صَرَّحَ بِہٖ فِی النَّوَازِلِ وَ فِی الذَّخِیْرَۃِ مَا یُوَافِقُہٗ اھ وَ اَقَرَّہٗ فِی الْبَحْرِ۔ رہا سوالِ اوّل یہ تو ظاہر ہو گیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا۔ بلکہ بلا وجہ ہاتھ ناپاک کر لینا۔ مگر جب کہ اس نے ایسا کیا۔ مثلاً پاؤں پر نجاست تھی۔ سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اس پر ایک بار پانی بہایا۔ اور جو قطرات باقی رہے۔ بائیں ہاتھ سے پونچھ لئے۔ تو یہ ہاتھ ناپاک ہو گیا۔ مگر ایسی نجاست سے کہ دو بارہ دھونے سے پاک ہو جائے گی۔ اس لئے کہ ایک بار دُھل چکی۔ اب پاؤں پر دوبارہ پانی ڈالنا تھا۔ دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا رہتا۔ لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے۔ تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی۔ جو دوبارہ دھونے کی محتاج ہے۔ تو پاؤں کو پھر دوبارہ دھونے کی ضرورت ہو گئی۔ اور ہاتھ بدستور اسی نجاست سے نجس رہا۔ اس میں تخفیف نہ ہوئی۔ کہ اس پر سیلانِ آب نہ ہوا۔ اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں

ہے۔ کہ اُس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے۔ لیکن اُس نے اُس کے بعد بھی وُہی نجس ہاتھ اُس کے صاف کرنے میں استعمال کیا۔ تو اب پھر پاؤں کو دوبارہ دھونے کی ضرورت ہو گئی۔ و لہٰذا لہٰذا اُسے لازم کہ پاؤں پر دوبارہ پانی بہالے۔ اور قطرات نہ پُونچھے۔ اور وہ ہاتھ جُدا دوبارہ دھولے۔ ردالمحتار میں ہے

قَالَ فِی الْاِمْدَادِ وَالْمِیَاہُ الثَّلٰثَۃُ مُتَفَاوِتَۃٌ فِی النَّجَاسَۃِ فَالْاُوْلٰی یُطَھِّرُ مَا اَصَابَتْہُ بِالْغَسْلِ ثَلٰثًا وَالثَّانِیَۃُ بِالثِّنْتَیْنِ وَالثَّالِثَۃُ بِوَاحِدَۃٍ وَکَذَا الْاَوَانِی الثَّلٰثَۃُ الَّتِیْ غُسِلَ فِیْھَا وَاحِدَۃً بَعْدَ وَاحِدَۃٍ وَقِیْلَ یُطْھَرُ الْاِنَاءُ الثَّالِثُ بِمُجَرَّدِ الْاِرَاقَۃِ وَالثَّانِیْ بِوَاحِدَۃٍ وَالْاَوَّلُ بِثِنْتَیْنِ اھ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ؁

مسئلہ (۳۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ہلال شوّال دن چڑھے تحقیق ہو۔ اور بارش شدید ہو۔ بعض اہلِ شہر نمازِ عید پڑھ لیں۔ اور بعض بسبب بارش نہ پڑھیں۔ تو جماعت باقی ماندہ دُوسرے دن ادا کریں۔ یا اب اُنہیں اجازت نہ دی جائیگی۔ کہ نماز ہو چکی۔ اور قہستانی میں ہے۔ اَوْ صَلَّی الْاِمَامُ صَلٰوتَہٗ مَعَ بَعْضِ الْقَوْمِ لَا یَقْضِیْ مَنْ مُّنِعَ فَاتَتْ تِلْکَ الصَّلٰوۃُ عَنْہُ لَا فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ وَلَا مِنَ الْغَدِ اِنْتَھٰی۔ بَیِّنُوْا۔ تُوْجَرُوْا ؁

الجواب — اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

صورتِ مستفسرہ میں جماعت باقی ماندہ بیشک دوسرے دن ادا کریں۔ کہ نمازِ عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے۔ اور بارش کا عذر شرعاً مسموع فی الدر المختار تُؤَخَّرُ بِعُذْرٍ كَمَطَرٍ اِلَى الزَّوَالِ مِنَ الْغَدِ فقط اھ اور صلوٰۃ العید میں جوازِ تعدد متفق علیہ ہے۔ بخلافِ جمعہ کہ اس میں خلاف ہے۔ اور راجح جواز فی الدر المختار۔ تُؤَدّٰى بِمِصْرٍ وَّاحِدٍ بِمَوَاضِعَ كَثِيْرَةٍ اِتِّفَاقًا اھ تو ادائے بعض اہلِ شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکہ ممنوع ہو سکتا ہے۔ کلام قہستانی وغیرہ اسی صورت میں ہے جب عامۂ اہلِ بلد پڑھ لیں۔ اور ایک آدمی باقی رہ جائے۔ کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہیگا۔ ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل۔ حیث قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةُ الْعِيْدِ مَعَ الْاِمَامِ لَمْ يَقْضِهَا لِاَنَّ الصَّلٰوةَ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ لَمْ تُعْرَفْ قُرْبَةً اِلَّا بِشَرَائِطَ لَا تَتِمُّ بِالْمُنْفَرِدِ اھ اور عبارتِ تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزنوی نے ابتداً اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا۔ کہ وہمِ واہم راہ نہ پائے۔ حیث يَقُوْلُ وَلَا يُصَلِّيْهَا وَحْدَهٗ اِنْ فَاتَتْ مَعَ الْاِمَامِ یوں ہی امام حافظ الدین ابو البرکات نسفی کا اپنے متن و شرح وافی وکافی میں ارشاد ازالۂ اوہام وایقاظِ انہام کے لئے کافی ووافی قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لَمْ تُقْضَ اِنْ فَاتَتْ مَعَ الْاِمَامِ اَىْ صَلَّى الْاِمَامُ الْعِيْدَ وَفَاتَتْ مِنْ شَخْصٍ فَاِنَّهَا لَا تُقْضٰى لِاَنَّهَا مَا عُرِفَتْ قُرْبَةً اِلَّا بِفِعْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ وَمَا فَعَلَهَا اِلَّا بِالْجَمَاعَةِ فَلَا تُؤَدّٰى اِلَّا بِتِلْكَ الصِّفَةِ اھ ملخصًا۔ علامہ بدر الدین محمود عینی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں:۔ صَلَّاهَا الْاِمَامُ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَلَمْ يُصَلِّهَا هُوَ لَا يَقْضِيْهَا اِلَّا فِى الْوَقْتِ وَلَا بَعْدَهٗ لِاَنَّهَا شُرِعَتْ بِشَرَائِطَ لَا تَتِمُّ بِالْمُنْفَرِدِ اھ مستخلص ہیں زیر قول کنز لَمْ تُقْضَ اِنْ فَاتَتْ مَعَ الْاِمَامِ لکھتے ہیں:۔ مَعْنَاهُ لَوْ لَمْ يُصَلِّ رَجُلٌ مَعَ الْاِمَامِ لَا يَقْضِيْهَا مُنْفَرِدًا لِاَنَّ صَلٰوةَ الْعِيْدِ لَمْ تُشْرَعْ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِنْفِرَادِ اھ یا یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السّلطان ادا کرچکا ہو۔ اور ان باقی ماندہ میں کوئی ماموز نہیں۔ تو اقامت کون کرے۔ فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اسی طرف ناظر اِذْ قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ فَلَمْ يُدْرِكْهَا مَعَ الْاِمَامِ لَا يَقْضِيْهَا لِاَنَّهَا لَمْ تُعْرَفْ قُرْبَةً اِلَّا بِشَرَائِطَ لَا تَتِمُّ بِدُوْنِ الْاِمَامِ اَىِ السُّلْطَانِ اَوْ مَامُوْرِهٖ اھ اسی لئے فاضل سید احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔ اَىْ وَقَدْ صَلَّاهَا الْاِمَامُ اَوْ مَامُوْرُهٗ فَاِنْ كَانَ مَاْمُوْرًا بِاِقَامَتِهَا لَهٗ اَنْ يُقِيْمَهَا اھ قُلْتُ فَقَدْ يُشِيْرُ اِلَيْهِ تَعْرِيْفُ الْاِمَامِ فِىْ عِبَارَةِ النِّقَايَةِ

اَلْمَذْکُوْرَۃِ وَغَیْرِہَا کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْعَارِفِ لَبِیْبِ الْکَلَامِ
بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی۔
باقی ماندہ لوگوں کے لیے ممانعت تصور کرنا محض خطا۔ اقول بلکہ
اگر نظر سلیم ہو۔ تو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ بین الجواز پر دال
کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں۔ بلکہ
جب امام جماعت کر چکے۔ تو اس روز بھی نہ پانے والوں کو منع
کرتے ہیں۔ حیث قال لَا فِی الْیَوْمِ وَلَا مِنَ الْغَدِ۔ اور
اوّل بیان ہو چکا۔ کہ تعدد جماعت نماز عید میں بالاتفاق جائز
اور معلوم ہے۔ کہ یہ تعدد تقدم و تاخر سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر
عبارت شرح مختصر الوقایہ کے یہی معنے ہوتے۔ کہ جب ایک جماعت
پڑھ لے۔ تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں۔ تو یہ تعدد کیونکر
روا ہوتا۔ اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اس کے مذہب پر
جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا۔ مانند نماز جمعہ ہو جاتا۔ یعنی جماعت
سابقہ کی تو نماز ہو گئی۔ باقی سب کی ناجائز۔ کما فی درّ المختار
علی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ اھ تو بالیقین معنی کلام وہی
ہیں۔ جو ہم نے بیان کئے۔ اور قاطع شغب یہ ہے۔ کہ درّ مختار
میں بعد صورت فوات مع الامام تصریح کی لَوْ اَمْکَنَہُ الذِّھَابُ
اِلٰی اِمَامٍ اٰخَرَ فَعَلَ لِاَنَّھَا تُؤَدّٰی بِمِصْرٍ وَّاحِدٍ الخ
حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے۔ لَوْ قَدَرَ بَعْدَ الْفَوَاتِ
مَعَ الْاِمَامِ عَلٰی اِدْرَاکِھَا مَعَ غَیْرِہٖ فَعَلَ لِلْاِتِّفَاقِ عَلٰی جَوَازِ
تَعَدُّدِھَا اھ۔ دیکھو نص فرماتے ہیں۔ کہ ایک امام کے پیچھے نہ

پڑھی ہو۔ دوسرے کے پیچھے پڑھے۔ اور حالت عذر میں روزِ اول و دوم یکساں۔ آج نہ پڑھ سکا۔ تو کل کون مانع۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ٭

مسئلہ ۵۴۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ کہ اگر بلا عذر نمازِ عید۔ روزِ اول نہ پڑھیں۔ تو روزِ دوم مع الکراہتہ جائز ہے۔ جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے۔ یا اصلاً صحیح نہیں؟ بَیِّنُوْا۔ تُوْجَرُوْا ٭

الجواب

نمازِ عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے۔ وہاں شرطِ عذر صرف نفی کراہت کے لئے نہیں۔ بلکہ اصل صحت کے لئے ہے۔ یعنی اگر بلا عذر روزِ اول نہ پڑھی ہو۔ تو روزِ دوم اصلاً صحیح نہیں۔ نہ یہ کہ مع الکراہت جائز ہو۔ عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے۔ مصنفِ خطبہ کہ شخص مجہول ہے۔ قابلِ اعتماد نہیں۔ اُسے نمازِ عید الاضحٰی سے اشتباہ گزرا۔ کہ وہاں دو روز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کراہت اور بلا عذر بوجہ کراہت روا ہے۔ فی درالمختار وَتُؤَخَّرُ بِعُذْرٍ کَمَطَرٍ اِلَی الزَّوَالِ مِنَ الْغَدِ فَقَطْ وَاَحْکَامُھَا الْاَضْحٰی لٰکِنْ ھُنَا یَجُوْزُ تَاخِیْرُھَا اِلٰی اٰخِرِ ثَالِثِ اَیَّامِ النَّحْرِ بِلَا عُذْرٍ مَعَ الْکَرَاھَۃِ وَبِہٖ اَیْ بِالْعُذْرِ بِدُوْنِھَا فَالْعُذْرُ ھُنَا لِنَفْیِ الْکَرَاھَۃِ وَفِی الْفِطْرِ لِلصِّحَّۃِ اھ مُلَخَّصًا وَفِیْ نُوْرِ الْاِیْضَاحِ وَشَرْحِہٖ مَرَاقِی الْفَلَاحِ کِلَاھُمَا لِلْعَلَّامَۃِ الشُّرُنْبُلَالِی تُؤَخَّرُ صَلٰوۃُ عِیْدِ الْفِطْرِ بِعُذْرٍ

إِلَى الْغَدِ فَقَطْ وَقَيْدُ الْعُذْرِ لِلْجَوَازِ لَا لِنَفْيِ الْكَرَاهَةِ فَإِذَا لَمْ يَكُنْ عُذْرٌ لَا تَصِحُّ فِي الْغَدِ اھ ملتقطا وَفِي مَجْمَعِ الْأَنْهُرِ لِلْفَاضِلِ شَيْخِ زَادَه الْعُذْرُ فِي الْأَضْحَى لِنَفْيِ الْكَرَاهَةِ وَفِي الْفِطْرِ لِلْجَوَازِ اھ وَفِي الْهِنْدِيَةِ عَنْ تَبْيِينِ الْإِمَامِ الزَّيْلَعِيِّ الْعُذْرُ هٰهُنَا لِنَفْيِ الْكَرَاهَةِ حَتّٰى لَوْ أَخَّرُوهَا إِلَى ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ جَازَتِ الصَّلٰوةُ وَقَدْ أَسَاءُوْا وَفِي الْفِطْرِ لِلْجَوَازِ حَتّٰى أَخَّرُوهَا إِلَى الْغَدِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ لَا يَجُوْزُ اھ وَفِي رَمْزِ الْحَقَائِقِ لِلْعَلَّامَةِ الْعَيْنِيِّ مِثْلُهٗ ۔ وَفِي شَرْحِ النُّقَايَةِ لِلشَّمْسِ الْقُهُسْتَانِيِّ لَوْ تُرِكَتْ بِغَيْرِ عُذْرٍ سَقَطَتْ كَمَا فِي الْخِزَانَةِ اھ وَفِي شَرْحِ الْمُنْيَةِ الْكَبِيْرِ لِلْعَلَّامَةِ الْحَلَبِيِّ صَلٰوةُ عِيْدِ الْأَضْحٰى تَجُوْزُ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي وَالثَّالِثِ سَوَاءٌ أُخِّرَتْ بِعُذْرٍ أَوْ بِدُوْنِهٖ ۔ أَمَّا صَلٰوةُ الْفِطْرِ فَلَا تَجُوْزُ إِلَّا فِي الثَّانِي بِشَرْطِ حُصُوْلِ الْعُذْرِ فِي الْأَوَّلِ اھ وَفِي الْخَانِيَةِ إِنْ فَاتَتْ صَلٰوةُ الْفِطْرِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ بِعُذْرٍ تُصَلّٰى فِي الْيَوْمِ الثَّانِي وَإِنْ فَاتَتْ بِغَيْرِ عُذْرٍ لَا تُصَلّٰى فِي الْيَوْمِ الثَّانِي فَإِنْ فَاتَتْ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي بِعُذْرٍ أَوْ بِغَيْرِ عُذْرٍ

لَا تُصَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ ۔ وَ اَمَّا عِیْدُ الْاَضْحٰی اِنْ فَاتَتْ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ بِعُذْرٍ اَوْ بِغَیْرِ عُذْرٍ تُصَلّٰی فِی الْیَوْمِ الثَّانِی فَاِنْ فَاتَتْ فِی الْیَوْمِ الثَّانِیْ بِعُذْرٍ اَوْ بِغَیْرِ عُذْرٍ تُصَلّٰی فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ ۔ فَاِنْ فَاتَتْ فِی الْیَوْمِ الثَّالِثِ بِعُذْرٍ اَوْ بِغَیْرِ عُذْرٍ لَا تُصَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ اھ بالجملہ اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔ اَللّٰھُمَّ اِلَّا مَا رَاَیْتُ فِیْ جَوَاھِرِ الْاَخْلَاطِیْ مِنْ قَوْلِهٖ ۔ اِذَا فَاتَتْ صَلٰوۃُ عِیْدِ الْفِطْرِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ بِعُذْرٍ اَوْ بِغَیْرِہٖ صَلّٰی فِی الْیَوْمِ الثَّانِیْ وَ لَمْ یُصَلِّ بَعْدَہٗ اھ فَیُظَنُّ اَنْ یَّکُوْنَ خَطَاءً مِنَ النَّاسِخِ وَ یُحْتَمَلُ اَنْ یَّکُوْنَ خَطَاً مِنَ الْاَخْلَاطِیْ فَاِنِّیْ رَاَیْتُ لَهٗ غَیْرَ مَا مَسْئَلَةٍ خَالَفَ فِیْهَا الْکُتُبَ الْمُعْتَمَدَۃَ وَالْاَسْفَارَ الْمُعْتَبَرَۃَ ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

مسئلہ ۵۵ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں - کہ ایک جائیداد مصارف درگاہ بعض اولیاء اکبر کے لئے وقف ہے ہمیشہ اس کا تمام بندوبست و انتظام بدست متولیان والا مقام رہا۔ اپنی جگہ دوسرے کو متولی کرنا بھی اکثر انہیں کی رائے پر رہا۔ بعض متولیوں نے اپنے بعد تولیت وصیت کی - کہ موصی لہٗ برنبائے وصیت ان کے بعد متولی ہوا۔ اور بعض نے اپنی حیات و حالت صحت ہی میں تولیت اہل خاندان سے کسی دوسرے کو عطا کر دی۔

کہ وُہ اُن کی صحت میں بجائے اُن کے متولی ہوگیا - غرض ہمیشہ اختیار اُن اُمُور کا بدستِ متولیان رہا - اور عہدِ قدیم سے اب تک یُوں ہی اختیاراتِ عامّہ اُنہیں حاصل رہے - کہ کسی نے اُن کے افعال سے تعرُّض - یا اُن کے تصرفات میں دست اندازی نہ کی - اب اگر متولیِ حال اپنی حیات و حالتِ صحت میں اپنی تولیّت کُلًّا یا بعضًا کسی امین رشید کو مُنتقل کرے - تو یہ انتقال جائز اور متولی ممدوح کو اِس کا اختیار حاصل ہے - یا نہیں؟ بیّنوا - تُوجروا ◆

الجواب

جب کہ صُورتِ مسئلہ وُہ ہے - کہ سوال میں مذکور ہوئی - تو بلاریب متولیِ حال کو اپنی حیات و تندرستی میں نقلِ تولیت کا اختیار حاصل اور جس امین رشید کو وُہ متولی کرے - بیشک شرعًا اُس کے متولی ہوجائیگا تنویر الابصار - اَرَادَ الْمُتَوَلِّیْ اِقَامَةَ غَیْرِہٖ مَقَامَہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ اِنْ کَانَ التَّفْوِیْضُ لَہٗ عَامًّا صَحَّ وَ اِلَّا لَا - وَفِی الْھِنْدِیَۃِ عَنِ الْمُحِیْطِ اِذَا اَرَادَ الْمُتَوَلِّیْ اَنْ یُّقِیْمَ غَیْرَہٗ مَقَامَ نَفْسِہٖ فِیْ حَیَاتِہٖ وَ صِحَّتِہٖ لَا یَجُوْزُ اِلَّا اِذَا کَانَ التَّفْوِیْضُ اِلَیْہِ عَلٰی سَبِیْلِ التَّعْمِیْمِ اِنْتَھٰی - قُلْتُ - وَ تَقْرِیْرُ السُّوَالِ صَرِیْحٌ فِیْ عُمُوْمِ الْاِخْتِیَارِ التَّامِّیْ عَنْ تَعْمِیْمِ التَّفْوِیْضِ

وَفِی الْمَقَامِ عِنْدَ تَدْقِیْقِ النَّظَرِ تَنْکَشِفُ غَوَامِضُ لَا تَکَادُ تَخْفٰی عَلَی الْفَقِیْهِ - وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ جَلَّ مَجْدُهٗ اَتَمُّ

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمد ن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صورتِ مسئلہ بلکہ تمام صورِ اوقاف میں از روئے قواعدِ فقہیہ کے اولا لحاظ شرائط واقف کا تولیت وغیرہ میں۔ اور نیز مصالح قضاۃ واحکامِ اسلام کا ضرور تھا۔ اور درصورت نہ ہونے امر سابق کے تعامل قدیم از قدیم کا اعتبار بغیر عرف حادث کے پس اگر قدیم سے تفویضِ تولیت کی رائے متصرفین اوقاف پر بصورت تعمیم ثابت ہو۔ پس بیشک وہ جائز ہے۔ جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے +

حَرَّرَهُ الْفَقِیْرُ عَبْدُ الْقَادِرِ عفی عنہ

(حاشیہ متعلق مسئلہ نمبر ۵۵) فتویٰ بدایوں :-

سوال درصورت کہ جائداد ے وقف برائے خانقاہ و زیارت و مسجد و درگاہ متعلق آستانہ بزرگے از بزرگانِ دین از قدیم جاری است۔ و عملِ معمول متولیان سابق برہمین است۔ کہ از اولادِ آں بزرگ دو شخص یا زیادہ ازاں متولی می شوند۔ بنائً علیہ یکے از متولیان کہ وفات یافتہ درحالتِ حیاتِ خود برائے تولیتِ وقفِ متعلقہ حصۂ خود پسر و پسر پسر

کہ وُہ اُن کی صحت میں بجائے اُن کے متولی ہوگیا۔ غرض ہمیشہ اختیار اُن اُمُور کا بدستِ متولیان رہا۔ اور عہدِ قدیم سے اب تک یُوں ہی اختیاراتِ عامّہ اُنہیں حاصل رہے۔ کہ کِسی نے اُن کے افعال سے تعرُّض۔ یا اُن کے تصرفات میں دست اندازی نہ کی۔ اب اگر متولیِ حال اپنی حیات وحالتِ صحت میں اپنی تولیّت کُلّاً یا بعضاً کِسی امین رشید کو منتقل کرے۔ تو یہ انتقال جائز اور متولی ممدُوح کو اِس کا اختیار حاصل ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا ؞

الجواب

جب کہ صُورتِ مسئلہ وُہ ہے۔ کہ سوال میں مذکور ہوئی۔ تو بلاریب متولیِ حال کو اپنی حیات وتندرستی میں نقلِ تولیت کا اختیار حاصل اور جس امین رشید کو وُہ متولی کرے۔ بیشک مثل اُس کے متولی ہوجائیگا تنویر الابصار۔ اَرَادَ الْمُتَوَلِّیْ اِقَامَةَ غَیْرِہٖ مَقَامَہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ اِنْ کَانَ التَّفْوِیْضُ لَہٗ عَامًّا صَحَّ وَ اِلَّا لَا۔ وَفِی الْھِنْدِیَّۃِ عَنِ الْمُحِیْطِ اِذَا اَرَادَ الْمُتَوَلِّیْ اَنْ یُّقِیْمَ غَیْرَہٗ مَقَامَ نَفْسِہٖ فِیْ حَیَاتِہٖ وَصِحَّتِہٖ لَا یَجُوْزُ اِلَّا اِذَا کَانَ التَّفْوِیْضُ اِلَیْہِ عَلٰی سَبِیْلِ التَّعْمِیْمِ اِنْتَھٰی۔ قُلْتُ۔ وَتَقْرِیْرُ السُّوَالِ صَرِیْحٌ فِیْ عُمُوْمِ الْاِخْتِیَارِ النَّاشِیْ عَنْ تَعْمِیْمِ التَّفْوِیْضِ

وَ فِي الْمَقَامِ عِنْدَ تَدْقِيْقِ النَّظْرِ تَنْكَشِفُ غَوَامِضُ لَا تَكَادُ تَخْفٰى عَلَى الْفَقِيْهِ۔ وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ جَلَّ مَجْدُهٗ اَتَمُّ

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفیٰ النبی الاُمّی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

صورتِ مسئلہ بلکہ تمام صُوَرِ اوقاف میں از روئے قواعدِ فقہیہ کے اولا لحاظ شرائط واقف کا تولیت وغیرہ میں۔ اور نیز مصالح قضاۃ واحکام اسلام کا ضرور تھا۔ اور درصورت نہ ہونے امرِ سابق کے تعامل قدیم از قدیم کا اعتبار بغیر عرف حادث کے پس اگر قدیم سے تفویضِ تولیت کی رائے متصرفین اوقاف ہر بصورتِ تعمیم ثابت ہو۔ پس بیشک وہ جائز ہے۔ جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے +

حَرَّرَہُ الْفَقِیْرُ عَبْدُ الْقَادِرِ عُفِیَ عَنْہُ

(حاشیہ متعلق مسئلہ نمبر ۵۵) فتویٰ بدایوں :۔

سوال درصورت کہ جائداد سے وقف برائے خانقاہ وزیارت ومسجد ودرگاہ متعلق آستانہ بزرگے از بزرگانِ دین از قدیم جاری است۔ وعملِ معمول متولیان سابق برہمین است۔ کہ از اولادِ آں بزرگ دو شخص یا زیادہ ازاں متولی می شوند۔ بناءً علیہ یکے از متولیان کہ وفات یافتہ درحالتِ حیاتِ خود برائے تولیتِ وقفِ مقبوضۂ خود پسر ولپسرِ پسر

دیگر متوفی خود بالمناصفہ بطور وصیت در تولیت شریک فرمودہ پس این وصیت صحیح است یا باطل ؟

الجواب

در صورتِ مسئولہ موافق معمولِ سابق وصیت مذکورہ برائے شرکت در تولیّت بالمناصفہ جائے پسر و پسرِ پسر متوفی سابق صحیح است - کہ مسئلہ یُنْظَرُ فِی الْوَقْفِ اِلَی الْعُهُوْدِ السَّابِقِ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ در کُتبِ فقہ ردّ المحتار وغیرہ مصرح است - و وصیت کہ برائے وارث مُطلقاً باطل است - و برائے غیر وارث در زیادہ از ثلث باطل است مراد ازاں وصیت در متروکہ مملوکہ موصی است - وآں ہم از رضامندیٔ ورثہ صحیح میگردد - کہ حق جملہ وارثان متوفی است - پس کما ہو مصرح فی کُتُبِ الْفِقْہ - وَاللہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَاب ؀

حَرَّرَہُ اَلْفَقِیْرُ الْحَقِیْرُ عبد القادر عفی عنہ

مَا ذَکَرَہٗ جناب المجیب فلا شکّ انہ فیہ مصیب - واللہ سُبحانہٗ وتعالٰی اَعلم ؀

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المُصطفی النبیّ الاُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(فتوٰی فرنگی محلّ) ہر چند کہ پسرِ پسر بوقت وجود پسر از ترکہ میّت محروم الارث است - مگر شرکتش در وصیت تولیت درست است ہرگاہ متوفی تولیت پسر و شخص کردہ - و پسرِ پسر را ہم شریک کردہ وصیت او نافذ خواہد بود - موافق وصیت نامہ مرقومہ متوفی تعمیل

کردہ خواہد شد۔ اَلشَّیْءُ الْمُفَوَّضُ لِاِثْنَیْنِ لَا یَمْلِکُہٗ اَحَدُھُمَا کَالْوَکِیْلَیْنِ وَالْوَصِیَّیْنِ وَالنَّاظِرَیْنِ کَذَا فِی الْاَشْبَاہِ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ٭

حررہ الراجی حضور ربہ القوی ابو الحسنات

محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مسئلہ ۵۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگان دین قدس اللہ اسرارہم اجمعین سے ایک بزرگ نے اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائیداد وقفیہ درگاہ خانقاہ کے متولی تھے۔ بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور نبیرہ احمد بن محمد کے وصیت فرمائی۔ کہ بعد میرے متوفی تمام جائیداد و مصارف درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی میں شریک و مساوی رہیں۔ اور احمد بن محمد نبیرہ میرا باتفاق اپنے عم مکرم کے تصرفات تولیت عمل لائے۔ بعد انتقال بزرگ موصوف احمد و حامد دونوں نے اس وصیت کو قبول کیا۔ اور معتبر رکھا۔ لیکن بعد چند روز کے حامد نے تنہا اپنی تولیت چاہی۔ اور احمد کے ساتھ اتفاق پسند نہ کیا۔ اتنا سمجھا کہ احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ اظہار منازعت منظور نہیں۔ لہٰذا بنظر حفظ حقوق و رعایت مصالح احمد بن محمد کا قصد اس جانب ہے کہ اپنی

دیگر متوفی خود بالمناصفہ بطور وصیت در تولیت شریک فرمودہ پس ایں وصیت صحیح است یا باطل؟

الجواب

درصورت مسئولہ موافق معمولِ سابق وصیت مذکورہ برائے شرکت در تولیت بالمناصفہ جائے پسر و پسرِ پسر متوفی سابق صحیح است۔ کہ مسئلہ یُنظَرُ فِی الوَقفِ اِلَی العُهُودِ السَّابِقِ بَینَ المُسلِمِین در کتب فقہ ردالمحتار وغیرہ مصرح است۔ و وصیت کہ برائے وارث مطلقاً باطل است۔ و برائے غیر وارث و زیادہ از ثلث باطل است مراد ازاں وصیت در متروکہ مملوکہ موصی است۔ و آں ہم از رضامندی ورثہ صحیح میگردد۔ کہ حقِ جملہ وارثان متوفی است۔ پس کما ھو مصرح فِی کُتُبِ الفِقہ۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعلَمُ بِالصَّوَاب ٭

حَرَّرَہُ الفَقِیرُ الحَقِیرُ عبد القادر عفی عنہ

مَا ذَکَرَہُ جناب المجیب فَلَا شَکَّ اَنَّہُ فِیہِ مصیب۔ وَاللّٰہُ سُبحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعلَم ٭

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم

(فتوی فرنگی محل) ہرچند کہ پسر پسر بوقت وجود پسر از ترکہ میت محروم الارث است۔ مگر شرکتش در وصیت تولیت درست است ہرگاہ متوفی تولیت پسر دو شخص کردہ۔ و پسرِ پسر را ہم شریک کردہ وصیت او نافذ خواہد بود۔ موافق وصیت نامہ مرقومہ متوفی تعمیل

کردہ خواہد شد۔ اَلشَّیُٔ الْمُفَوَّضُ لِاِثْنَیْنِ لَا یَمْلِکُہٗ اَحَدُھُمَا کَالْوَکِیْلَیْنِ وَالْوَصِیَّیْنِ وَالنَّاظِرَیْنِ کَذَا فِی الْاَشْبَاہِ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ۔

حرّرہ الراجی حضور ربّہ القوی ابوالحسنات محمّد عبدالحیّ تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

مسئلہ ۵۶ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بزرگانِ دین قدّس اللہ اسرارہم اجمعین سے ایک بزرگ نے اپنے آبائے کرام کے سجادہ نشین اور جائیداد وقفیہ درگاہِ خانقاہ کے متولی تھے۔ بنام اپنے صاحبزادہ حامد اور نبیرہ احمد بن محمّد کے وصیّت فرمائی۔ کہ بعد میرے متوفی تمام جائیداد، مصارفِ درگاہ خانقاہ اور جملہ امور متعلقہ ریاست درگاہی میں شریک ومساوی رہیں۔ اور احمد بن محمد نبیرہ میرا باتفاق اپنے عم مکرم کے تصرفاتِ تولیت عمل لائے۔ بعد انتقالِ بزرگ موصوف احمد وحامد دونوں نے اس وصیّت کو قبول کیا۔ اور معتبر رکھا۔ لیکن بعد چند روز کے حامد نے تنہا اپنی تولیت چاہی۔ اور احمد کے ساتھ اتفاق پسند نہ کیا۔ اتنا سمجھا کہ احمد بن محمد کو حامد کے ساتھ اظہارِ منازعت منظور نہیں۔ لہٰذا بنظرِ حفظِ حقوق ورعایتِ مصالح احمد بن محمد کا قصد اس جانب ہے کہ اپنی

حیات میں تولیت اپنی کُلّاً یا بعضاً بنام ایسے شخص راشد امین کے منتقل کرے۔ کہ حامد کو استقلال بالتصرف سے مانع آئے۔ اور استخراجِ حقوقِ شرعیہ کر سکے۔ ۳ آیا یہ انتقال احمد کو جائز اور شرطِ اتفاق۔ کہ وصیت میں مذکور اس کو مانع۔ اور اس فعل میں غرض موصی و حکم وصیت سے عدول ہے۔ یا نہیں؟ بیّنوا۔ توجروا۔

الجواب

متولی اوقاف کا اپنی حیات و عالمِ صحت میں نقلِ تولیت کرنا اور دُوسرے شخص کو بجائے اپنے نہ بطریقِ توکیل بلکہ علیٰ وجہ الاستقلال قائم کر دینا۔ صرف اس صُورت میں روا۔ کہ اس کے لئے تفویضِ عام و اختیارِ تام ثابت ہو۔ ورنہ نہیں۔ تنویر الابصار میں ہے۔ اَرَادَ الْمُتَوَلِّیْ اِقَامَۃَ غَیْرِہٖ مَقَامَہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ اِنْ کَانَ التَّفْوِیْضُ لَہٗ عَامًّا صَحَّ وَ اِلَّا لَا۔ پس اگر احمد بن محمد کے لئے تفویض عام حاصل ہے۔ تو بیشک اُسے نقلِ تولیت پہنچتا ہے۔ اور جسے وہ اپنی جگہ متولی کر دے گا۔ تمام تصرفاتِ تولیت میں مثل اس کے نفس کے ہو جائیگا اور اُس پر بھی یہی واجب ہو گا۔ کہ باتفاقِ حامد تصرُّف کرے۔ کہ جب وقفِ واحد پر دو متولی ہوں۔ اُن میں کسی کو تنہا تصرُّف کا اختیار نہیں ہوتا۔ اور بیع و اجارہ و امثالِ ذٰلک۔ جو تصرُّف ایک تنہا کرے گا دُوسرے کی اجازت پر موقوف رہیں گے۔ اگر اجازت نہ دے گا۔ باطل ہو جائیں گے۔ اور یہ حکم ایک کے ساتھ مختص نہیں۔ دو ہوں۔ تو دو نہیں ہوں۔ تو تین جس قدر ہوں۔ ہر واحد استقلال بالتصرف سے شرعاً ممنوع۔ اور اتفاق باہمی سب پر لازم حتمی۔ وَ الْمَسْئَلَۃُ

مُصَرَّحٌ بِهَا فِیْ عَامَّةِ الْمُتُوْنِ وَالشُّرُوْحِ وَالْفَتَاوٰی وَ
الْفَاضِلُ خَیْرُ الدِّیْنِ الرَّمْلِیُّ اَکْثَرَ اِیْرَادَهَا فِیْ فَتَاوَاهُ
وَقَالَ الْعَلَّامَةُ زَیْنُ بْنُ نُجَیْمٍ الْمِصْرِیُّ فِیْ وَکَالَةِ الْاَشْبَاهِ
الشَّیْءُ مُفَوَّضٌ اِلَی اثْنَیْنِ لَا یَمْلِکُهٗ اَحَدُهُمَا کَالْوَکِیْلَیْنِ
وَالْوَصِیَّیْنِ وَالنَّاظِرَیْنِ الخ - پس بزرگ موصوف نے کہ
احمد بن محمد پر اپنے وصیت نامہ میں حامد کے ساتھ اتفاق شرط کیا۔
یہ شرط جہت شرع سے خود لازم تھا۔ اِس شرط نے کسی امر زائد کا
استجلاب نہ کیا۔ اور اسی طرح شرع مطہر حامد پر فرض کرتی ہے۔
کہ باتفاق احمد کام کرے۔ اور اُن میں کوئی مستقل بتولیت و منفرد
تصرف نہ رہے۔ کَمَا ذَکَرْنَا - لیکن اس لزوم شرطی و وجوب
شرعی سے وہ اختیار کہ احمد بن محمد کو تفویض عام سے حاصل
ہوا تھا۔ زائل نہیں ہو سکتا۔ فَاِنَّ الشَّیْءَ لَا یَتَضَمَّنُ اِبْطَالَ
مَا لَا یُنَافِیْهِ - ہم کہتے ہیں۔ حامد کو تولیت ثابت احمد کو
ناروا رکھنا۔ اور اُس کے ساتھ اتفاق کو کہ شرطًا نہ سہی شرعًا
فرض تھا۔ پسند نہ کرنا۔ اور تحصیل حقوق شرعیہ سے مانع آنا کس
کی جانب سے تعدی ہے۔ لاجرم کہیے گا۔ احمد بلاجرم ہے۔ اب ہم
پوچھتے ہیں۔ پھر حامد کے ترک اتفاق سے احمد کی تولیت باطل ہو گئی
وَلَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلَا لَا
یَجْنِیْ جَانٍ اِلَّا عَلٰی نَفْسِهٖ - وَقَالَ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰی

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ه اب ہم دریافت کرتے ہیں۔ تولیت مسلم مگر تفویضِ عام کہ احمد کے لئے ثابت تھی۔ اس نا اتفاقی حامد سے زائل ہوگئی۔ لاجرم کہے گا نہیں۔ اور ہاں کہئے۔ تو دلیل کہاں۔ وَمَنِ ادَّعٰی شَیْئًا فَعَلَیْہِ الْبُرْھَانُ۔ پس جبکہ احمد بدستور متولی صحیح ماذون عام ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ وہ اس تصرف سے مجبور۔ اور نقل تولیت سے ممنوع رکھا جاتا ہے۔ مگر تعدی غیر بھی اسباب حجر سے شمار کی جائے گی۔ علما متن و شرح فتاوے میں جہاں مسئلہ نقل تولیت لکھتے ہیں۔ تفویض عام کے سوا دوسری شرط ذکر نہیں کرتے۔ پھر ہمیں اپنی جانب سے احداث قید کب روا۔ اگر یہ کہئے۔ کہ متولی منقول الیہ حامد سے اتفاق نہ کرے گا۔ اور شرطِ تولیت اتفاق ہے۔ تو نقل صحیح نہ ہوگی۔ قُلْنَا۔ اب بھی تو حامد و احمد متفق نہیں۔ جب باوجود اس کے یہ دونوں بدستور متولی ہیں۔ تو اگر ان دونوں میں ایک کے عوض شخص ثالث آجائے۔ تو سوا شخص کے اور بھی کچھ بدلا۔ اُس کی تولیت کیونکر صحیح نہ ہوگی۔ ظاہراً منشائے اعتراض یہ ہے کہ بزرگ موصوف نے جو ان دونوں کے نام وصیت تولیت کی۔ اُس نے انہیں دو کو پسند فرمایا۔ اور اُس کا مقصود یہی تھا۔ کہ ازمۂ (باگیں) تصرفات انہیں دو کے ہاتھ رہیں۔ تیسرا اداخلت نہ کرے۔ جب باوجود بقائے صلاحیت ہر دو ایک کے عوض شخص ثالث قائم کیا جاتا ہے۔ تو یہ غرض موصی کے خلاف۔ اور حکم وصیت سے سرتابی (انکار) ہے۔ قُلْنَا موصی متبع شرع کو رعایت مصالح وقف رعایت وصیتین سے بالضرورت اہم و اقدم ہوگی۔

اور اُس نے دو کے لئے وصیت نہ کی۔ مگر اس لئے کہ اشتراک آرائے
کو وقف کے لئے اصلح و انفع سمجھا۔ اور ایک کی رائے پر راضی نہ ہوا
وَفِي الْعُقُوْدِ الْمُدَبِّرَةِ مَقْصُوْدُهٗ اِجْتِمَاعُ رَاْیِ الشَّخْصَیْنِ فِیْ
تَعَاطِی اُمُوْرِ الْوَقْفِ وَلَیْسَ رَاْیُ الْوَاحِدِ کَرَاْیِ الْاِثْنَیْنِ
اب کہ حامد احمد بن محمد کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا۔ غرض موصی و مقصود
وصیت کے خلاف اُس کی طرف منسوب ہو گا۔ نہ کہ احمد کی جانب
بلکہ احمد اس نقل تولیت سے تحصیل غرض اہم میں ساعی ہے۔ کہ
خود بلحاظ مصالح خاصہ حامد سے منازعت نہیں چاہتا۔ لہٰذا
ایسے شخص کو متولی کرتا ہے۔ کہ اس غرض اہم کو متروک نہ رکھے۔ اور
حامد کو تصرف میں مستبد و مستقل نہ ہونے دے۔ اور استخراج
حقوق شرعیہ کر سکے۔ یہ معنی عین تمشیت مقصود اعلیٰ و مرام اُس نے
کی ہے۔ نہ اس کے نافی و منافی ہے۔ کما لا یخفی۔ بالجملہ بر تقدیر
ثبوت تفویض عام حامد کا اتفاق سے دست کش ہونا اختیارات
احمد کا ازالہ نہیں کر سکتا۔ اور صرف اس وجہ سے بے اصل سے
عدم جواز نقل پر نقل و عقل سے کوئی دلیل قائم نہیں۔ بلکہ دلیل اس
کے خلاف پر ناطق۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِجَمِیْعِ الْحَقَائِقِ۔ وَصَلَّی
اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَی النَّبِیِّ الصِّدِّیْقِ الصَّادِقِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
اَفْضَلِ الْخَلَائِقِ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الَّذِیْنَ حُبُّھُمْ جُنَّۃٌ
لِلسَّلَامِ وَحُبُّہُ الْبَوَائِقِ۔

مسئلہ ۵۷ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں :۔
(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا تھا۔

اُس کو زجراً (جھڑکتے ہوئے) ایک اور مسلم نے کہا۔ کیا تُو نے نماز کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ اِس پر ایک دُوسرے نے کہا۔ اور کیا بظاہر اُس نے بھی زجراً کہا۔ اس کا کیا حکم ہے؟

(۲) کافر مرتد مبتدع۔ بدمذہب۔ فاسق یا اُس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردّد ہو۔ کوئی رشتہ مثل باپ دادا۔ نانا۔ بیٹا۔ بھائی وغیرہ خود اپنا کہنا۔ یا کسی اور مسلم کا کہنا۔ حالانکہ اُن کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں ویسا ہی مانے۔ یہ کیسا ہے؟ یا ایسے لوگوں کو ابتداءً سلام کہنا۔ یا اُن سے خندہ پیشانی پیش آنا۔ ہنسنا۔ بولنا۔ ایسی دوستی رکھنا۔ جیسے دُنیا دار لوگ ہنسنے۔ بولنے کے لئے رکھتے ہیں۔ اور اِسی سلسلہ میں اُنہیں تحائف روانہ کرنا۔ یا اُن کی ایسی تعظیم کرنا۔ کہ وُہ آئیں۔ تو کھڑے ہو گئے۔ یا تحریراً تقریراً اُنہیں عنایت فرما۔ یا کرم فرما۔ یا مُشفق۔ مہربان۔ یا جناب صاحب لکھنا۔ یا اسی طرح کے اور برتاؤ اُن سے برتنا۔ جیسے آج کل کثرت سے شائع ہیں۔ خصوصاً ایسوں میں سے دُنیاوی با اثر لوگوں سے اگرچہ مذہبی نقطۂ نظر سے اُنہیں اُن کے لائق قبیح ہی سمجھیں۔ جائز ہیں۔ یا ناجائز؟ تو کس درجہ کے؟ اور اگر یہ باتیں کسی دینی یا دُنیاوی جائز غرض کے حصُول کے لئے کریں۔ تو کیا حکم ہے؟ خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وُہ خوش ہوں۔ یا اُس میں اپنی تعظیم جانیں۔ اگرچہ فاعل کی نیّت اُس تعظیم یا خوشی کرنے کی نہ ہو۔ یا نہ ہو۔ کہاں تک اُس حد تک نہیں پہنچتا۔ کہ فاعل پر بھی خود اُن کی طرح حکم کُفر یا بدعت وغیرہ کا عائد ہو۔

(۳) بعض لوگ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پورا

نہیں پڑھتے۔ بلکہ عِندَ الحاجت جب پڑھتے ہیں۔ تو صرف لَاحَولَ وَلَاقُوَّۃَ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں۔ یہ اگرچہ سخت قبیح و شنیع (برا) ہے۔ مگر اِس میں کُفر کِسی طرح کا بھی نہیں۔ یا کیا اِس پُورے جُملہ کا عِلم صرف جز اوّل مدخولِ نفی مقرر کرنا کہنا کیسا ہے؟

(۴) نصارٰی وغیرہ کی کچہریوں۔ اور ان احکام آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت۔ یا عادِل کہنا اگرچہ سخت حرام ہے۔ اور فقہاء نے حُکم کُفر تک فرمایا۔ اِس سے احتراز ضرور ہے۔ مگر دریافت طلب یہ امر ہے۔ کہ یہ حُکم کُفر مسئلہ مفتیٰ بہا ہے۔ کہ ایسے استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں۔ اور اگر ہے۔ تو کیا قطعی کُفر اُن پر عائد ہے۔ اور قطعی بھی ایسا کہ جو دُوسرا اُنہیں کافر نہ سمجھے۔ اس کے بھی ایمان میں خلل آجائے۔

(۵) کاتب جو اُجرت پر کتابت کرتے۔ اور اُس کتابت میں امر خلاف دین ہو۔ اور اُجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اُس کو شائع کریں۔ یا کوئی شخص بے اُجرت محض مروّت سے ایسا کرے۔ تو اُس کا کیا حُکم ہے؟ یا کوئی شخص صفائے خط کے لئے کوئی قطعہ وغیرہ لِکھے۔ اور اُس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے۔ یا اُن سب صُورتوں میں زبان سے پڑھے۔ تو کیا حُکم ہے؟ بَیِّنُوا۔ تُوجَروا ؂

الجواب

(۱) اور کیا کچھ کہنے والے پر بھی الزام نہیں جبکہ اُسے بھی اُس سارق نماز پر زجر مقصود ہو ؂

(۲) ان لوگوں کی بے ضرورت و مجبوری ابتداءِ سلام حرام اور بلا وجہ شرعی اُن سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام۔ قرآن عظیم

میں قعودِ معہم سے نہی صریح موجود۔ اور حدیث شریف میں اُن سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نورِ ایمان نکل جانے کی وعید۔ افعالِ تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں۔ یُوں ہی کلماتِ مدح حدیث شریف میں ہے۔ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ الرَّبُّ وَاهْتَزَّ لَهٗ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ۔ دُوسری حدیث شریف میں ہے لَا تَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ یَا سَیِّدُ فَاِنَّهٗ اِنْ یَّكُ سَیِّدَكُمْ فَقَدْ اَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ۔ باقی دُنیوی مراسم جن میں تعظیم و اختلاط نہ ہو۔ اُن میں فاسق کا حکم آسان ہے۔ مصالحِ دینیہ پر نظر کی جائے گی۔ اور مرتد و مُبتدع سے بالکل ممانعت۔ اور ضروراتِ شرعیہ ہر جگہ مُستثنیٰ۔ فَاِنَّ الضَّرُوْرَاتِ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں۔ جیسے عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ مَعَ اَنَّ الْخَطَّابَ وَاَبَا طَالِبٍ لَمْ یُسْلِمَا۔ اُن کے ساتھ برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے۔ بے ضرورت اِس کا مرتکب عاصی ہے اُن کا مثل نہیں جب تک اُن کے کُفر و بدعت و فسق کو اچھا یا جائز نہ جانے ۔

(۳) عِندالحاجت صرف لَاحَوْلَ یا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ پر اقتصار قبیح ہے۔ کُفر سے کوئی علاقہ نہیں۔ کہ اپنے حول و قوۃ کی نفی کے لئے ہے۔ علم صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا ۔

(۴) عدالت بطور علم رائج ہے۔ معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے۔ لہٰذا تکفیر ناممکن۔ البتہ عادل کہنا ضرور ہے۔ کلمۂ کُفر ہے۔ مگر محض براہِ خوشامد ہوتا ہے۔ لہٰذا تجدیدِ اسلام و نکاح کافی۔ ہاں خلاف ما انزل

کو اعتقاداً عدل جانیں۔ تو قطعی وُہی کُفر ہے۔ کہ مَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهٖ فَقَدْ كَفَرَ ؎

(۵) اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَيْنِ جو زبان سے کہنے پر احکام ہیں۔ وُہی قلم پر۔ اور ایسی اُجرت حرام۔ اُس کی اشاعت حرام۔ اور ایسی مروّت فی الکفار۔ ہاں جب اعتقاد نہ ہو۔ تو کُفر نہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ؎

مسئلہ ۵۸ ۔ کیا فرماتے ہیں عُلمائے دین اِس مسئلہ میں کہ داستانِ امیر حمزہ میں جو عمرو عیار کا ذکر ہے۔ یہ عمرو کون ہیں۔ اور اُن کی نسبت اُس لفظ کا اطلاق کیسا ہے؟ بیّنوا۔ توجروا ؎

الجواب

سیّدنا عمرو بن اُمیّہ ضمری رضی اللہ تعالےٰ عنہ اجلّہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے ہیں۔ فیضیٔ بے فیض نے جب داستانِ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ گھڑا (بنایا)۔ اُس میں جہاں صدہا کارِ ناشائستہ و اطوارِ ناباشُستہ مثلاً مہر نگار دُختر نوشیرواں پر فریفتہ ہوکر راتوں کو اُس کے محل پر کمند ڈال کر جانا۔ اور معاذ اللہ صُحبتیں گرم رکھنا عّمِ اکرم حضور پُرنُور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اسد اللہ و اسد رسولہ سیّدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی طرف منسوب کیئے۔ یُوں ہی ہزارہا شُہدپن اور مسخرگی کے بیہودہ جتن ان صحابیٔ جلیل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی جانب منسُوب کر دیئے۔ اور اُنہیں معاذ اللہ عیّارہ زود وطرّار کے لقب دیکر بحیلہ داستان جاہل بیچارے تبرّائی بنائے۔ یہ اُس مرد ک کی ناپاک بیباکی اور بیباک ناپاکی اور خدا و رسول پر سخت جرأت تھی۔ مُسلمانوں کو اِن شیطانی قِصّوں خصوصًا اُن ناپاک لفظوں سے اِحتراز

لازم ہے ۔ واللہ سبحٰنہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

تصدیق بدایوں للّٰہ در المجیب ما احسنہ من ناطق بالحق مصیب دعلم ظہر

حررہ المفتقر الی اللہ المدعو لعبد المقتدر عفی عنہ

مسئلہ ۵۹ ۔ مولٰینا المعظم والمکرم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ

پس از آداب وتسلیمات معروض ۔ اخبار محض جو شہادت میں نامقبول ہے ۔ اُس کے معنے اردو میں کیا ہیں ؟ اور شہادتِ شرعیہ کسے کہتے ہیں ؟ بیّنوا ۔ توجروا ۔

الجواب

کسی بات کی خبر اُن لفظوں سے دینی جو کسی ایسے لفظ سے خالی ہوں ۔ جس کا ہونا شریعتِ مطہرہ نے اُس معاملہ کی شہادت میں ضروری رکھا ہے ۔ اخبارِ محض ہے ۔ مثلاً یہ کہنا ۔ کہ فلاں جگہ چاند ہُوا ۔ یا آج چاند لوگوں نے دیکھا ۔ اخبارِ محض ہے ۔ کہ رمضانِ مبارک میں بھی معتبر نہیں ۔ اور عیدین میں بے لفظ اشہد یہ کہنا بھی کہ مَیں نے چاند دیکھا ۔ اخبارِ محض ہے ۔ ہر امر میں جتنی شرطیں شریعت نے اس پر صحتِ شہادت کے لئے رکھی ہیں ۔ جو شہادت اُن کی جامعہ ہو ۔ شرعیہ ہے ۔ مثلاً زنا میں تین ثقہ عادل مَردوں کی شہادت شہادتِ شرعیہ نہیں ۔ ہلالِ عیدین میں ایک ثقہ عادل کی شہادت شرعیہ نہیں ۔ رمضان مبارک میں دس بیس ہنود ۔ وہابیہ ۔ روافض ۔ نیچریہ ۔ قادیانیہ وامثالہم کا ہزار حلفوں کے ساتھ شہادت دینا کہ آج ہم نے اس مہینہ کا ہلال دیکھا شہادتِ شرعیہ نہیں ۔ واللہ سبحانہٗ وتعالےٰ اعلم ۔

مسئلہ ۶۰ - شہادت کی دو صُورتیں جن میں بلفظ اشہد شہادت دینا ضرور ہے - تو کیا خاص یہی لفظ ہو - یا اِس کا صِرف اُردو - فارسی وغیرہ کا ترجمہ بھی ہو سکتا ہے - جیسے مَیں شہادت دیتا ہوں - یا گواہی دیتا ہوں - وغیرہ وغیرہ - بیّنوا - توجروا +

الجواب

ترجمہ بھی کافی ہے + وَاللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ تَعَالٰی اَعْلَمُ +

مسئلہ ۶۱ - روزہ دار سے مجبوراً اِکراہِ شرعی کر کے کسی نے جماع کیا - یا کرایا - تو روزہ صِرف قضا کرے - یا مع کفارہ - یا کیا کرے ؟ بیّنوا - توجروا +

الجواب

صِرف قضا ہے - اَقُوْلُ اور یہاں اِکراہِ شرعی کے صِرف وُہ معنے نہیں - کہ قادِر کی طرف سے مثلاً قتل یا قطع وغیرہ کی وعید و تخویف ہو - جس کا ذکر کتاب الاکراہ میں ہے - بلکہ مجرّد بے اختیاری بھی مسقطِ کفارہ ہے - اُس کی صُورت عورت میں تو ظاہر - کہ وُہ کمزور ہے - پکڑ کر زبردستی ایلاج کر دیا - مرد میں اس کی شکل یہ ہے - کہ مریض ہے - جُنبش کی طاقت نہیں - قُربِ زن سے اُس کے آلہ کو انتشار ہُوا - کہ وہ امرِ طبعی ہے - اِس کے دفع پر ہر انسان قادِر نہیں - عورت کو منع کرتا رہا - وُہ نہ مانی - یہ دفع پر قادِر نہ تھا - اُس نے زبردستی داخل کر لیا - اِس صُورت میں بھی مرد پر صِرف قضا ہے - یَدُلُّ عَلَیْہِ قَوْلُ الْفَتْحِ مُسْتَدِلًّا عَلٰی وُجُوْبِ الْکَفَّارَۃِ ذٰلِکَ اَمَارَۃُ الْاِخْتِیَارِ فَعُلِمَ لَا کَفَّارَۃَ لَوْلَا الْاِخْتِیَارُ + وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ +

مسئلہ ۶۲ - کانوں میں پانی چلا جانا - یا خود اُس کا ڈال لینا مفسد صوم نہیں ہے - کیا یہی حکم ہے - اگرچہ دماغ تک پانی پہنچ جائے - یا اب کچھ اور - بیّنوا - توجروا ⁕

الجواب

پانی اگر خود چلا جائے - اگرچہ دماغ تک بالاتفاق روزہ نہ جائیگا - اور اگر یہ خود ڈالے - اور کان کے اندر جوف تک پہنچ جائے - تو اختلاف تصحیح ہے - اور فقیر کے نزدیک راجح افطار - ردالمحتار میں ہدایہ وتبیین ومحیط وولوالجیہ سے عدم الفطر اور خانیہ وبزازیہ و فتح و برہان سے فطر کی ترجیح نقل کی - اُس پر حاشیۂ فقیر میں ہے :-

اَقُولُ مَعْلُومٌ اَنَّ تَصْحِیْحَ قَاضِیْ خَان مُقَدَّمٌ لِاَنَّہٗ فَقِیْہُ النَّفْسِ عَلٰی مَا فِیْ دَلِیْلِ الْفِطْرِ مِنَ الْقُوَّۃِ اَلَا تَرٰی اَنَّ مَنْ غَیَّبَ حَشَفَۃً فِیْ دُبُرِہٖ اَوْ ھِیَ فِیْ فَرْجِھَا اَفْطَرَ مَعَ عَدَمِ صَلَاحِ الْبَدَنِ فِیْ ذٰلِکَ ⁕ وَاللہُ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ ⁕

کتبہ عَبْدُہُ الْمُذْنِبْ اَحمد رضا عفی عنہ
بمحمدن المصطفیٰ صلّے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم

تمّت

نوری کتب خانہ بازار حضرت داتا گنج بخش صاحبؒ لاہور

(گلزار عالم پریس لاہور)

مختصر فہرست کتب، نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور

نمبر شمار	نام کتب	قیمت	نمبر شمار	نام کتب	قیمت
۱	شجرہ شریف داتا صاحب	۲ر	۱۰	ہادی الناس فی اشعار رسوم الاعراس	
۲	چالیس ارشادات داتا صاحب	۱ر		شادیوں کے بعض رسوم پر شرعی احکام	
۳	التحقیقات لدفع التلبیسات	۳ر		اور سہرہ کا جواز	۴ر
۴	خیر الآمال فی الکسب والسوال	۳ر	۱۱	ازالۃ العار	۳ر
۵	الاعلام بحال البخور فی الصیام	۴ر	۱۲	صلوٰۃ الصفا۔ (حضور پُر نور	
۶	عرفان شریعت	۵ر		علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور الٰہی	
۷	دین حق	۶ر		سے پیدا ہونے کی نفیس تحقیق	۴ر
۸	شفاء الوالہ۔ (ہر جاندار		۱۳	الزبدۃ الزکیہ۔ دربارہ سجدۂ تعظیمی	۲ر
	کی تصویر بنانا گناہ خصوصاً بزرگان		۱۴	التحریر الجید فی حق المسجد	۲ر
	دین کی تصویر بنانا زیادہ موجب گناہ		۱۵	تدبیر فلاح ونجات	۲ر
	اور اس امر کی تحقیق کہ روضۂ انور		۱۶	مشعلۃ الارشاد (اولاد کے	
	کے قریب قبور حضرات شیخین رض			والدین پر کس قدر حقوق ہیں۔	
	کس طرح واقع ہیں۔ قدم شریف			اور والدین کو اولاد سے کیسا	
	اور مقامات مقدسہ کے نقشے بنانا			برتاؤ کرنا چاہیے)	۲ر
	اور انکو اپنے پاس رکھنا کس قدر		۱۷	تنزیہ المکانۃ الحیدریہ	۴ر
	موجب برکت ہے	۵ر	۱۸	آئینہ قیامت	۸ر
۹	جمع القرآن حضرت عثمان رض کو		۱۹	خطبات رضویہ	۸ر
	جامع القرآن کیوں کہا جاتا ہے	۲ر	۲۰	مروج النجا (دربارہ پردہ مستورات)	۲ر

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
۲۱	الامن والعلیٰ (حضور انور دافع بلا ہیں۔ اور رب العزت نے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مالک و مختار بنایا ہے۔ اس کا ثبوت آیات قرآنی و صدہا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بے شمار اقوال علماء سے نہایت ہی عجیب اور دلکش پیرایہ میں دیا گیا ہے۔ کتاب کیا ہے جواہرات علمی کی ایک کان ہے۔ اب دوبارہ شائقین کے اصرار پر قومی کتب خانہ نے بصرف زر کثیر چھپوائی ہے...	۸ر عہ
۲۲	اسرار الاحکام (جس میں اسلامی عقائد شریعت کے مسائل طریقت کے مشاغل کی ایسی نفیس عقلی حکمتیں اور ایسی اعلیٰ مثالیں دیکر ثابت کیا گیا ہے جس سے دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔	

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
	اسلامی عقائد میں توحید رسالت جنت دوزخ۔ قیامت معجزات۔ مسئلہ تقدیر وحساب وغیرہ شرعی احکام میں نماز۔ روزہ۔ حج۔ شہادت۔ اسلامی سزائیں نکاح۔ طلاق وغیرہ۔ اور طریقت کے مشاغل میں ضرورت مرشد۔ بیعت۔ دم درود۔ تعویذ۔ مراقبہ۔ چلے۔ اولیاء اللہ کے دربار کے آداب وغیرہ صدہا مسائل کو سوال وجواب کی شکل میں ایسی عقلی حکمتیں اور ایسی واضح مثالیں بیان کی ہیں کہ دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ خدا بھلا کرے مولانا الحاج مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی نے یہ بیمثال کتاب لکھ کر ہم سب پر بڑا احسان فرمایا	۸ر عہ

نمبر شمار	نام کتب	قیمت
٢٣	تحصیل الحسنات …	۳/
٢٤	ارشاد السالکین …	۱/
٢٥	تحفۂ الفت …	۲/
٢٦	نسیم الکلام …	۱/
٢٧	مواعظ نعیمیہ حصۂ اول	عہ/
٢٨	مواعظ نعیمیہ حصۂ دوم	۸/عہ
٢٩	علم القرآن …	۱۲/عہ
٣٠	انوار القرآن …	۸/عہ
٣١	علم المیراث …	۱۲/
٣٢	جاء الحق …	۵/عہ
٣٣	فتاوٰی نعیمیہ	۲/۵
٣٤	رحمت خدا بوسیلہ اولیاء	۱۰/
٣٥	شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن ۔ یہ کتاب دوبارہ مع ضمیمہ کے چھپ گئی ہے اس میں ایک سو سے زیادہ قرآن کریم کی وہ آیات جمع کردی گئی ہیں جن میں صراحۃً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت شریف ہے ۔ اور	

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
	ہر آیت کی ایسی نفیس دلکش محققانہ تفسیر کردی گئی ہے جسکو پڑھکر ایمان تازہ ہوتا ہے اس کے علاوہ بہت سی فقہی مسائل ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات ۔ علمی نکات ۔ اولیاء اللہ کی حکایات اولیاء اور شہدائے کرام ۔ اولیاء کی ضرورت ۔ علماء و اولیاء میں فرق ۔ ولی کی پہچان ۔ معجزہ اور کرامت میں فرق ۔ اولیاء کے درجات ۔ ولایت کے مراتب ۔ اولیاء اللہ کی تعداد ۔ شہداء کے فضائل شہید کی وجہ تسمیہ شہادت کی وجہ تسمیہ ۔ شہادت کی قسمیں وغیرہ نہایت پُر درد طریقہ سے بیان کیا گیا ہے ۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک	ھ
٣٦	اسلامی زندگی مصنفہ	

نمبر شمار	نام کتاب	قیمت	نمبر شمار	نام کتاب	قیمت
	مولانا الحاج مفتی احمد یار خاں صاحب		۴۷	اسرار مذہبِ شیعہ	۶ر
	اگر دین و دنیا میں کامیابی چاہتے		۴۸	سوانح کربلا واقعاتِ	
	تو اسکو مطالعہ میں رکھو۔ اس کتاب			شہادتِ حضرات امامین رضی	
	میں پیدائش سے لیکر مرنے تک بلکہ			اللہ تعالیٰ عنہما میں ایک ایسی	
	موت کے بعد تک تمام مروجہ رسموں			مفصل کتاب جس میں سچے	
	کی خرابیاں بیان کرکے انکی اصلاح			حالات درج ہیں	عہ
	کی گئی ہے۔ یہ کتاب مسلمانوں		۴۹	نصرت الواعظین	عہ
	کی پوری زندگی کیلئے دستور العمل ہے	عہ	۵۰	وصایا شریف	۴ر
۳۷	کتاب البرزخ	عہ	۵۱	نئی تقریریں مفسر شریعت و	
۳۸	حرمتِ تعزیہ	عا		حکیم امت حضرت مولینا الحاج مفتی	
۳۹	آیاتِ بینات	۵ر		احمد یار خاں صاحب گجراتی کی عشق	
۴۰	کشف المحجوب (داتا صاحبؒ)	۵ر		و محبت میں ڈوبی ہوئی ان تقریروں	
۴۱	غزوات النبیؐ	۸ر		کا مجموعہ ہے جو آپ نے مختلف موقعوں	
۴۲	سلطنتِ مصطفیٰؐ ...	۱۲ر		میں کیں۔ اگر آپ کو ولولۂ عشق	
۴۳	حدائقِ بخشش حصہ اول	عہ		اور محبت نبوی اور خوف الٰہی دل	
۴۴	انبیائے مصطفیٰؐ ...	۷ر		میں پیدا کرنا ہو۔ اور شریعت اور	
۴۵	بہارِ خلد	عہ		طریقت کے مزے اٹھانے ہوں	
۴۶	حرمتِ متعہ	۶ر		تو اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں	عہ